خدمت میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے کہ وہ ان کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اسے منظور کروائیں حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب (حضرت سیدہ) بی بی فاطمہؓ ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے اسے منظور فرمالیتے تھے اس کہانی کو قبول کرنے کے لیے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی بوسیدہ سی مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے (حضرت سیدہ) بی بی فاطمہؓ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی...... "یا اللہ! میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول ﷺ کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لیے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہوگا اس لیے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ (سیدہ) حضرت بی بی فاطمہؓ کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی ﷺ کے حضور میں پیش کر کے منظور کروالیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں پر چلنے کی سکت نہیں رکھتا اگر سلسلہ اویسیہ واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے استفادہ کرنے کی ترکیب اور توفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے اور میں اس واقع کو بھول بھال گیا پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمن بھابی کا ایک عجیب خط موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم وصلوٰۃ تھیں انہوں نے لکھا تھا۔

"اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے (حضرت سیدہ) فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور، قدرت اللہ شہاب کو بتادو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے ازراہ نوازش اسے منظور فرمالیا ہے۔"

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش وحواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئی مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یوں میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور، کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہو میرے روئیں روئیں پر ایک تیز وتند نشے کی طرح چھا جاتا تھا کیسا عظیم باپ ﷺ اور کیسی عظیم بیٹیؓ دو تین دن میں اپنے کمرے میں بند ہو کر دیوانوں کی طرح اس مصرعہ کی مجسم صورت بنا بیٹھا رہا۔

ع مجھ سے بہتر ذکر میرا ہے کہ اس محفل میں ہے

جناب قدرت اللہ شہاب نے اس کے بعد تصوف کے سلسلہ اویسیہ میں اپنی رہنمائی کا پورا واقعہ

تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے ان کی دلی آرزو کی تکمیل اور سلسلہ اویسیہ کے حق ہونے کی دلیل بھی ملتی ہے۔

حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم عہد حاضر کے نامور خطاط ہیں۔ بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ وہ گمنامی پسند کرنے والے درویش اور حساس طبع شاعر بھی ہیں انہوں نے قدرت اللہ شہاب مرحوم کا واقعہ سنا تو ان کے دل میں چھپی ہوئی بارگاہ رسالت میں باردگر حاضری کی آرزو مچل اٹھی انہوں نے بھی سیدہ فاطمہؓ کی بارگاہ میں ہدیہ ثواب پیش کرنا شروع کر دیا اور اپنی منظوم درخواست بھی پیش کر دی یہاں چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

باغِ جنت کی کلی زہرا بتولؓ
سب سے بہتر اور بھلی زہرا بتولؓ
لے کر آیا ہوں حضور مصطفیٰ ﷺ
سر بسر بے مائیگی زہرا بتولؓ
میری عرضِ حال پیش آنحضور ﷺ
کیجئے بہر علیؓ، زہرا بتولؓ
بارِ دگر ہو کرم کی اک نظر
ہے میری خواہش، مری زہرا بتولؓ

اور پھر حضرت صوفی صاحب کی یہ خواہش اس شان سے پوری ہوئی کہ صوفی صاحب اپنے شیخ طریقت کی رفاقت میں حاضری سے فیض یاب ہوئے۔

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے حضور امام اہلسنت بریلوی کا نذرانہ عقیدت

چودھویں صدی ہجری کے مجدد برحق، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ خاتون جنت فاطمہ بتولؓ کے حضور اپنے مشہور زمانہ درود وسلام میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

اس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مادراں را اسوۂ کامل بتول

بے شک معاشرے کے موجودہ زوال اور انحطاط سے نجات کے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ سیدہ خاتون جنتؓ کی تعلیمات کو عام کیا جائے جدت اور ثقافت کے نام پر قوم کو رواجوں کا شکار نہ ہونے دیا جائے قوم کی بہو بیٹیاں پردے کی پابندی کو یقینی بنا کر خاتون جنتؓ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اخبارات ٗ ریڈیو اور ٹیلی ویژن عورت کو ذریعۂ اشتہار نہ بنائیں تا کہ آنے والی نسلیں پاکستان کو صحیح معنوں میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا گہوارہ بنانے میں حتمی اور کامیاب جدوجہد کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو سیدہ فاطمہؓ کے علم و حلم ٗ جود و سخا ٗ عبادت اور حب رسول ﷺ سے وافر حصہ عطا کرے۔ آمین

ملکۂ ملک سخاوت فاطمہؓ
منبع نور و ہدایت فاطمہؓ
مطلع چرخ کرامت فاطمہؓ
مرجع انوار و رحمت فاطمہؓ

آیئے سیدہ کی جناب میں بصد و عجز و انکسار عرض کریں۔

کن بریں الفاظ نادر اختتام السلام اے بنت احمد ﷺ السلام

مسلم خواتین کی آئیڈیل شخصیت

رسول رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ...... ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور ہر وہ چیز جو اسے اضطراب میں ڈالے وہ مجھے بھی اضطراب میں ڈالے گی...... '' جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... '' بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہؓ کے غضب ناک ہونے پر غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے پر راضی ہو جاتا ہے۔'' ...... حدیث نبوی ہے کہ...... (اے مسلم خواتین) تمہاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم ٗ خدیجہ ٗ فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں...... اسی لیے علامہ اقبال پکار اٹھے۔

مزرع تسلیم رہ حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

یعنی تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل ٗ دنیا کی ماؤں کے لیے اسوۂ کامل اور مسلم خواتین کے لیے روشنی کا مینار حضرت خاتون جنت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔

بتول ٗ سیدہ ٗ طاہرہ ٗ زہرا ٗ طیبہ ٗ عفیفہ ٗ خاتون جنت اور خاتون قیامت آپ کے القاب ہیں...... آپ جنتی عورتوں کی سربراہ ہیں...... شرم و حیاء آپ کی متاع حیات تھی...... عبادت الٰہی آپ کا شیوہ

تھا...... صبر و شکر سیدہ کا معمول تھا...... اسی لیے تو اقبال نے کہا کہ '' حضرت مریم ٗ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کی نسبت سے مقدس و محترم ہیں لیکن سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو تین نسبتوں سے شرف حاصل ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی نور نظر اور لخت جگر (پیاری بیٹی) ہیں۔ تاجدار ہل اتی ، مولا علی مشکل کشاء کی زوجہ مطہرہ ہیں اور مرکز پرکار عشق اور قافلہ سالار عشق شہزادہ کونین مولا حسین سید الشہداء علیٰ جدہ و علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں۔ گھریلو کام خود کرتیں ٗ خود پانی بھرتیں ٗ کپڑے دھوتیں ٗ چکی پیستیں ٗ بچوں کی تربیت و پرورش کے علاوہ ساری ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دیتیں۔ آسمانوں سے فرشتے ان کی چکی پیسنے اور شہزادوں کو جھولا جھلانے کی لیے اترا کرتے تھے۔ شرم و حیاء کا عالم یہ تھا کہ رات کے اندھیرے میں جنازہ اٹھانے کی وصیت فرمائی۔ وصال نبوی ﷺ سے صرف چھ ماہ بعد ۳ رمضان المعظم کو رحلت فرمائی۔ امیر المومنین مولا علی رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ اہل حبش کے طریقے کے مطابق جنازے کو کھجور کے پتوں میں ڈھانپ کر رات کے اندھیرے میں اٹھایا گیا۔ آپ کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

❀❀❀

اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ • کائنات کی افضل ترین خاتون

یوم وصال...... ۱۰ رمضان المبارک ۱۰ھ

ملکۂ فردوس بریں ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ آپ پوری کائنات کی خواتین میں عصمت و عفت کی معراج پر فائز المرام ہیں آپ غمگسار نبی ﷺ ہیں ٗ ہمراز رسالت ہیں۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لائیں تاریخ اسلام میں سب سے پہلے نماز ادا کی۔ آپ ہی کو '' خیر امت '' قرار دیا گیا۔ سیدہ خدیجہ کو '' فنا فی الرسول ﷺ '' کا منصب ملا۔ اپنا سب کچھ مصطفیٰ ﷺ پر نثار کر دیا اسلام کی ترویج و اشاعت میں بڑے سے بڑے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اپنا سارا مال اللہ اور رسول ﷺ کی راہ میں لٹا دیا۔ آپ کو ۲۵ سال محبوب رب العالمین ﷺ کی زوجیت میں رہنے کا شرف نصیب ہوا اور ان ۲۵ سالوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو ناراض نہ کیا۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل امین حاضر ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں اللہ کا سلام اور پیغام پیش کیا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہاں آ رہی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں کھانے کی کوئی چیز (سالن) ہے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچ جائیں تو اپنے پروردگار اور میرا (جبریل امین) کا سلام پہنچا دیں اور یہ بشارت بھی ارشاد فرما دیں کہ جنت میں ان

کے لیے موتی کا ایک خاص محل تیار کیا گیا ہے جس میں کوئی شور وغل یا رنج والم نام کی کوئی شے نہیں۔ (یہ روایت مسلم و بخاری نے بھی نقل کی ہے) خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کے احسانات پر خود محسن کائنات ﷺ شکر گزار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ان کا ذکر فرماتے تھے۔ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آتیں حضور ﷺ بے چین ہو جاتے ان کی نشانیاں دیکھتے تو امام الانبیاء کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

غزوۂ بدر کے موقع پر حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے خاوند جناب ابو العاص کو قیدی بنایا گیا تو دیگر لوگوں کی طرح ان کے فدیہ کا سامان بھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوا رحمت عالم ﷺ ملاحظہ فرماتے ہوئے رک گئے آپ کی نگاہیں اس ہار پر ٹھہر گئیں جو جناب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحبزادی زینب کو جہیز میں دیا تھا سرکار دو جہاں ﷺ پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور آپ نے ارشاد فرمایا...... "اے میرے صحابہ! اگر آپ لوگ مناسب خیال کریں تو زینب رضی اللہ عنہا کے قیدی کو آزاد کر دیں اور اس کا مال اور یہ ہار بھی اس کو واپس کر دیں۔"...... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کی عظمت و رفعت مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) دونوں جہانوں میں میری ساتھی ہیں انہی سے میری اولاد چلی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) وہ ہیں جن کی مثل دنیا میں کوئی عورت پیدا ہی نہیں ہوئی اور دیگر ازواج مطہرات (امہات المومنین) جن پر رشک کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد آئیں رحمت عالم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضور ﷺ انتہائی مسرور ہوئے اور دیر تک خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا تذکرہ فرماتے رہے۔ انوار محمد یہ ﷺ میں آپ ہی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون حسانہ مزنیہ آئیں حضور اکرم ﷺ نے بڑی شفقت فرمائی خیریت دریافت فرمائی اور دیر تک باتیں فرماتے رہے جب وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... "یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی تھی اور اسے ان سے محبت تھی"...... سبحان اللہ...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت رکھنے والی خاتون کی طرف بھی رسول اللہ ﷺ کس شان سے نظر رحمت فرماتے ہیں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آیا اور میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ آپ ہر وقت قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ چہرے والی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان کے انتقال کو ایک مدت گزر گئی ہے۔ بجیال نبی ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آیا اور ارشاد ہوا...... "خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی...... خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت مجھے مال خرچ کرنے کو

دیا جب لوگوں نے مال کو روکے رکھا...... خدا نے خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے مجھے اولاد عطا کی کسی دوسری زوجہ کے بطن سے اولاد نہیں دی۔"......

اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے زیادہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں ان کے بعد سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا افضل ہیں ان کے بعد ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں جانور ذبح کر کے اس کا گوشت خود کاٹ کاٹ کر ان کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اس سے وفات پا جانے والوں کے دوست احباب اور تعلق داروں کو متوفی کی یاد میں منعقدہ تقریب میں بلانا اور ہدیہ پیش کرنا سنت مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہوا۔ اللہ کریم ملت اسلامیہ کو سنت مصطفیٰ ﷺ کے نور سے منور فرمائے اور مسلم خواتین کو ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسوۂ کریمہ پر چل کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

قیامت تک آنے والے مومنوں کی ماں، حضرت سیدۂ طیبہ، طاہرہ محسنۂ اسلام خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے حضور سید کائنات ﷺ کی زوجیت میں ۲۵ سال گزارے۔ خواتین میں ہی نہیں بلکہ ساری کائنات میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اپنا سارا مال راہ خدا میں خدمت دین کے لیے خرچ کر دیا اور ربع صدی کی اس رفاقت میں ایک لمحہ کے لیے بھی محبوب خدا ﷺ کو ناراض نہیں ہونے دیا وہ واحد ہستی ہیں جنہیں "خیر اُمت" کہا گیا، وہ ہمراز رسالت بھی ہیں اور غم گسار رسول ﷺ بھی۔

اسلام کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ ﷺ نے مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ وہ صبر و استقامت کا پہاڑ تھیں، اخلاص و للّٰہیت کا خزانہ ان کے دل و دماغ میں موجزن تھا۔ ان کی قربانیوں پر خود رسول اللہ ﷺ ان کے ممنون رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ذکر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ "...... یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہر وقت قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ چہرے والی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے انتقال کو ایک مدت گزر چکی ہے۔......" اس پر اللہ کے محبوب اور ساری کائنات کے مطلوب ﷺ نے جن الفاظ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کو خراج تحسین پیش فرمایا وہ ہماری اسلامی تاریخ میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ آیئے زبان رسالت سے ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا سنئے، سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا "...... خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا'...... خدیجہ نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی'...... خدیجہ نے اس وقت مجھے مال خرچ کرنے کو دیا جب لوگوں نے مال کو روکے رکھا'...... اللہ تعالیٰ نے خدیجہؓ ہی کے ذریعے میری اولاد چلائی (یعنی ان کے بطن سے ہی مجھے اولاد عطا ہوئی) جبکہ کسی دوسری بیوی کے بطن سے میری اولاد نہیں ہوئی......"

حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں ہر سال بکری ذبح کر کے اس کا گوشت خود کاٹ کاٹ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھجواتے تھے۔ اس عمل نبوی سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ وفات پا جانے والے احباب واقربا کی یاد منانا جائز ہی نہیں بلکہ سنت نبوی بھی ہے۔ متوفی کی یاد میں تقریب منعقد کر کے اس کے تعلق داروں کو بلانا' انہیں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے اس سے سنت نبوی کا احیاء بھی ہوگا اور متوفی کی روح کو بھی سکون نصیب ہوگا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے خود ان کو عزت عطا فرمائی ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کی خیریت دریافت کی' شفقت فرماتے رہے اور ان کے جانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ'' ...... یہ خدیجہ کی ایک سہیلی تھی اور اسے ان سے محبت تھی ...... '' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت کے آنے پر حضور ﷺ مسرور ہوئے اور کافی دیر اس کے پاس بیٹھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے رہے اس کے جانے کے بعد میں نے پوچھا یہ بڑھیا کون تھی؟ تو ارشاد فرمایا کہ یہ خدیجہ کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' ...... خدیجہ دونوں جہانوں میں میری ساتھی ہیں۔ ...... '' آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہ کی مثل دنیا میں کوئی عورت پیدا ہی نہیں ہوئی ...... جبریل امین علیہ السلام نے اپنی طرف سے اور خود خالق ارض وسما کی طرف سے حضرت خدیجہ کے لیے سلام پہنچایا ...... اور جنت میں موتیوں والے ایک انوکھے اور جداگانہ محل کی بشارت دی ...... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد محبوب خدا ﷺ اکثر ان کا ذکر کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ملت مسلمہ کی خواتین کو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذوق وشوق اور اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کے ساتھ محبت کی دولت عطا فرمائے۔

❀❀❀

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یوم وصال ...... ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ

امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہؓ کو حضور اکرم ﷺ کے عقد مبارک میں آنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور وہ صبح قیامت تک آنے والے اہل ایمان کی ماں (ام المومنین) بن گئیں۔ آپ کا نام عائشہ' لقب حمیرا' صدیقہ اور کنیت ام عبداللہ ہے۔ اور آپ کی یہ کنیت خود رسول کریم ﷺ نے تجویز فرمائی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری مقدس بیوی ہیں۔ اعلان نبوت سے چار سال بعد ولادت ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں حضور ﷺ سے عقد نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی

ہوئی ...... یہ پیدائشی مسلمان تھیں ...... اس قدر سخی تھیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم ہدیہ کیا۔ آپ نے اسی وقت اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ ادھر شام ہوئی اور ادھر درہم بھی ختم ہو گئے جب فارغ ہوئیں تو خادمہ نے عرض کیا کہ ...... اے ام المومنین! آپ حالت روزہ میں تھیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ اسی رقم میں سے شام افطاری کے لیے آپ گوشت ہی منگوا لیتیں ...... اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ...... تم نے یاد دلا دیا ہوتا ...... اللہ اکبر ...... اس قدر انہماک کی کیفیت اور خدمت خلق کا جذبہ کہ اپنے معاملات اور مسائل کا خیال ہی نہ گزرتا تھا ...... آپؓ کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ۶۷ غلام خرید کر آزاد فرمائے اور اس پر اکثر مورخین کا اتفاق ہے۔ آپ کا اکثر وقت عبادت وریاضت میں گزرتا تھا۔ دشمنوں کو معاف کر دینا اور مخالفین سے درگزر فرمانا ام المومنین کا معمول تھا ...... وہ فصاحت وبلاغت اور حسن بیاں کا بحر بیکراں تھیں ...... شعر وادب سے ان کی دلچسپی بہت گہری تھی اعلیٰ درجہ کی سخن شناس تھیں ان کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے مقتدر صحابہ کرامؓ ان کے شاگرد ہیں اور ان سے مسائل دینیہ میں راہنمائی لیتے تھے انہوں نے ساری زندگی انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ حضور رسول رحمت ﷺ کی خدمت سرانجام دی۔ ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ نے دو ہزار دو سو دس احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ جو ریکارڈ پر موجود ہیں۔ (ان میں سے ۱۷۴، احادیث پر شیخین کا اتفاق ہے) حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تاریخ عرب پر بھی عبور حاصل تھا۔ انہوں نے زندگی کا لحہ لحہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا ...... ان کی سادگی' دلیری' قناعت اور جذبۂ ایثار پر صحابہ کرام اور صحابیات رشک کیا کرتے تھے۔ وہ مجاہدۂ اسلام تھیں غزوۂ احد میں انہوں نے عملاً حصہ لیا۔ میدان جنگ میں جا کر ام سلیم کے ساتھ مل کر دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلاتیں رہیں۔ آپ کی عصمت وطہارت اور بزرگی پر قرآن حکیم شاہد ہے۔ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صدیقہ کائناتؓ کی عصمت وبزرگی کے خلاف زبان طعن دراز کی تو اس وقت سورۃ نور میں ارشاد الٰہی ہوا ...... '' کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات ہے'' ...... (ترجمہ کنزالایمان' سورہ نور: ۱۲ تا ۱۵) صاحب تفسیر خزائن العرفان صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر

بہتان لگانے والوں کو بحکم رسول کریم ﷺ حد قائم کی گئی اور اسی اسی کوڑے لگائے گئے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۴۳ بھی ام المومنین عائشہؓ کی شان میں نازل ہوئیں۔ ام المومنینؓ کسی کا احسان قبول نہ فرماتیں۔ انتہا درجہ خوددار خاتون تھیں۔ کسی کی غیبت کو ہرگز پسند نہ فرماتی تھیں۔ خوشامد سے دور تھیں جبکہ دوسروں کی خوبیوں کا کھل کر اعتراف اور اظہار فرماتی تھیں شجاعت و بہادری میں اپنے زمانے کی خواتین میں آپ سب سے نمایاں تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں اور حج ہمیشہ کرتی تھیں۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں باقاعدگی سے تہجد ادا فرماتیں۔

ان کی محبت رسول ﷺ اور فصاحت و بلاغت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور ﷺ کی اس کیفیت کا اظہار فرمانے لگیں کہ سرکار دو جہان ﷺ کے چہرہ انور سے پسینہ مبارک کے قطرات گر رہے تھے۔ فرمانے لگیں کہ...... "حضور ﷺ کی پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے...... اور وحی کا نزول ہوتا تھا"...... وحی ہی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ سپیدۂ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔" مورخین کا خیال ہے کہ امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰؓ اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کے بعد اگر خطابت میں کسی کا مقام ہے تو وہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں...... ان کا علمی پایہ اتنا مضبوط تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ...... جب ہمیں کوئی مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا ہو اور ہمیں ان سے کچھ معلومات نہ ملی ہوں...... امام زہری رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں اسی لیے بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

حضور محبوب رب العالمین ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے۔ آپ نے حیات طیبہ کے آخری ایام بھی انہی کے حجرۂ مبارک میں گزارے۔ وقت وصال انہی کی گود مبارک میں مالک کونین ﷺ نے سر انور رکھا ہوا تھا اور آج آپ کا مزار مبارک بھی حجرہ عائشہؓ ہی میں ہے۔ سیدہ ام المومنینؓ بڑے فخر کے ساتھ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتی تھیں کہ میں حضور ﷺ کے صدیقؓ کی بیٹی ہوں۔ وقت وصال حضور اکرم ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا حضور ﷺ میرے ہی گھر میں دفن ہوئے۔ میری برات میں قرآنی آیات کا نزول ہوا۔ اور میرے بستر میں بھی حضور ﷺ پر وحی آیا کرتی تھی۔"...... یہ بات امام طبریؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں رقم کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی فضیلت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ...... عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے ثرید کو عام کھانوں پر حاصل ہے...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اگر ام المومنین عائشہؓ کے دیگر فضائل نہ بھی تو ہوں تو یہی کافی ہے کہ سورۂ نور میں رب کریم نے ان کی شان میں ۱۷ آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔" امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر تمام امہات المومنین اور سارے مردوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم ان کے مجموعی علم

سے بھی زیادہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی ایسا صحابی یا صحابیہ نہیں۔ جس نے سیدہ عائشہؓ جتنی روایات نقل کی ہوں۔

آپ جذبۂ ایثار سے سرشار تھیں جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ نے شہادت سے پہلے ام المومنین کو پیغام بھیجا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے...... سیدہ نے کمال ایثار کا مظاہرہ فرمایا...... ارشاد فرمایا...... "یہ جگہ میں نے اپنی تدفین کے لیے رکھی ہوئی تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی خاطر آج میں اس سے دستبردار ہوتی ہوں"......

آپ کا انتقال ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ کو ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی زندگی مسلمان عورتوں کے لیے مینارۂ نور ہے۔ رب کریم ملت اسلامیہ کی خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁......❁

مظہر العجائب' امام زمن' شاہ خیبر شکن

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

یوم شہادت...... ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ

اسم گرامی علی' لقب مرتضیٰ' اسد اللہ اور حیدر ہیں جبکہ کنیتیں ابوتراب' ابوالحسن اور ابوالحسین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزرگوار کا نام ابو طالب جو بنو ہاشم کے نامور سردار اور سرور کائنات ﷺ کے چچا تھے والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔ جب حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی تو خود امام الانبیاء ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر انہیں اس کا کفن دیا اور قبر میں خود لیٹ کر اس کو برکت عطا کی۔ حضرت سہل بن سعد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کنیت "ابوتراب" بہت پسند تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بارگاہ رسالت ﷺ کی خاص عنایت تھی۔ ایک دن کسی وجہ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکر رنجی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں لیٹ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود پر مٹی لگ گئی۔ رحمت عالم ﷺ تشریف لائے اور خود اپنے نورانی ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے اٹھو اٹھو! ابوتراب اٹھو اٹھو ابوتراب اٹھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ۱۳ رجب المرجب کو ہجرت سے دس سال قبل کعبۃ اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ کے آنے سے پہلے آنکھیں تک نہ کھولیں جب آنکھ کھولی تو چہرہ مصطفیٰ ﷺ سامنے تھا۔ سوموار کے روز حضور رحمت عالم ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدا کی وحدانیت اور مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی۔ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش خود رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔ جنگ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے' کئی مرتبہ غزوات میں حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا' غزوہ تبوک کے علاوہ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک میں بھی اس لیے نہ گئے کیونکہ انہیں حضور ﷺ نے اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جذبۂ جہاد نے مجبور کیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے' رو کر عرض کی کہ آقا ﷺ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ...... اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی شب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے جری' انتہائی شجاع' اور انتہائی کے بہادر تھے۔ صاحب زادہ رفعت سلطان قادری نے خوب کہا کہ۔

ہمت و جرأت مردانہ کا پیکر حیدر
نام بھی جس کا ہے دنیا میں آ گیں

جنگ خیبر کے موقع پر رحمت عالم ﷺ نے اہتمام کے ساتھ پرچم اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دے کر کامیابی و کامرانی کی پیش گوئی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ جس کی مثال ملنا محال ہے۔ باب خیبر جسے بعد میں ۴۰ صحابہ کرام مل کر گھسیٹ کر دوسری جگہ منتقل کرتے تھے' مولا علی رضی اللہ عنہ نے فتح کے وقت اس کو اکیلے پکڑ کر دور پھینکا' سخی ایسے تھے کہ کوئی سوالی کبھی دروازے سے خالی نہ لوٹا جو آیا امید سے زیادہ دامن بھر کر گیا۔

منبع جود و سخا' پیکر تسلیم و رضا
مرکز مہر و وفا، شرع محمد ﷺ کا امیں
اس کے در سے تہی دامن کوئی کیسے آئے
اس کے سر پر تو سخاوت کا ہے تاج زریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے حضور ﷺ نے یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے زیادہ تجربہ نہیں شاید میں معاملے طے نہیں کر سکوں گا' یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس آ پھر حضور ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا' الٰہی اس کے سینے کو روشن کر دے اور زبان کو استقلال مرحمت فرما دیجئے۔ اس کے بعد مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔ پھر وہ مرتبہ پایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا

دروازہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت سے پناہ مانگتے تھے جب کوئی معاملہ پیش آ جائے اور علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا خبردار...... "علی کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ خدا کے معاملات میں بڑے سخت ہیں......" حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کہہ سکے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ...... "مومن تجھ سے محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا......" حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم منافق کو علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچان لیتے ہیں۔ مواخات مدینہ کے وقت جب حضور ﷺ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ یعنی مہاجرین اور انصار صحابہ میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ میرے آقا و مولا ﷺ! آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ...... اے علی رضی اللہ عنہ! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ایک روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی ہے' سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ...... "جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے" ...... ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے ان چار آدمیوں میں علی' ابوذر' مقداد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق کے ساتھ علی ہے اور علی کے ساتھ حق ہے۔ آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ...... "مختلف لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں لیکن میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں......"

طبرانی میں مختلف صحابہ کی روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے بغض رکھے تو بھی اس سے نفرت فرما۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خارجیوں میں سے ایک خارجی نامراد عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی نے ۱۸ رمضان المبارک کو صبح کی نماز کے وقت کوفہ کی جامع مسجد میں حملہ کیا اور شدید زخمی کر دیا آپ نے شب یک شنبہ ۲۱ رمضان المبارک کو شہادت پائی کسی نے خوب کہا کہ۔

کسے را میسر نہ ایں شد سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

صاحب زادہ رفعت سلطان قادری نے کیا خوب کہا۔

ظلمت نشاں ہے دہر تو ہے روشنی علی
لرزاں ہے جس سے موت بھی وہ زندگی علی

❀❀❀

شہزادہ رسول، خلیفہ راشد

امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

یوم ولادت..... ۱۵ رمضان المبارک

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہجرت کے تیسرے سال ۱۵ رمضان المبارک کو مولا مشکل کشا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ گر ہوئے..... رحمت کونین ﷺ کو خبر دی گئی..... خوشی خوشی علیؓ کے گھر آئے..... شہزادے کو اٹھایا..... خود "نام" رکھا اور فرمایا کہ "حسن" جنتی نام ہے۔ پھر کھجور اپنے منہ میں چبائی اور حسن کو چٹائی..... سبحان اللہ! دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے..... "..... اے اللہ..... میں اپنے اس نورنظر (حسنؓ) کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان الرجیم سے.....".... تقی، سبط، ولی، سید اور زکی آپ کے القابات ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؓ و حسینؓ میرے دو پھول ہیں اور دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں..... امام بخاری کا قول ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صورت کے اعتبار سے کوئی حضور ﷺ سے مشابہ نہیں تھا۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ حضور ﷺ کے پیارے تھے..... مسلم و بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ اور ترمذی شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ..... اے اللہ! میں حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو حسن رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے تو بھی اس کو محبوب رکھ..... ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ کسی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سوال کیا..... یارسول اللہ ﷺ! آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟..... تو حضور ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ ہادی کائنات ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے نکلے تو کسی نے کہا کہ شہزادے کیا خوب سواری ہے۔ حضور ﷺ نے برجستہ فرمایا بے شک سواری بھی خوب ہے لیکن سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ ابن سعد نے حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا بچپن تھا۔ حضور انور ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی زبان نکالتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ زبان کی سرخی دیکھ کر بہت ہنستے اور

خوش ہوتے تھے..... امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ مسجد نبوی سے نماز عصر پڑھ کر نکلے تو راستے میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو کھیلتے دیکھا..... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر امام حسن کو اٹھالیا..... پیار کیا..... اور کندھے پر بٹھا کر کہنے لگے کہ..... میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو علی رضی اللہ عنہ کی نسبت پیارے نبی ﷺ سے زیادہ مشابہ ہو"..... یہ سن کر حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے تبسم فرمایا..... روایات میں ہے کہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اسی دوران ایک شخص کھڑا ہوگیا اس کا تعلق ازدشنوہ قبیلہ سے تھا۔ اس نے کہا کہ..... میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضور رحمت عالم ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا اور ارشاد فرمایا کہ..... جو مجھے محبوب رکھے وہ حسن سے بھی محبت رکھے..... اور جو حاضر ہیں وہ سن لیں اور جو غائب ہیں ان تک یہ بات پہنچا دو..... پھر اس شخص نے مزید کہا کہ..... "..... اگر مجھے حضور ﷺ کی عزت مقصود نہ ہوتی تو میں کبھی یہ بات نہ کرتا....."..... امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بڑے سخی تھے انہوں نے کئی مرتبہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیئے..... اندھیری راتوں میں مدینہ طیبہ کی گلیوں کا گشت فرماتے اور درہم و دینار کی پوٹلیاں باندھ کر حاجت مندوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے..... آپ نے دیکھا ایک شخص دعا مانگ رہا تھا اے اللہ مجھے دس ہزار درہم دے دے آپ گھر آئے اور دس ہزار درہم اس کو اسی وقت بھجوا دیئے۔ آپ کی سخاوت کا ایک بے مثال واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنی تنگدستی کا حال بیان کر کے امداد کی اپیل کی..... آپ نے اپنے منشی کو بلوایا اور فرمایا کہ حسابات لاؤ..... میرے اس وقت کتنے پیسے ہیں وہ پچاس ہزار درہم بنے آپ نے پوچھا کہ میرے فلاں پانچ سو سرخ درہم کہاں ہیں اس نے کہا وہ بھی موجود ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہ بھی طلب فرمائے اور کل پونجی اکٹھی کر کے اس سائل کے حوالے کر دی اور عذر پیش فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت یہی موجود ہے تم فی الحال اسی سے کام چلاؤ اور میری تقصیر کو درگزر کرنا..... سبحان اللہ..... یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت کی ایک مثال ہے۔ آپ نے دو مرتبہ مختلف اوقات میں اپنے گھر کا سارا سامان اور تین مرتبہ نصف نصف سامان راہ خدا میں لٹا دیا..... آپ کا اکثر وقت عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ سجی سجائی سواریاں موجود ہوتے ہوئے آپ نے ۲۵ مرتبہ پیدل حج کیا..... آپ کی گفتگو بہت پرتاثیر ہوا کرتی تھی..... بردباری آپ کا طریقہ تھا..... درگزر کرنا انہیں ورثہ میں ملا تھا..... آپ نہایت باوقار انداز میں گفتگو فرماتے..... حتیٰ کہ مروان نے آپ کے ساتھ کئی مرتبہ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا..... گالیاں بکیں..... بے ادبی کا ارتکاب کیا..... اور بکواسات پر مشتمل پیغامات بھجواتا رہا مگر آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا..... اس سیاہ بخت نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں رونا شروع کر دیا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا کہ جب حسن رضی اللہ عنہ زندہ تھے تو اس وقت تو ان کو تنگ کرتا تھا مگر اب روتا

ہے اس نے کہا کہ خدا کی قسم حسن رضی اللہ عنہ پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار اور حوصلہ مند تھے۔

؎ عدیٰ لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سات ماہ تک آپ خلیفہ رہے۔ جعدہ کے ذریعے آپ کو زہر دیا گیا مگر آپ نے زہر دینے والے کو ظاہر نہ فرمایا...... امام حسین رضی اللہ عنہ نے ہر چند کوشش کی مگر آپ نے فرمایا کہ جس پر میرا گمان ہے اگر اس نے مجھے زہر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا انتقام بہت قوی ہے اور اگر اس نے نہیں دیا تو میں کسی کو ناحق قتل نہیں کروانا چاہتا...... ۵ ربیع الاول ۵۰ھ کو آپ نے ۴۷ برس کی عمر میں اس زہر کے اثر سے شہادت پائی اور جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہرہؓ کے پہلو میں آپ کا مدفن بنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی بارگاہ میں یوں گلہائے عقیدت پیش فرماتے ہیں۔

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیاء
راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
اوجِ مہر ھدیٰ موج بحر ندیٰ
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام
شھد خوار لعابِ زبانِ نبی
چاشنی گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام

❀❀❀

گل چمنستان رسالت حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ عنہ

یوم شہادت ...... ۲۱ رمضان المبارک

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ (۷۷۰ء) کو ایک عظیم فرزند عطا فرمایا' جس کا اسم گرامی علی رکھا گیا۔ آپ کی کنیتیں ابو محمد' سامی اور ابوالحسین ہیں جبکہ صابر' ضامن' مرتضیٰ' ذکی' ولی اور رضا القاب ہیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی (یہ ابوجعفر منصور عباسی کا عہد تھا) آپ نہایت متقی' پرہیزگار' ذہین' اعلیٰ درجہ کے عالم اور صاحب فہم شخصیت کے مالک تھے۔ خلیفہ مامون الرشید جیسے لوگ آپ سے کسب فیض کرتے تھے۔ آپ سائلوں کے سوالات کا جواب قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور تعلیمات سے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں آپ کی عجز و انکساری کا شہرہ تھا۔ گرمیوں میں ایک عام چٹائی پر بیٹھ جاتے اور موسم سرما میں اپنی چادر یا کمبل وغیرہ بچھا لیا کرتے تھے۔

آپ عبادت گزار اور کمال درجہ سخی تھے' نفلی روزے رکھنا آپ کا معمول تھا' بہت کم سونا اور بہت کم کھانا آپ کو پسند تھا۔ دوسروں کی خدمت کر کے آپ کو خوشی ہوتی تھی۔ آپ کے تقویٰ و طہارت' عفت و پاکبازی' علم و فضل اور قدر و منزلت سے متاثر ہو کر خلیفہ مامون الرشید نے آپ سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح کر دیا۔ حالانکہ بنو عباس کو یہ بات گوارا نہ تھی علامہ ابن حجر تاریخ نیشاپور کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور تشریف لائے تو کثیر تعداد میں مخلوق خدا زیارت و ملاقات کے لیے حاضر خدمت ہوئی اور خلقت کی کثرت کے سبب زائرین کا گزرنا مشکل ہو گیا۔ امام ایک سواری پر تھے اور اردگرد انسانوں کا جھرمٹ تھا۔ ایسے میں دو حافظان حدیث پاک محمد بن اسلم طوسی اور ابوزرعہ رازی حاضر خدمت ہوئے آپ کی سواری کی لگام تھامی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ حضور اپنے جمال کریمانہ سے حاضرین کو مشرف فرمایئے اور اپنے اجداد میں سے کسی کی روایت کردہ حدیث پاک بھی سنا دیجئے۔ آپ نے حدیث پاک بیان فرمائی......

حدثنی ابو موسیٰ الکاظم عن ابیه جعفر صادق عن ابیه محمد الباقر عن ابیه علی زین العابدین عن ابیه شهید کربلا عن ابیه علی المرتضی قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال حدثنی جبریل علیه السلام قال حدثنی رب العزة سبحانه و تعالی قال کلمه لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی ......

(ترجمہ)...... مجھ سے میرے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم نے' ان سے ان کے پدر بزرگوار حضرت امام علی زین العابدین نے' ان سے ان کے والد محترم حضرت امام حسین شہید کربلا نے ان سے ان کے والد شفیق حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا...... کہ مجھے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک و راحت حبیب خدا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... کہ مجھے آگاہ کیا حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہ...... اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کلمہ طیب **لا اله الا الله محمد رسول الله** (ﷺ)...... میرا قلعہ ہے۔ پس جس نے یہ کلمہ پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا...... اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا...... وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا......

اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ اس وقت اجتماع کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث پاک سن کر لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ تھی اور ان میں اکثر محدثین کرام تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اسی حدیث پاک کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ...... "اگر یہ حدیث پاک انہی اسناد کے ساتھ دیوانے' پاگل اور مجنون شخص پر پھونک دی جائے تو اس کا پاگل پن ختم ہو جائے گا۔"...... امام احمد بن حنبل کے اصل الفاظ یہ ہیں...... **لو قری هذا الاسناد علی مجنون لا فاق من جنونه ......**

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ بہت بڑے مبلغ اسلام تھے۔ آپ کی تبلیغی جدوجہد سے بے

شار لوگوں کو اسلام کا نور نصیب ہوا۔ حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صوفی بھی آپ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹے تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی ابن خشاب نے "کتاب موالید اھلبیت" میں محمد، جواد، حسن، جعفر، ابراہیم اور حسین لکھے ہیں اور آپ کی صاحبزادی کا اسم گرامی "عائشہ" تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

آپ نے حضرت امام تقی، حضرت معروف کرخی اور حضرت میر ابوالقاسم مکی (رضی اللہ عنہم) کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کو انگور میں زہر ملا کر کھلایا گیا جس سے جمعۃ المبارک کے روز ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۸ھ (۸۴۲ء) کو آپ نے شہادت پائی۔ وقت وصال آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ کا مزار پر انوار عراق میں بغداد شریف کے نواح میں طوس کے علاقہ میں واقع ہے۔ اس جگہ کو "سنایا" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور موجودہ نام "مشہد مقدس" ہے۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ تصوف کے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے اکابرین میں آٹھویں شیخ طریقت اور امام ہیں۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حوالے سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتجی ہیں۔

صدق صادق کا تصدق، صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

❀❀❀

امام الوقت حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ عنہ

یوم وصال ۔۔۔ ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ

حضرت ابوالحسن سرالدین سری سقطی رضی اللہ عنہ ۱۵۵ھ میں پیدا ہوئے، والد گرامی کا نام حضرت مغلس (رضی اللہ عنہ) تھا، مقام ولادت بغداد شریف ہے۔ جنگل وغیرہ سے پھل جمع کر کے بازار میں سستے داموں فروخت کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔ ایک روز اپنی دوکانداری میں مصروف تھے کہ ایک درویش ولی اللہ حضرت حبیب راعی (رضی اللہ عنہ) کا گزر ہوا۔ آپ نے ان کی عزت و تکریم کی، اپنی دکان میں بٹھایا، ان کی خدمت بجالائے اور پھر روٹی کے چند ٹکڑے انہیں پیش کیے کہ آپ انہیں فقراء میں تقسیم فرما دیں...... انہوں نے خوش ہو کر آپ کو دعا دی کہ اللہ تجھے نیکی کی توفیق دے۔ بس وہ دعا مستجاب ہوئی اور اسی دن سے آپ کے دل کی دنیا بدل گئی...... آپ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید اور حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ کے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے دسویں امام اور شیخ طریقت ہیں اور آپ کا شمار "تبع تابعین" میں ہوتا ہے......

بغداد میں سب سے پہلے حقائق و معارف پھیلانے والے بزرگ آپ ہی ہیں۔ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ آپ کے مرید بھی تھے اور بھانجے بھی۔

حضرت شیخ جنید رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ...... میں نے اپنے شیخ طریقت (حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ) جیسا کامل کسی کو نہیں دیکھا...... مسالک السالکین میں حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کا ایک قول مرقوم ہے کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی سے سوال نہیں کرتا تھا کیونکہ میں ان کے زہد و تقویٰ سے واقف تھا اور میں یہ بھی خوب جانتا تھا کہ آپ دوسروں کو عطا فرما کر خوش ہوتے ہیں......

عبادت الٰہی میں وقت گزارنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ہر روز ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتے تھے حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ۹۸ سال کی عمر تک میں نے آپ کو کبھی بھی رات بھر سوتے نہیں دیکھا، ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور پھر ان کا وصال ہو گیا...... انتہا درجہ کے منکسر المزاج اور سخی تھے۔

آپ کے قول و فعل میں اس قدر مطابقت تھی کہ ایک مرتبہ...... "مسئلہ صبر" ...... پر وعظ فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک بچھو نے آپ کو ڈسنا شروع کر دیا...... اور مسلسل ڈستا رہا...... مگر آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مسئلہ صبر پر گفتگو جاری رکھی...... کسی نے دیکھا تو کہا کہ حضور!...... پہلے اس بچھو کو مار دیجئے یا دور ہٹا دیجئے...... آپ نے ارشاد فرمایا...... کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جس موضوع پر تقریر کر رہا ہوں اس کے خلاف کام کروں...... یعنی بچھو کے ڈسنے پر بے صبری کا مظاہرہ کرنا مجھے پسند نہیں۔ اللہ اکبر...... حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ عصر حاضر کے واعظین، علماء و مشائخ اور تمام دینی طبقہ کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ کاش آج کے مبلغین بھی اسلامی دنیا کے اس عظیم راہنما کے قول و کردار سے راہنمائی پائیں۔

تجارت آپ کا پیشہ تھا اور آپ نے کبھی بھی منافع کی شرح پانچ فیصد سے زیادہ نہ رکھی۔ ایک مرتبہ آپ نے بادام خریدا، منڈی میں دوسرے ہی روز بادام کے بھاؤ بڑھ گئے...... ایک دلال نے آپ سے بادام مانگا کہ لائیے، میں آپ کا مال فروخت کر دوں...... آپ نے اس کی قیمت ۶۳ دینار بتائی۔ وہ بھی نیک آدمی تھا، کہنے لگا جناب آپ کو علم نہیں اس وقت اس بادام کی منڈی میں قیمت ۹۰ دینار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ عہد کر رکھا ہے کہ پانچ فیصد سے زیادہ منافع نہیں کماؤں گا اور میں اپنی اس رائے کو کسی قیمت پر تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر دلال نے کہا کہ میں آپ کا مال اتنی کم قیمت پر فروخت نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ مال کافی عرصہ اسی طرح پڑا رہا...... آپ کا تقویٰ اور محبت الٰہی اس قدر تھا کہ آپ کو خواب میں دیدار الٰہی کی عظیم دولت نصیب ہوئی

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ وقت وصال آپ کے پاس بیٹھے تھے اور عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وصیت ارشاد فرمایئے۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ...... ''...... خلق کی صحبت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا...... '' ...... اور اس کلمہ کی ادائیگی پر آپ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون ......

آپ کے وصال کے متعلق تاریخ میں اختلاف ہے بعض نے ۳ رمضان المبارک اور اکثر نے ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ (۸۶۳ء) بروز منگل بیان کی ہے۔ آپ نے ۹۸ سال عمر پائی اور بغداد شریف میں...... ''شونیز'' ...... کے مقام پر آپ کا مزار مبارک بنا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا فیضان تا قیامت جاری و ساری رکھے اور ہمیں اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فتح مکہ۔ لشکرِ اسلام کی عظیم کامیابی

ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان المبارک کے تقدس مآب دنوں میں خداوند قدوس نے فتح مکہ کے ذریعے اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کی نصرت فرمائی۔ عیسوی اعتبار سے یہ جنوری ۶۳۰ء کا واقعہ ہے اس کے متعلق ابن قیم کہتے ہیں کہ ''...... فتح مکہ وہ فتح عظیم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے پیغمبر ﷺ اور اپنی فوج اور اپنے حرم امن کو عزت بخشی اور اس کے ذریعے اپنے شہر اور اپنے اس گھر کو اہل دنیا کے لیے موجب ہدایت بنا دیا...... مشرکوں اور کفار سے آزاد کرایا...... یہ وہ فتح عظیم ہے...... جس سے آسمان پر رہنے والے فرشتے خوش ہوئے...... جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور زمین کا چہرہ خوشی سے منور ہو گیا......''

قریش مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے شدید مالی اور جانی نقصان پہنچایا اور قریش مکہ کے کچھ لوگ بھی حملہ آوروں میں شامل تھے۔ بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے شدید مالی اور جانی نقصان پہنچایا اور قریش مکہ کے کچھ لوگ بھی حملہ آوروں میں شامل تھے۔ بنی خزاعہ نے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی شکایت رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی حضور رسالت پناہ ﷺ نے قریش مکہ کو کہلا بھیجا کہ یا تو قصاص دلوا دو یا جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے جواباً جنگ کا چیلنج قبول کر لیا۔ اب حضور کریم ﷺ دس ہزار صحابہ کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے صحابہ کرام روزہ دار تھے اور سفر کی تکلیف کی وجہ سے روزے نے طبیعتوں میں تکدر پیدا کر دیا تو حضور اکرم ﷺ نے ''کدید'' کے مقام پر روزے افطار کر لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لشکر اسلام بڑی شان و شوکت کے ساتھ رواں دواں رہا جب مکہ شریف کے قریب پہنچے تو انصار کے سالار اور علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا کہ...... آج گھمسان کی لڑائی ہو گی آج لڑائی کا دن ہے آج مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی......... جب حضور رحمت عالم و عالیان ﷺ نے یہ سنا تو فوراً اس کی تردید کی اور ارشاد فرمایا'' ...... نہیں' بلکہ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے' آج اس کی عزت میں چار چاند لگا دیئے جائیں گے۔ ....''

اب حضور ﷺ نے علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لشکر اسلام جب ''مرات الظہران'' کے مقام پر پہنچا تو حضور ﷺ نے چاروں طرف آگ کے آلاؤ روشن کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جس کی فوراً تعمیل کی گئی ادھر ابو سفیان جو جاسوسی کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام کی ہیبت اور آگ کے الاؤ سے مرعوب ہو کر بے ساختہ پکار

اٹھے۔ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے بعد سرور کائنات ﷺ نے فاتحانہ انداز میں کہ شہر میں جلوہ گری فرمائی اور اعلان عام کیا کہ'' ...... آج کسی سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی' جاؤ' تم سب آزاد ہو۔......''

حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی ''قصوا'' پر سوار تھے اور لشکر اسلام کی قیادت فرماتے ہوئے مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔ یہ ایسا فاتح لشکر تھا جس کی انفرادیت یہ تھی کہ قتل و غارت گری اور شور شرابے سے مبرا و منزہ لشکر تھا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر رہے تھے اور پر امن لشکر شہر میں آ کر خدا کے گھر میں داخل ہوا۔ ایسے پر امن فاتح لشکر کی مثال کائناتی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ رسول کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی کعبہ شریف کی حالت ایک بت کدہ کی سی تھی تین سو ساٹھ بت بڑے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اپنی کمان کے ذریعے ان بتوں کو گراتے اور ساتھ ہی ساتھ قرآن حکیم کی اس مقدس آیت کا ورد کرتے'' ...... حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کے لیے ہے۔'' ...... (سورہ الانبیاء) ...... آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد آپ ڈرے، سہمے اور خوف زدہ قیدیوں کے پاس تشریف لائے۔ اب ان کے خون خشک ہو رہے تھے اور وہ اپنی منحوس کارروائیوں کے نتائج اور سزاؤں کے تصور ہی سے مرے جا رہے تھے ایسے میں محبوب رب للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... ''مشرکین! بتاؤ' آج تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے'' ......

خون کے پیاسے دشمنوں' کفار اور مشرکین نے جب یہ بات سنی تو گھبرائے چہروں میں لڑکھڑاتی زبانوں سے کہنے لگے...... آپ ہمارے مہربان اور کریم بھائی ہیں اور شفیق و مہربان بھائی (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) کے فرزند ہیں۔ اس لیے ہم اچھے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ جب سرکار کریم ﷺ نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا کہ'' ...... اچھا' میں بھی اپنے بھائی یوسف (علیہ السلام) کی طرح عام معافی کا اعلان کرتا ہوں۔ تم سے کوئی باز پرس نہیں جاؤ تم سب آزاد کیے جاتے ہو......'' اب حضور ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ...... اس شہر مکہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود ہی حرمت اور عزت والا شہر بنایا ہے اور اسے متبرک بنایا ہے۔ اس وقت مکہ کی حرمت ویسی ہی لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی۔ تم میں سے جو موجود ہیں ان پر فرض کہ جو حاضر نہیں ان تک میرا خطبہ پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا ہے...... اس پر کسی نے پوچھا'' مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے کیونکہ اس سے کشتیاں روغن کی جاتی ہیں' کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''نہیں' وہ بھی حرام۔ اللہ تعالیٰ یہود کو غارت کرے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیاں حرام کیں تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر اسے بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گئے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن غیروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح متحد ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہو گی۔''

سب سے پہلی اسلامی حکومت کا قیام

ہجرت کے آٹھویں سال رمضان المبارک کی ۱۹ تاریخ تھی اور فاتح مکہ ﷺ دس ہزار مجاہدین کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور خون کے پیاسے ان دشمنوں کے لیے کہ جنہوں نے مکہ میں آپ ﷺ کا رہنا اجیرن کر دیا تھا اور آپ ﷺ کے غلاموں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ...... ''آج کے دن کسی کے لیے کوئی بدلہ نہیں۔ آج کے دن کسی کے لیے کوئی تکلیف نہیں...... ''یقیناً یہ خلوص اور رحمت بھرے مقدس الفاظ محبوب رب العالمین ﷺ کے تھے جو ساری کائنات کے لیے رحمت بن کر جلوہ افروز ہوئے۔

فتح مکہ کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے بعد جزیرہ عرب اسلام کی لافانی تعلیمات کے زیرِ نگیں آ گیا۔ اور اس کے بعد مسلمانوں اور اہل عرب کے بت پرستوں کے درمیان ہونے والی معرکہ آرائی نے دم توڑ دیا۔ یہ فتح رسول کریم ﷺ کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں اور سپہ گری کے بے مثال اصولوں کے سبب نصرت خداوندی سے اسلام کو نصیب ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ آج سے آٹھ برس پہلے مکہ سے الوداع ہوتے وقت حسرت بھری نگاہ سے کعبۃ اللہ کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ارشاد بھی آپ ﷺ کی زبان پر جاری تھا کہ...... ''اے مکہ! خدا کی قسم تو میری نگاہ محبت میں ساری دنیا کے تمام شہروں سے بہت پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔......''

دراصل فتح مکہ کا سبب یہ ہوا کہ کفار و مشرکین مکہ نے بدعہدی کا ارتکاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کیا ان کے افراد کو جان سے مار ڈالا اور مالی نقصان بھی پہنچایا۔ حملہ کرنے والوں میں سرداران قریش کی بھاری تعداد بھی شامل تھی۔ بنو خزاعہ کا قتل عام ہوا۔ اس سانحہ عظیم کے رونما ہونے پر بنو خزاعہ کے چالیس سرداروں نے ایک وفد تشکیل دے کر بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور مدد کے لیے درخواست کی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا ایک قاصد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ بھیجا اور تین شرائط پیش کیں کہ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرو یا بنی بکر (جو قاتل ہے اس) کی مدد چھوڑ دو یا حدیبیہ کے مقام پر ہونے والا معاہدہ ختم کر دو۔ قریش مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر ہونے والا معاہدہ ختم کر دیا۔

اب رسول رحمت ﷺ نے بنی خزاعہ کی حمایت کرتے ہوئے قریش مکہ اور بنی بکر کے خلاف جہاد کا ارادہ فرمایا اور ہجرت کے آٹھویں سال ۱۰ رمضان المبارک کو دس ہزار جاں نثاروں کے ہمراہ ایک لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رمضان کے سبب صحابہ پر کمزوری، نقاہت اور تھکان کا گہرا اثر تھا اور سفر کے سبب ان کی صحت پر خاصے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ لشکر اسلام حضور رسالت

مآب ﷺ کی زیر قیادت و زیر نگرانی مکہ مکرمہ سے باہر ایک میدان جس کا نام مراۃ الظہران ہے پہنچا۔ رسول کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں لشکر کے ارد گرد آگ کے الاؤ جلائے گئے۔ اس وقت ابوسفیان پھرتے پھراتے ادھر آ نکلا۔ لشکر اسلام کی آن بان دیکھ کر مرعوب ہوا اور آگ کے شعلوں نے اسے مزید مرعوب کیا۔ بے ساختہ کہنے لگا...... اس شان کا لشکر اور اس قدر روشنی میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اب اسلامی لشکر مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنے لگا تو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جہاں سے انہوں نے پورے لشکر کا نظارہ کیا اور خوب متاثر ہوئے۔ انہوں نے اپنے خاندان والوں سے کہا کہ اس وقت جوش میں ہوش سے کام لو۔ اگر تم نے مقابلہ کیا تو مارے جاؤ گے۔

ابوسفیان کے اس اعلان میں جناب رسول کریم ﷺ کے اس پر حکمت کا اعلان اثر بھی واضح تھا جو آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا تھا اور صحابہ کو تلقین فرمائی تھی کہ...... جو شخص ہتھیار ڈال دے اس کے لیے امان ہے...... جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اس کے لیے بھی امان ہے...... جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے...... اور...... جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امان ہے...... یہ آخری اعلان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سفارش پر کیا گیا تھا ان کا خیال تھا کہ ابوسفیان خوش ہو جائے گا اور اس میں اپنی برتری خیال کرے گا کہ لوگ پناہ لینے کے لیے میرے گھر میں داخل ہوں گے اس سے لشکر اسلام کو فائدہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ہاں جا کر اس موقف کی بھرپور تائید کی اور رائے عامہ ہموار کی کہ لوگ میرے گھر میں پناہ لیں یا کعبہ میں داخل ہوں یا ہتھیار ڈال دیں یا اپنا دروازہ بند کر لیں۔ پہلے پہل ابوسفیان کی مخالفت ہوئی بلکہ اس کی بیوی نے بھی اسے برا بھلا کہا۔ بددعائیں دیں بلکہ اس کو بزدل قرار دے کر قتل کر دینے کا واویلا کیا مگر بعد میں سارے لوگ ابوسفیان کے ہمنوا بن گئے اور لوگ پناہ لینے کے لیے حرم کعبہ اور ابوسفیان کی حویلی کی طرف دوڑ پڑے۔

ادھر رسول رحمت ﷺ فاتح مکہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ اپنی اونٹنی (جس کا نام قصوا تھا) پر سوار تھے۔ اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور عجز و انکساری کے سبب آپ ﷺ کا سر انور اونٹنی کے پالان کے ساتھ لگ رہا تھا...... آتے ہی اللہ کا شکر ادا کیا، سر بسجود ہوئے، بیت اللہ میں تشریف لائے، حجر اسود کا بوسہ لیا، کعبہ کا طواف کیا اور پھر اپنے عصاء مبارک (چھڑی) سے بتوں کو ٹھکورتے اور گرا دیتے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے کہ...... جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل:۸۱)...... کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا

(ترجمہ، کنزالایمان)......

یہ واقعہ امام بخاری نے فتح مکہ کے باب میں بڑی تفصیل سے نقل فرمایا ہے...... سارے بتوں کو خدا کے حبیب ﷺ نے خدا کے گھر سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے۔ تمام کونوں گوشوں میں تکبیر کہی اور نماز ادا فرمائی۔

اس کے بعد فاتح مکہ ﷺ نے اسلامی حکومت کا پہلا دربار لگایا اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ ایسا خطبہ تھا جو صرف تاریخی ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز بھی تھا اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کی مخاطب، ساری دنیا تھی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ...... ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں...... اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا...... اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ سارے لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے، جو زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔ قبائل اور خاندان تو اللہ تعالیٰ نے صرف پہچان کے لیے پیدا کیے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے پوچھا اے اہل مکہ، تمہارا کیا خیال ہے؟ کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ ظلم وتشدد کر کے شہر بدر کرنے والے اب شرمندہ اور نادم تھے لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ سے یہ امید رکھتے تھے کہ...... "اے بخشش وکرم والے بھائی اور اے بخشش وکرم والے بھائی کے فرزند، ہم آپ سے خیر اور رحم کے امیدوار ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں معاف کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔" ...... چنانچہ سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا...... "جاؤ! آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا تم سب کے سب آزاد ہو۔ کعبہ کی چابیاں خانہ کعبہ کے کنجی بردار خاندان کے اسی فرد عثمان بن طلحہ کو دیں جس کے پاس پہلے تھیں۔" ...... اس وقت بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور آقا کریم ﷺ کے غلام بن گئے۔ یوں سب سے پہلی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ آیئے دعا کریں اے رب مصطفیٰ! اسی پہلی اسلامی حکومت کے تصدق اہل پاکستان کو بھی نظام اسلام کا نور عطا فرما اور ہمارے دلوں کو بھی رحمت عالم ﷺ کی محبت سے مسخر فرما...... آمین۔

فتح مکہ کے موقع پر تاجدار ختم نبوت ﷺ کا تاریخی خطاب

فتح مکہ کے پرمسرت موقع پر تاجدار ختم نبوت ورسالت ﷺ نے ایک تاریخی خطاب ارشاد فرمایا کہ جس میں آپ نے صبح قیامت تک آنے والے تمام قائدین، فاتحین اور فرمانرواؤں کے لیے اور پوری ملت مسلمہ کے لیے دونوں جہانوں میں کامرانیوں کا دستور اور لائحہ عمل بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جتھوں کو تنہا شکست دی...... یاد رکھو...... ہر قسم کا فخر، تمام انتقامات، خون بہا سب کچھ میرے قدموں کے نیچے ہے صرف کعبہ کی تعمیر اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جہالت کا غرور اور نسب کا افتخار، خدا نے مٹا دیا ہے کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر، کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں۔ اگر فوقیت کا معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ پرہیزگار ہے بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳ ترجمہ، کنزالعمال)

پھر اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا...... "غلطی سے کوئی کسی کو مار ڈالے مثلاً کوڑا مارا، لکڑی ماری اور وہ مر گیا۔ یہ ارادہ قتل کے مشابہ ہے اس کی دیت ایک سو اونٹ ہے، جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں۔ عورت اپنے خاوند کی دیت اور مال سے میراث پائے گی اور خاوند بھی عورت کی دیت اور مال سے میراث پائے گا جب تک کہ انہی میں سے کوئی دوسرے کو قتل نہ کر دے۔ جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ اس کے مال کا وارث نہ ہوگا۔ مسلمان، کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مال داروں، کو اپنے پاس نہ بلاؤ۔ نہ مال دار اپنی جگہ سے دور چلے جائیں بلکہ زکوٰۃ ان کے گھروں، باڑوں اور جانوروں کے رہنے سہنے کی جگہ پر ہی لی جائے۔ لوگو! مجھے بھی کہنا تھا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے......" آپ ﷺ کے اس خطاب کو بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن کثیر سب نے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھو۔ وہ چھت پر چڑھے اور عرض کیا۔ اے اللہ کے محبوب ﷺ جہاں بھی اذان پڑھتا رہا منہ کعبہ کی طرف کر کے پڑھتا رہا اب تو آپ ﷺ نے مجھے کعبہ کے بھی اوپر چڑھا دیا ہے منہ کس طرف کروں۔ فرمایا کہ اللہ کے آخری رسول محمد (ﷺ) کی طرف منہ کر کے اذان کہو۔ گویا یہ حکمت بھی سمجھا دی کہ اگر تمہیں کعبہ کی بلندیاں بھی نصیب ہو جائیں تو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے منہ نہ پھیرنا۔ سبحان اللہ۔ اسی لیے امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کو کعبہ کا بھی کعبہ کہا ہے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

پھر ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت فتح کی نماز (شکرانہ) ادا فرمائی۔

یوم الفرقان • تاریخ عالم کی انوکھی جنگ

غزوہ بدر میں باپ کے مقابلے میں بیٹا' داماد کے مقابلے میں خسر' بھائی کے مقابلے میں بھائی اور ماموں کے مقابلے میں بھانجا شمشیر بکف تھا۔ کسی رشتے کی کوئی حقیقت پیش نظر نہ رہی اگر کوئی رشتہ باقی تھا تو وہ نسبت رسولی سے قائم ہونے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی مقدس ذات کا رشتہ تھا...... دین مصطفیٰ ﷺ کے رشتے قائم تھے اور نسبتوں کی بہاریں بام عروج پر تھیں......
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر باپ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک ماموں کا سر قلم کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے مٹھی بھر کنکر کفار کی طرف پھینکے اور دعا کے لیے مقدس ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ جناب الٰہی میں التجا کی...... یا اللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے آج اسے پورا فرما دے۔ اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر افراد تیری راہ میں شہید ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا...... حالت سجدہ میں حضور کریم ﷺ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں عرض گزار ہوئے...... اے میرے آقا و مولا ﷺ! اب آرام فرمائیے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا...... کفار کی طرف سے عتبہ' شیبہ اور ولید میدان میں آئے ادھر سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ' حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رن میں قدم دھرا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو جہنم نگر پہنچایا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو قتل کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو زخمی کیا۔ اور مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مدد سے اسے بھی جہنم رسید کر دیا گیا۔

اب عام لڑائی کا آغاز ہوا۔ فرشتے آسمان سے اترے قرآن حکیم گواہ ہے کہ ایک ہزار ملائکہ اترے پھر تین ہزار ہو گئے اور پھر پانچ ہزار ہو گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ابوجہل سمیت بڑے بڑے قریشی سردار مارے گئے۔ اور تین سو تیرہ کے مختصر سے لشکر نے ایک بڑے لشکر پر فتح و کامرانی حاصل کی۔ ۱۷ رمضان کا یادگار اور تاریخی دن آج بھی یہ سبق یاد کروا رہا ہے کہ اگر قوت ایمانی کے ساتھ دامن رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیا جائے تو دو جہاں کی کامیابیاں ہمارا مقدر بن سکتی ہیں کشمیر اور فلسطین سمیت دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ظلم و استبداد سے نجات مل سکتی ہے۔ بقول اقبال۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تری نصرت کو اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حق و باطل کا معرکہ اوّل

ہجرت کے دوسرے سال مارچ ۶۲۴ عیسوی میں رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ کو جمعۃ

المبارک کے دن مدینہ پاک سے ۸۰ میل دور (اور مکہ مکرمہ سے ۲۲۰ میل کے فاصلے پر) بدر کے مقام پر حق و باطل کا معرکہ اوّل رونما ہوا۔ یہ مقام، عہد قدیم ہی سے عرب قبائل کی توجہ کا مرکز رہا اور اس مقام کا نام "بدر" ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ اس جگہ ایک کنواں تھا جس کے مالک کا نام "بدر" تھا سو اس کنویں کے مالک کے نام سے اس جگہ کا نام بھی "بدر" ہی مشہور ہوا۔ اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے اور مسلمان پہلی مرتبہ روزے رکھ رہے تھے۔ مدینہ طیبہ میں روز افزوں مسلمانوں کے استحکام کی خبریں مکہ مکرمہ میں بسنے والے مشرکین و کفار کو ہر وقت بے چین کیے رکھتی تھیں۔ اور انہوں نے مل کر مسلمانوں پر اجتماعی حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ادھر رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ۱۲ رکنی وفد وادی نخلہ بھیجا اور کمال حکمت عملی سے ایک مکتوب گرامی بھی انہیں عطا فرمایا کہ فلاں روز اس مکتوب کو کھول کر پڑھنا اور دی گئی ہدایات پر عمل کرنا جب مقررہ وقت میں مکتوب کھولا گیا تو محبوب رب للعالمین ﷺ کا یہ حکم مرقوم تھا کہ وادی نخلہ میں رک جاؤ اور قریش مکہ کے اور دیگر لوگوں کے عزائم سے آگاہی حاصل کرو اور اس سلسلہ میں جاسوسی کے لیے تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لیے کمربستہ ہو گئے اور اسی دوران قریش کے ایک مختصر گروہ سے جھگڑے کے نتیجے میں عمرو بن الحضرمی' حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ' کا تیر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ مسلمانوں نے کفار سے مال سے لدے ہوئے اونٹ بھی چھین لیے اور انہیں مال غنیمت بنا کر مدینہ پاک لوٹ آئے۔ ادھر واقعہ کی خبر ملتے ہی کفار و مشرکین آگ بگولا ہو گئے اور ان کے سینوں میں انتقام کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر وہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے غرور و تکبر اور گھمنڈ کے ساتھ ان کے پاس ۷۰۰ اونٹ' ایک سو گھوڑے سو سو بند سواروں کے جتھے' ۶۰۰ زرہ پوش تھے یعنی ۹۵۰ جنگجو اور ۵۰ خدام ملا کر ایک ہزار تعداد تھی اور ادھر رسول کریم ﷺ کی قیادت میں ۷۴ مہاجرین اور دیگر انصار کی تعداد ملا کر کل ۳۱۳ مجاہدین بنتے تھے کل چھ زریں تھیں اور ۸ شمشیرزن تھے۔ باقیوں کے پاس نیزے تھے اور تیر کمان تھے ۷۰ اونٹ اور صرف تین گھوڑے تھے۔ لیکن ان کے پاس ایمان کی قوت تھی اور انہوں نے دامن مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ غیر مشروط وابستگی اختیار کر رکھی تھی۔ جس نے ان کے ایمان کو مزید مستحکم کیا اور اس مختصر قافلے نے ۱۷ رمضان کو بدر کے مقام پر ہونے والے حق و باطل کے پہلے معرکے میں تاریخی فتح حاصل کی۔ ۷۰ کفار کو جہنم رسید کیا' ۷۰ کو قیدی بنایا جبکہ کل ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ خداوند قدوس نے فرشتوں کے ذریعے اہل اسلام کی نصرت فرمائی اور اس پر قرآن حکیم کی شہادت کافی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر......

رحمت کونین ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مہاجرین اور

انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کروائی...... ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا...... انہیں باہم شیر و شکر فرمایا۔ مختلف قبائل کے باہمی اختلافات ختم کروائے...... تمدن کا معیار بدلا...... تہذیب کے طوار بدلے...... معیشت کو استحکام ملا...... امن اور اعتماد کی فضا قائم ہوئی حقوق و فرائض کا ایسا نظام مرتب فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی' آپ ﷺ نے سارا دستورِ حیات بدلا اور نو مولود مسلم معاشرے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مرتکز فرمائی...... یہ سب کچھ مکہ والوں کو ایک آنکھ نہ بھایا انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک رئیس عبداللہ بن ابی (منافق) سے رابطہ استوار کیا۔ یہ ہجرت کا دوسرا سال تھا اور ماہِ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ' جب مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جہاد کی اجازت مل گئی۔

حضور انور ﷺ نے مقتدر صحابہ کبار (مہاجرین و انصار) رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طلب فرمایا اور مشورہ کیا۔ سب نے بھرپور انداز میں جہاں پر آمادگی ظاہر کر دی۔ انصاری رئیس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ...... "یا رسول اللہ ﷺ! آپ حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے۔"...... حضور ﷺ خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ دوسرے عشرہ رمضان کا آغاز تھا۔ ۱۲ رمضان المبارک کو مسلم مجاہدین کا پہلا قافلہ' سالارِ امت نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے نکلا۔ عجب سماں تھا...... ایک میل دور پڑاؤ ہوا...... اور حضور ﷺ نے کم سن جوشیلے مجاہدین کو واپس کیا۔ (ذرا جوش و خروش اور دامنِ رسول ﷺ کے ساتھ مستحکم وابستگی کا اندازہ فرمائیے) جن کو اجازت نہ ملتی وہ زار و قطار روتے تھے۔ جو قافلہ روانہ ہوا۔ اس میں مجاہدین کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی۔ ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے' سامانِ حرب بھی بہت قلیل' ایک سواری کے ساتھ دو دو اور تین' تین مجاہد تھے جو باری باری سوار ہوتے۔ اس منظر کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں بیان کیا کہ

چلے تھے یہ مجاہد آج میدانِ شہادت میں
محمدؐ کی ہدایت' پر محمدؐ کی قیادت میں

کفر اور اسلام کا یہ پہلا معرکہ تھا...... جو میدانِ بدر میں رونما ہوا...... مدینہ منورہ سے ۶۵ میل دور ساڑھے چار میل چوڑا' اور ساڑھے پانچ میل لمبا یہ علاقہ وادیٔ بدر کے نام سے معروف تھا۔ یہاں مختلف ممالک کو جانے والے راستے ملتے تھے یہ سنگم تھا۔ یہاں کہیں سخت اور کہیں نرم زمین تھی۔ شمال اور مشرق کی طرف سے یہ میدان پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ پتھریلی' ریتلی' بنجر زمین' میٹھے پانی کے چشمے اور کنوئیں بھی تھے۔

رحمتِ عالم ﷺ نے جنگ کے تمام پہلوؤں پر توجہ فرمائی اور صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد حکمتِ عملی اختیار فرمائی...... پانی کے چشمے والے اونچے ریتلے ٹیلے پر ڈیرا جمایا جنگی اطوار کو پیش نظر رکھا اور

پھر اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے...... "الٰہی اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"...... بس اب کیا تھا...... قرآن شاہد ہے کہ اللہ کی نصرت آئی' اس کی مدد سے اہلِ اسلام کو سرفراز کیا گیا...... رات کو بارش ہوئی ٹیلے کی ریتلی زمین سخت ہو گئی اور صحابہ کرام نے پانی کو تالابوں میں بھی اکٹھا کر لیا جبکہ کفار و مشرکین کے پڑاؤ کی جگہ پانی اکٹھا ہونے کی وجہ سے دلدل بن گئی اور وہ خود اس میں دھنسنے لگے...... سبحان اللہ...... صبح ہوئی' یہ صبح...... ۱۷ رمضان المبارک کی حسین صبح تھی...... جمعۃ المبارک کا دن تھا ایک طرف...... تین سو تیرہ...... کا مختصر سا لشکر تھا بے سر و سامانی تھی ان میں ۶۰ سے کچھ زیادہ مہاجر اور باقی سب انصار اصحاب تھے اور دوسری طرف ایک ہزار کا لشکر جرار' آلاتِ حرب سے آراستہ' جو ہر روز اپنے کھانے کے لیے دس اونٹ ذبح کرتے تھے ان میں روساء مکہ بھی تھے۔ اب دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ تھا اور مسلمانوں کی قیادت' قائد انسانیت' سالارِ دو جہاں ﷺ خود فرما رہے تھے۔ عجیب منظر تھا کہ ڈھیر سارے قریبی رشتہ دار اسلام اور کفر کے اس معرکے میں باہم مقابل تھے...... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کا بیٹا تھا...... فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مدمقابل ان کا ماموں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ان کا والد عتبہ' مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عقیل بن ابی طالب (بھائی) اور خود حضور رحمتِ عالم ﷺ کے مقابلے میں آپ ﷺ کا چچا عباس تھا۔

اللہ کی نصرت سے قلیل مسلمان کثیر کفار پر غالب آئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان مسلمانوں کا دامنِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ تعلق غلامی بہت مستحکم تھا۔ دو کم سن نوجوان بھائیوں نے ابو جہل کو جہنم رسید کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ...... مجھ سے ایک نو عمر مجاہد معوذ نے پوچھا کہ چچا جان! ابو جہل کون سا ہے؟ میں نے پوچھا' کیوں؟ اس نے کہا کہ میں اس گستاخِ رسول ﷺ کو جہنم تک پہنچانا چاہتا ہوں...... میں سوچ رہا تھا کہ دوسرے شیر دل نو عمر مجاہد نے یہی سوال دھرایا۔ میں نے اشارے سے ابو جہل کی نشاندہی کی تو وہ دونوں بھائی شاہین کی طرح جھپٹے اور ابو جہل کو واصلِ جہنم کر دیا۔ اس کے بعد کفار کے پاؤں اکھڑ گئے...... ان کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور پھر ایک طوفان اٹھا اور ریت بھاگتے کفار کے سروں اور آنکھوں میں گرنے لگی۔ ۷۰ کفار ہلاک ہوئے اور اتنے ہی گرفتار کر لیے گئے جبکہ صرف ۱۴ اصحابہ کرام نے جامِ شہادت نوش فرمایا......

یہ سب کچھ نسبتِ رسول ﷺ کا اعجاز تھا کہ خدا نے اپنے نبی ﷺ کے غلاموں کی نصرت کے لیے کئی ہزار فرشتے بھیجے اور کفار کو ذلیل و رسوا کیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا اور وہ صحابہ جنہوں نے حضور ﷺ کی اجازت سے جہاد میں عملاً حصہ نہ لیا انہیں بھی برابر حصہ مرحمت فرمایا۔ حضور ﷺ نے قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ! یہ آپ ﷺ کی قوم اور قبیلہ کے لوگ ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے ممکن ہے بعد میں اسلام لائیں۔ اس لیے ان سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم انہیں قتل کر ڈالیں۔ حضور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا' مختلف قیدیوں سے ان کی استطاعت کے مطابق فدیہ لیا گیا۔ کسی کو کہا گیا کہ...... تم انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو تو آزاد کر دیے جاؤ گے...... فدیہ کی رقم ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک متعین فرمائی گئی......

حضور ﷺ کے چچا عباس بھی گرفتار ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا' اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب' نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عمرو بن مجدم (چار آدمیوں) کا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ فدیہ دوں۔ حضور ﷺ نے نگاہ نبوت سے غیب کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے اپنی بیوی ام الفضل کو دیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اتنا فضل کو' اتنا عبداللہ کو اور اتنا عبیداللہ کو دے دینا؟ یہ سن کر عباس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ خدا کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں تھا میں خوب جان گیا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہو...... اسلام قبول کر لیا...... ایمان لائے اور سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا۔

حضور ﷺ کا ایک گستاخ سہیل بن عمرو بھی پکڑا گیا۔ یہ عام اجتماعات میں تقریروں کے ذریعے حضور ﷺ کے متعلق بکواس کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اجازت طلب فرمائی کہ اسے میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اس کے دانت توڑ دوں اور اس کی زبان اس کے منہ سے نکال لوں...... لیکن حضور ﷺ نے منع فرما دیا' سبحان اللہ...... رحمت عالم ﷺ کا صبر اور قوتِ برداشت۔

آج ملت اسلامیہ جبر و استبداد کی چکی تلے پس رہی ہے۔ کشمیر' عراق' افغانستان' بھارت' بوسنیا' اریٹیریا' فلپائن' فلسطین' الجزائر' آذربائیجان اور آرمینیا میں مسلمان مظلوم ہیں۔ ایسے حالات سے نجات کا نسخہ اقبال نے پیش کیا کہ

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اے اللہ! موجودہ پرفتن مصائب کے دور میں ملت اسلامیہ کی غیبی نصرت فرما اور عالم اسلام کو فتح و کامرانی نصیب کر۔ آمین

یومِ باب الاسلام

تحریر...... عبدالمجید ساجد

۱۰ رمضان المبارک ۹۲ھ کو سندھ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اور سرزمین سندھ کو "باب الاسلام" ہونے کا قابل فخر اعزاز حاصل ہوا۔ اسلامی تاریخ میں فتح سندھ کو سن کر لوگ حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ کس طرح ایک سترہ سالہ نوجوان نے اپنے چند ہزار جانبازوں کے ساتھ دور دراز کے علاقہ سے ایک اجنبی سرزمین پر قدم رکھا اور نہ صرف قدم رکھا بلکہ یہاں کے بڑے راجوں' مہاراجوں کو شکست سے دوچار کیا۔ اس نوجوان کو دنیا محمد بن قاسم کے نام سے جانتی ہے۔

فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ ۷۵ ہجری کو طائف میں پیدا ہوئے۔ ان کا بچپن طائف میں گزرا۔ جب حجاج بن یوسف عراق کے گورنر مقرر ہوئے تو اس نے ثقفی خاندان کے بڑے بڑے لوگوں کو مختلف عہدے دیئے گئے۔ جن میں محمد بن قاسمؒ کے والد گرامی قاسم بھی شامل تھے جو بصرہ کے گورنر بنائے گئے۔ حجاج بن یوسف کو بچپن میں ہی محمد بن قاسمؒ کی صلاحیتوں کا ادراک ہو گیا تھا۔ جب محمد بن قاسمؒ نے ہوش سنبھالا تو حجاج بن یوسف نے انہیں کردوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا جنہوں نے ایران میں بغاوت شروع کر رکھی تھی۔ محمد بن قاسم نے کردوں کو شکست دے کر بغاوت کو کچل دیا۔ اس واقعے نے ان کو مشہور کر دیا اور اس قابل بنا دیا کہ ایک عظیم سپہ سالار ہیں۔ (اس وقت محمد بن قاسمؒ کی عمر ۱۵ سال تھی) محمد بن قاسمؒ عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کے داماد اور چچازاد بھائی تھے اور انہوں نے اس وقت سرزمین ہند کا رخ کیا جب کہ یہاں کے مسلمانوں کی حالت انتہائی خراب تھی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے لئے سخت قسم کے قوانین نافذ تھے انہیں اسلحہ رکھنے اور گھوڑے پر زین ڈالنے تک کی اجازت نہ تھی۔

اسلامی عرب اور خطہ ہندو پاک کا پہلا واسطہ جس کا تواریخ میں ذکر ہے آغازِ اسلام کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ظہور پذیر ہوا اور یہ واسطہ بھی مخالفانہ تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہندوستان پر فوج کشی کے مخالف تھے اور اگرچہ سندھ کی سرحد پر مکران کے مسلمانوں اور سندھ کے راجہ میں وقتاً فوقتاً چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی لیکن عربوں نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور تک ہندوستان پر باقاعدہ چڑھائی نہیں کی اور اس وقت بھی حالات واقعات نے انہیں مجبور کر دیا تھا۔

لنکا اور ہندوستان کے مغربی ساحل کے پاس "سراندیپ" جزائر پر مشتمل ایک پرانی مملکت تھی۔ اس ریاست کے راجہ نے خلیفہ وقت ولید بن عبدالملک کے لئے حجاج بن یوسف کے ذریعے تحائف بھیجے کیونکہ اس وقت کے بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ خلیفہ وقت کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرلیں۔ لنکا کا راجہ بھی چاہتا تھا کہ ولید سے دوستی کرلے۔ اس دوران لنکا میں مقیم ایک مسلمان تاجر کا انتقال ہوگیا۔ لنکا کے راجہ نے اس تاجر کے بیوی بچوں کو جہاز میں سوار کرکے عرب بجھوایا اور ساتھ تحائف بھی بجھوائے' بادِ مخالف ان جہازوں کو مملکت سندھ کی بڑی بندرگاہ دیبل لے گئی۔ آٹھ جہازوں پر مشتمل یہ قافلہ بصرہ جا رہا تھا۔ ان جہازوں پر موتی اور جواہرات' غلام اور کنیزیں اور دیگر نادر تحائف بھی تھے۔ کچھ مسلمان بیواؤں اور یتیموں کے علاوہ مسلمان حاجی بھی اس میں سوار تھے۔ جہاز دیبل پہنچا۔ دیبل میں راجہ داہر کا ایک گورنر رہتا تھا اور باقاعدہ فوج کا ایک سپہ سالار بھی تھا' دیبل میں رہنے والے قزاقوں نے ان جہازوں کو لوٹ لیا۔ مردوں اور عورتوں کو گرفتار کرلیا۔ ان کے سازوسامان پر قبضہ کرلیا۔ سراندیپ کے راجہ کے آدمیوں نے ڈاکوؤں کو بتایا کہ یہ خلیفہ وقت کے لئے تحائف ہیں۔ مگر انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور سب کو قید بھی کرلیا گیا۔ جب قزاق لوگوں کو پکڑ رہے تھے تو اس دوران قیدیوں میں سے ایک لڑکی نے حجاج بن یوسف کو پکارا "اے حجاج! میری مدد کو پہنچ!" اس قافلے کے لوگوں کے ذریعے جب یہ پکار حجاج تک پہنچی تو اس نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے حملے کی اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر پہلے حجاج نے راجہ داہر کو ایک سفیر کے ذریعے خط بھیجا کہ وہ گرفتار شدہ مردوں اور عورتوں کو نہ صرف رہا کرے بلکہ تحائف بھی دارالخلافہ پہنچائے۔ راجہ داہر نے جواباً کہا کہ "یہ سب کام بحری ڈاکوؤں کا ہے اور میرا ان پر کوئی زور نہیں۔" حالانکہ جب محمد بن قاسمؒ نے دیبل فتح کیا تو قیدی مرد اور عورتیں سب یہیں سے ملے۔

حجاج نے محمد بن قاسمؒ کی قیادت میں ایک قافلہ روانہ کیا' اس فوج میں چھ ہزار شامی لشکر کے علاوہ دوسرے جانثار سپاہی بھی تھے۔ محمد بن قاسم نے "العروس" نامی ایک بڑی منجنیق کی مدد سے شہر کو فتح کیا۔ محمد بن قاسمؒ نے شہر پر قبضہ کیا تو سب سے پہلے ان قیدیوں کو رہا کیا گیا جو لنکا کے جہاز سے گرفتار کئے گئے تھے۔ راجہ داہر نے ان قیدیوں کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی حالانکہ ان سب کو راجہ داہر کا وزیر محمد بن قاسمؒ کے پاس لایا' یہاں آکر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ عوام راجہ داہر کے مظالم سے پہلے ہی بے زار تھے چنانچہ محمد بن قاسمؒ نے عہد کرلیا کہ وہ دکھی انسانیت کو ظالم راجہ کے چنگل سے آزاد کرائیں گے۔

دیبل سے محمد بن قاسمؒ نے نیرون' سہوان اور بھمن آباد کو فتح کیا۔ بھمن آباد میں راجہ داہر اور ان کے بیٹے جے سنگھ کو شکست دی پھر ملتان کا رخ کیا اور یوں دو سال کے مختصر عرصے میں سندھ اور ملتان کا پورا علاقہ عربوں کے زیر تسلط آ گیا۔ تاریخی روایات کے مطابق محمد بن قاسمؒ کی فوجیں شمالی پنجاب کے اس

علاقے تک پہنچیں جہاں دریائے جہلم میدانی علاقوں میں داخل ہوتا ہے۔ محمد بن قاسمؒ کے ارادے مزید آگے بڑھنے کے تھے لیکن یہ ارادے پورے نہ ہو سکے۔ کیونکہ ۹۶ھ میں ان کے خسر اور سرپرست حجاج بن یوسف کی وفات ہوگئی تھی۔ اگلے ہی سال خلیفہ ولید بن عبدالملک بھی چل بسے۔ ولید کے جانشین ان کے بھائی سلیمان نے محمد بن قاسم کو سندھ سے واپس بلالیا۔

محمد بن قاسمؒ اگرچہ ہندوستان میں تقریباً چار سال تک رہے لیکن اس مختصر قیام کے دوران انہوں نے ہندوستان پر گہرے نقش مرتب کئے۔ ان کا سندھ کا نظم و نسق بہت اعلیٰ تھا' رواداری' مساوات اور رعیت پروری پر مبنی تھا۔ انہوں نے اہل سندھ پر بڑی نرمی کا سلوک کیا جن لوگوں نے اطاعت قبول کر لی انہیں کسی طور تنگ نہ کیا۔

محمد بن قاسمؒ نے تمام قوموں اور بالخصوص اقلیتوں سے رواداری کا سلوک برتا جس کے باعث لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے اور اس طرح اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا' اس علاقے میں علمائے کرام اور صوفیائے کرام کی آمد شروع ہوگئی جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کی اور اس کی اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا' یہاں تک کہ یہ سرزمین اولیاء کی سرزمین بن گئی۔ یہ سب کچھ محمد بن قاسمؒ کی بدولت ممکن ہوا۔

علامہ باذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ "جب محمد بن قاسمؒ کو قید کرکے عراق بھیجا گیا تو ہندوستان کے لوگ روتے تھے اور کچھ علاقے کے لوگوں نے تو ان کا مجسمہ بنایا۔" بانی پاکستان حضرت قائداعظم نے ان کے متعلق فرمایا کہ "پاکستان کی پہلی بنیاد اس دن رکھی گئی تھی جب محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھا تھا۔" بلاشبہ پاکستان کا وجود ان کی جدوجہد اور غیرت اسلامی کے جذبہ ہی کی بدولت ممکن ہوا۔ محمد بن قاسمؒ نے صرف سندھ ہی فتح نہیں کیا بلکہ یہاں کے عوام کے دل و دماغ بھی فتح کئے۔ مورخین ان کا حلیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "محمد بن قاسمؒ ایک جوشیلا اور خوب صورت نوجوان تھا' بڑی بڑی آنکھیں تھیں' پیشانی کشادہ تھی' بازو گول' چوڑی کلائیاں' بھرا ہوا بدن' گلابی رنگ اور رعب دار آواز تھی۔"

وہ ایک عظیم سپہ سالار تھے۔ انہوں نے برصغیر میں اسلام کے دور کا آغاز کیا' اسی لئے تو سندھ کو باب الاسلام کا نام دیا گیا۔ محمد بن قاسمؒ ایک قیدی عورت کی پکار پر برصغیر آئے اور اپنی شجاعت سے فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ انتہائی مختصر عرصے میں برصغیر کا نقشہ تبدیل کر دیا' اپنی نرم دلی اور نیک سلوک کے باعث لوگوں کے دل جیت لئے اور اپنے کردار سے انہیں متاثر کیا۔ یہاں تک کہ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ بھی ان کے حسن سلوک کو دیکھ کر اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوگیا۔

آج پورے پاکستان میں یوم باب الاسلام منایا جارہا ہے لیکن سولہ سترہ صدیوں میں ہم کوئی دوسرا محمد بن قاسم پیدا نہ کرسکے۔ آج مسلمان ہر جگہ پر مغلوب ہیں۔ کشمیر' فلسطین' چیچنیا' اراکان' بوسنیا' کسووا' عراق ہر جگہ کفار کا تسلط ہے لیکن کوئی محمد بن قاسم نہیں آرہا۔ ....

پیش کش: علامہ صاحبزادہ شاہد جمیل اویسی (سیالکوٹ)

رب کریم کی عظیم نعمت......شب قدر

تحریر............محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شب قدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لیلة القدر خیرٌ من الف شهر (القدر)

شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے۔

یعنی ہزار مہینے کی عبادت کے برابر نہیں بلکہ بڑھ کر ثواب ہے۔

آپ ﷺ بھی اس کی فضیلت اور قدر ومنزلت بیان فرمایا کرتے ہیں۔

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه (البخاری، فضل لیلة القدر)

جس نے حالت ایمان اور اپنا احتساب کرتے ہوئے شب قدر میں قیام کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۲-حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قامها ابتغاء هاثم وقعت له غفرله ماتقدم من ذنبه وما تاخر (مسند احمد، ۵:۳۱۸)

جس نے اس کی تلاش کے لیے قیام کیا پھر اسے نصیب ہوگئی تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آقا دوجہاں ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر اور اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔

من حرم خیرها فقد حرم (النسائی، فضل شهر رمضان)

جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ محروم کر دیا گیا۔

۴-حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول خطبۂ حبیب خدا ﷺ میں بھی یہ کلمات ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینہ سے افضل وبہتر ہے۔

فیه لیلة خیر من الف شهر (صحیح ابن خزیمه)

اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بڑھ کر ہے۔

۵-حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا تم پر رمضان المبارک سایہ فگن ہو رہا ہے اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار ماہ سے افضل ہے۔

من احرمها فقد حرم الخیر کله ولا یحرمها الا محروم (اتحاف اهل الاسلام، ۲۱۹)

جو اس سے محروم رہا وہ تمام خیر سے محروم کر دیا گیا اور اس سے سوائے محروم کے کوئی محروم نہیں رہتا۔

۶-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله ینظر لیلة القدر الی المومنین من امة محمد فیعفو عنهم ویرحمهم الاالاربعاً (الخ) (اتحاف: ۲۳۳)

شب قدر میں اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی امت کے اہل ایمان پر نظر رحمت فرما کر انہیں معاف فرماتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے مگر ان چار آدمیوں پر نظر رحمت نہیں فرماتا۔

شرابی، والدین کا نافرمان، کاہن اور صلہ رحمی قطع کرنے والا۔

۷-حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر میں حضرت جبرئیل، جماعت ملائکہ کے ساتھ زمین پر آتے ہیں اور ہر ذکر الٰہی کرنے والے کے لیے دعا کرتے ہیں خواہ وہ حالت قیام میں ہو یا حالت قعود میں ہو۔ (شعب الایمان للبیہقی)

شب قدر کی علامات

آپ ﷺ شب قدر کی فضیلت کے ساتھ ساتھ اس کی علامات بھی بیان فرماتے۔

۱-حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا شب قدر رمضان کی تیئیس رات ہے، حضرت زر بن حبیش رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس پر کیا دلیل ہے تو فرمایا:

بالعلامة التی اخبرنابها رسول الله صلی الله علیه وسلم انها تطلع یومئذ لاشعاع لها کانها طست (المسلم، باب فضل لیلة القدر)

اس علامت کی بنا پر جس کی اطلاع ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دی اس دن اس کا سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے گویا وہ طشت کی طرح ہوتا ہے۔

مسند احمد کے الفاظ ہیں:

واية ذلک ان الشمس یصبح الخلمن تلک اللیلة ترقرق لیس لها شعاع

اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی صبح کا سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ہم آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں شب قدر کے

بارے میں گفتگو کر رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا۔

ایکم یذکر حین طلع القمر وھو مثل شق جفنة

تم میں سے کسی کو یاد ہے اس رات چاند پیالہ کی مانند طلوع ہوا تھا۔

(المسلم، کتاب الصیام)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب قدر کی علامت یہ ہے۔

صافیة بلجة کان فیھا قمراً ساطعاً لابرد فیھا ولا حر ولا یحل مکوکب ان یرمی بہ فیھا حتی تصبح (الفتح الربانی، ۱۰:۲۶۶)

وہ نہایت ہی صاف روشن ہوتی ہے اس میں چاند چمکدار نہ اس میں ٹھنڈک اور گرمی اور اس میں صبح تک ستارے نہیں مارے جاتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے شب قدر سے آگاہ کیا گیا پھر اسے بھلا دیا گیا۔ یہ آخری عشرہ میں ہے۔

وھی لیلة طلقة بلجة لا حارة ولا باردة کان فیھا قمرا یفضح کواکبھا لا یخرج شیطانھا حتی یخرج فجرھا (صحیح ابن خزیمہ ۳:۳۳۰)

یہ رات صاف شفاف ہوتی ہے نہ اس میں گرمی اور نہ ٹھنڈک ہوتی ہے اس میں چاند ہونے کے باوجود ستارے واضح ہوتے ہیں اس دن طلوع آفتاب بغیر شیطان کے ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کے بارے میں فرمایا۔

لیلة سمحة طلقة لا حارة ولا باردة تصبح شمسھا صبیحتھا ضعیفة حمراء

رات نہایت معتدل اور صاف ہوتی ہے نہ گرم اور نہ ٹھنڈی اس دن کا سورج سرخی مائل طلوع ہوتا ہے۔

(مسند طیالسی: ۳۴۹)

حضرت ابوعقرب اسدی کہتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ اپنے گھر کی چھت پر تھے ہم نے یہ کہتے ہوئے سنا۔

صدق اللہ و رسولہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

جب نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمن آپ کہہ رہے تھے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اس کی کیا حکمت تھی؟ فرمانے لگے شب قدر "سبع اواخر" کے نصف میں آتی ہے۔

وذلک ان الشمس تطلع یومئذ بیضاء لاشعاع لھا فنظرتھا فوجدتھا کما حدیث فکبرت (مصنف ابن ابی شیبہ ۲:۷۳)

اس دن سورج سفید طلوع ہوتا ہے اس کی شعاعیں نہیں ہوتی میں نے اسے آج دیکھا تو اسے اسی طرح پایا تو میں نے اللہ کی بڑھائی بیان کی۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کی رات کے بارے میں فرمایا۔

لیلة بلجة لاحارة ولا باردة ولا سحاب فیھا ولا مطر ولا ریح ولا یرمی فیھا بنجم

وہ رات روشن ہوتی ہے نہ گرم، نہ ٹھنڈی، نہ اس میں بادل ہوتے ہیں، نہ ہوا اور نہ اس میں ستارے ٹوٹتے ہیں۔

اور اسی کے دن کے بارے میں فرمایا۔

تطلع الشمس لا شعاع لھا (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲:۵۹)

سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔

شب قدر پانے کا طریقہ بیان

امت پر آپ ﷺ کی شفقت و رافت کا یہ عالم کہ آپ نے شب قدر پانے کا طریقہ بھی بیان فرما دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من صلی العشاء الاخیرة فی جماعة فی رمضان فقد ادرک لیلة القدر (صحیح ابن خزیمہ، ۳:۳۳۳)

جس نے تمام رمضان میں نماز عشا با جماعت ادا کی اس نے شب قدر پالی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

من صلی المغرب والعشاء فی جماعة فقد اخذ من لیلة القدر بنصیب وافر (الکامل، ۴:۸۲)

جس نے شب قدر میں عشا اور فجر جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے شب قدر سے خوب حصہ پالیا۔

امام ابوالشیخ اصبہانی نے سند ضعیف سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من صلی العشاء الاخرة جماعة فی رمضان فقد ادرک لیلة القدر (غایة الاحسان: ۵۸)

جس نے تمام رمضان میں عشا با جماعت ادا کی اس نے شب قدر کو پالیا۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت امام ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے رمضان المبارک پایا' دن کو روزہ رکھا رات کو قیام کیا' اپنی نگاہ' شرمگاہ' زباں اور ہاتھ کی حفاظت کی' باجماعت نماز ادا کی' جمعہ میں جلدی حاضر رہا۔

استکمل الاجر وادرک لیلۃ القدر وفازبجائزۃ الرب (غایۃ الاحسان:۵۸)

اس نے اجر کامل طور پر پالیا' شب قدر' اور رب اکرم سے انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

تلاش شب قدر کی تلقین

اپنے صحابہ کو لیلۃ القدر کی جستجو و تلاش اور اس کے حصول کی تلقین فرمایا کرتے۔
۱-ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تحروا لیلۃ القدر فی العشر الا واخر من رمضان (البخاری:۲۰۱۷)

رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر پانے کی کوشش کرو۔

۲-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا۔

التموسھا فی العشر الا واخر من رمضان (البخاری:۲۱'۲۰)

شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

من کان متحریھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر (البخاری:۲۰۱۵)

جو شب قدر تلاش کرنا چاہے وہ اسے رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرلے۔

لیلۃ القدر میں آپ ﷺ کا معمول

آپ ﷺ لیلۃ القدر میں تمام رات قیام فرماتے خوب عبادت و دعا کا اہتمام فرماتے آپ ﷺ نے فرمایا:

من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ (بخاری و مسلم)

جس نے حالت ایمان اور رضا الٰہی کے لیے شب قدر میں عبادت کی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

بلکہ آپ ﷺ اس کی تلاش کی خاطر دس راتیں (آخری عشرہ) قیام فرماتے' اپنی مبارک کمر کس کر باندھ لیتے اور شب روز عبادت الٰہی میں محنت و جدوجہد فرماتے حتیٰ کہ وصال کا روزہ رکھ لیتے

تاکہ جو وقت کھانے پینے کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ بھی عبادت الٰہی میں گزرے۔

دعا کی تعلیم

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے میں نے رحمۃ للعالمین سے اور اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ۔

کان یوقظ اھلہ فی العشر الاخیر من رمضان (فتح الباری ۴:۲۱۸)

رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے گھر والوں کو بیدار فرماتے۔

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ:

ارایت ان وافقت لیلۃ القدر ما اقول فیھا

آپ ﷺ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو اس میں کیا پڑھوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرو اور مانگو۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (الترمذی' کتاب الدعوات)

اے اللہ! تو معاف فرمانے والا ہے معافی دینے کو پسند فرماتا ہے پس مجھے معاف فرما دے۔

دعا کی تشریح

رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی دعا کی مختصر تشریح بھی ملاحظہ کر لیجیے۔
عفو: اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے۔ اس کا معنی ہے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانے والا اور ان سے ان کے گناہوں کے اثرات ختم فرما دینے والا۔
تحب العفو: معافی دینے کو پسند فرماتا ہے۔ یعنی اپنے بندوں کو معافی دینا پسند فرماتا ہے اور یہ بھی پسند فرماتا ہے کہ بندے ایک دوسرے کو معاف کردیں' جو بندہ چاہتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ معافی دے وہ اس کے بندوں کو معافی دینا سیکھے یعنی دوسروں کو معاف کر کے یہ عرض کرے اے اللہ میں نے بندہ ہو کر دوسروں کو معاف کر دیا ہے تو خالق و مالک ہے مجھے معاف فرما آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے۔

لایرحم لا یرحم

جو کسی پر رحم و شفقت نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اور اگر بندہ ناتوان و محتاج ہو کر کسی کو معاف نہیں کرتا تو وہ کس منہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی

مانگنے لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو عذاب کی نسبت معافی دینا محبوب ہے، حبیب خدا ﷺ یوں دعا کیا کرتے۔

اعوذ برضاک من سخطک و عفوک من عقوبتک (المسلم، باب یقال فی الرکوع)

میں تیری ناراضگی سے تیری رضا میں پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے، تیرے عفو و درگزر میں پناہ چاہتا ہوں۔

اس دعا کی جامعیت

حضور ﷺ کی یہ بتائی ہوئی دعا اس قدر جامع ہے کہ دنیا و آخرت کی کوئی شے اس سے باہر و خارج نہیں واقعتاً جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا انعام و مژدہ مل جائے اس کے دونوں جہاں سنور گئے اسی لیے آپ ﷺ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرتے۔

اللهم انی اسئلک العافیة

اے اللہ میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں۔

(المسلم، کتاب الذکر)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے ہے آپ ﷺ نے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

لا تتمنوا لقاء العدو واسئلوا الله العافیة (البخاری کتاب الجهاد)

دشمن سے مٹھ بھیڑ کی تمنا مت کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہا کرو۔

ایک صحابی کو یہ دعا مانگنے کی تعلیم دیں۔

اللهم عافنی فی بدنی اللهم عافنی فی جسدی اللهم عافنی فی بصری (المسلم کتاب الذکر)

اے اللہ مجھے میرے بدن میں عافیت عطا فرما میرے جسم میں اور میری آنکھوں میں عافیت عطا فرما۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر تشریف فرما ہوئے حضور ﷺ کا مبارک تذکرہ کیا اور رو دیئے حتیٰ کہ تین دفعہ ایسے کیا پھر فرمایا۔

ان الناس لم یعطوا فی هذه الدنیا شیئا افضل من العفو والعافیة فسلوهما الله عزوجل

لوگوں کو اس دنیا میں معافی اور عافیت سے بڑھ کر کوئی شے نہیں دی گئی لہٰذا تم اللہ عزوجل سے انہی کو مانگا کرو۔

(مسند حمیدی: ۱:۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے آپ فرمایا کرتے۔

لان اعافی فاشکر احب الی من ان ابتلی فاصبر (فتح الباری ۶:۱۵۶)

مجھے عافیت ملے اور اس پر میں شکر ادا کروں میرے لیے یہ اس سے بہتر ہے کہ میں کسی

مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں اور صبر کروں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

لیس بعارف من لم یکن غایة امله من الله سبحانه و تعالی العفو (لطائف المعارف: ۳۷۱)

وہ صاحب معرفت ہو ہی نہیں سکتا جس کی اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ سے آخری اور انتہائی امید معافی کی نہ ہو۔

حضرت مطرف رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دعا کیا کرتے۔

اللهم ارض عنا فان لم ترض عنا فاعف عنا

اے اللہ ہم سے راضی ہو جا اگر راضی نہیں ہوتا تو ہمیں معاف فرما دے۔

(اتحاف اہل الاسلام: ۴۳۳)

حضرت صلہ بن اشیم ساری رات عبادت الٰہی میں بسر کرتے اور سحری کے وقت یہ دعا کرتے۔

اللهم انی اسالک ان تجیرنی من النار ومثلی یجتری ان یسالک الجنة (لطائف المعارف: ۳۸۴)

اے اللہ میں آپ سے دوزخ سے نجات کی دعا کرتا ہوں اور مجھ جیسا آپ سے جنت کا سوال کرنے کی کیسے جرأت کر سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں کا یہی وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعون وبالاسحار هم یستغفرون

وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں (عبادت میں مشغول رہتے ہیں) اور بوقت سحری اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔

گویا ان کا سبق یہ ہے کہ جس کے گناہ کثیر و عظیم ہیں وہ رضا کے بجائے معافی کا خواستگار بنے۔

ان کنت لا اصلح للقرب فشانکم عفو عن الذنب

(اگر چہ مجھ میں محبوب کے قرب کی صلاحیت نہیں مگر معافی دینا تو اس کی شان کریمی ہے)

شیخ ابن رجب لکھتے ہیں کہ بعض صلحا اپنے رب اکرم کے حضور یوں دعا کرتے۔

اللهم ان ذنوبی قد عظمت فجلت عن الصفة وانها صغیرة فی جنب عفوک فاعف عنی

اے اللہ! میرے جرائم بلاشبہ اتنے بڑے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں مگر تیرے عفو و درگزر کے مقابلہ میں ان کی کوئی حقیقت نہیں لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔

ایک بزرگ کی دعا کے یہ کلمات ہوا کرتے تھے۔

جرمی عظیم و عفوک کبیر فاجمع بین جرمی و عفوک یا کریم (لطائف المعارف: ۳۷۰)

میرے جرائم عظیم مگر تیرا عفو کبیر ہے اے کریم میرے جرم اور اپنے عفو دونوں کو اکٹھا فرما کر فیصلہ فرما دے۔

قاضی عطیہ محمد سالم آپ ﷺ کی اس دعا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وھذا الدعاء فی ایجازہ جامع کل الخیر باعجازہ لان من رزق عوض فی بدنہ ونفسہ ومن الحساب والعقاب فیفوز بسعادۃ الدادین

یہ دعا مختصر ہونے کے باوجود تمام بھلائیوں کو معجزۃً شامل ہے کیونکہ جسے بدن و نفس میں حساب اور عقاب سے عافیت نصیب ہوگی وہ سعادت دارین سمیٹنے میں کامیاب ہوگیا۔

(مع الرسول فی رمضان: ۹۶)

دیگر معمولات پر اسے ترجیح دی جائے

چونکہ یہ دعا آپ ﷺ کا عطا کردہ وظیفہ ہے شب قدر میں اس کو دیگر معمولات پر ترجیح دینی چاہیے لہٰذا بارگاہ الٰہی کی طرف امیدوار بن کر دل کو متوجہ کر کے نہایت ہی اخلاص اور آہ و زاری سے کثرت کے ساتھ یہ دعا کی جائے' بعض اہل معرفت کا تو یہ قول ہے کہ دعا اس رات نفلی عبادت سے بھی افضل ہے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الدعاء فی تلک اللیلۃ احب الی من الصلوٰۃ

میرے نزدیک اس رات میں دعا کرنا نفلی نماز سے افضل ہے۔

(لطائف المعارف: ۳۶۷)

اگرچہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات دعا کے ساتھ قیام کا بھی حکم دیا ہے ہاں وہ عمل افضل ہوگا جس میں کثرت کے ساتھ دعا ہو مثلاً کثرت دعا اس نماز سے افضل ہوگی جو دعا سے خالی ہوگی۔

شیخ ابن رجب آپ ﷺ کا معمول ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیجمع بین الصلاۃ القراۃ والدعاء والتفکر وھذا افضل الاعمال واکملھا فی لیالی العشر وغیرھا (لطائف: ۳۶۸)

آپ ﷺ نماز' تلاوت قرآن' دعا اور تفکر سب کو بجالاتے اور آخری عشرہ رمضان اور دیگر اوقات میں یہی اعمال افضل و اکمل ہیں۔

معافی مانگنے کی حکمت

آپ ﷺ نے اس مقدس و مبارک موقع پر بندوں کو اپنے رب اکرم سے معافی مانگنے کی تعلیم دی' شارحین حدیث نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بندوں نے رمضان المبارک میں' اس کے آخری عشرہ اور لیلۃ القدر میں خوب عبادت میں محنت و جدوجہد کی ہوتی ہے کہیں ان کی نگاہ اپنے اعمال پر نہ چلی جائے انہیں بجائے اپنے اعمال پر نظر رکھنے کے اپنے رب کی رحمت و فضل پر نظر رکھ کر معافی کا خواستگار رہنا چاہیے کیونکہ کون ہے جو اپنے رب کی بارگاہ کے شایان شان عمل بجالا سکے اور اس کی کسی ایک نعمت کا شکریہ ادا کر سکے' انسان تو اس کی نعمتوں کو شمار ہی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ان کا کما حقہ شکریہ بجالائے۔

شیخ ابن رجب اس کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انما امر بسوال العفو فی لیلۃ القدر بعد الاجتھاد فی الاعمال فیھا وفی لیالی العشر لان العارفین یجتھدون فی الاعمال ثم لایرون لانفسھم عملاً صالحاً ولا حالاً ولا مقالاً نیرجعون الی سوال العفو کحال المذنب المقصر

(لطائف المعارف: ۳۷۱)

آپ ﷺ نے شب قدر اور آخری عشرہ میں عبادت و ریاضت میں محنت و جدوجہد کے بعد عفو و درگزر کا سوال کرنے کا حکم و تعلیم اس لیے دی کہ اہل معرفت اعمال میں محنت کے باوجود اپنے کسی عمل' حال اور مقال پر نظر نہیں رکھتے بلکہ کوتاہی کرنے والے گنہگار کی طرح وہ اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔

حافظ ابن حجر مکی رقمطراز ہیں۔

انما امر صلی اللہ علیہ وسلم بسوال العفو فی لیلۃ القدر بعد الاجتھاد فی الاعمال فیھا وفی لیال العشر ایثاراً للمقام الاعظم الاکمل والعمل الاسنی الارفع وھو بذل الوسع فی العمل مع عدم رؤیتہ والاعتداد بہ والتعویل علیہ لشھودہ لقصیر وعدم وفائہ لما یجب لتلک الاعمال وینبغی

رسول اللہ ﷺ نے شب قدر اور رمضان کی آخری راتوں میں ریاضت و مجاہدہ کے بعد معافی مانگنے کی تعلیم کے ذریعے بڑے کامل مقام اور ارفع و بلند عمل کی طرف متوجہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اعمال میں پوری محنت کرنے کے باوجود ان پر نظر' اعتماد' بھروسہ اور گھمنڈ نہ کیا جائے کیونکہ ان کا کیا مقام ہے اور جو شکر لازم ہے اس کی ادائیگی ان کے ساتھ ہو ہی

لها من الكمالات والاعتبارات فمن تامل ذلک علم انه ليس لنفسه عمل ولا قال ولا حال فيرجع الى سوال العفو كحال المذنب المقصر (اتحاف اهل الاسلام:۲۳۳)

نہیں سکتی' بلکہ ان سے اعلیٰ اور کامل عمل ہونا چاہیے جو ان میں غور کرے گا وہ جان لے گا میرا نہ کوئی عمل ہے نہ حال و قال لہٰذا وہ گنہگار بندے کی طرح معافی مانگنے والا بن جائے گا۔

مسجد میں قیام کا معمول

شب قدر کی تلاش کے لیے گھر میں بھی قیام کیا جاسکتا ہے مگر افضل و مستحب یہ ہے کہ اس کے لیے قیام مسجد میں کیا جائے کیونکہ آپ ﷺ کا معمول یہی ملتا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا حتیٰ کہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام فرمایا' تیسویں رات کا ایک تہائی حصہ چوبیس کو قیام فرمایا پچیس کو نصف رات تک قیام فرمایا' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ بقیہ حصہ بھی قیام فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا' آدمی جب امام کے ساتھ کچھ رات نماز ادا کرتا ہے تو اس کی بقیہ رات بھی عبادت میں شمار ہو جاتی ہے' چھبیس کو آپ نے قیام نہ فرمایا' ستائیس کو قیام فرمایا۔

بعث الى اهله واجتمع الناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح (ابوداؤد:۱۳۷۵)

اور اپنے گھر والوں اور لوگوں کو جمع کر کے اتنا قیام فرمایا کہ ہمیں سحری فوت ہونے کا خوف لاحق ہوا۔

پھر کسی رات ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا' نسائی میں یہ اضافہ ہے۔

انه قام ليلة السابع والعشرين كلها حتى التسحها وصلوا الفجر

ستائیس رات کو تمام رات قیام فرمایا (حتیٰ کہ سحری کا وقت ہوا) سحری کی اور نماز فجر ادا کی۔

مسند احمد میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے آپ ﷺ نے تئیس رات کو ہمارے ساتھ ایک تہائی رات تک قیام فرمایا پھر فرمایا۔

لااحسب ماتطلبون الا وراء كم

میں محسوس کرتا ہوں جس کی تمہیں تلاش ہے وہ بعد میں آنے والی ہے۔

پھر آپ ﷺ نے پچیس رات کو نصف رات تک قیام کیا اور فرمایا تمہارا مطلوب بعد میں ہے۔

ثم قمنا معه ليلة سبع و عشرين حتى اصبح و سكت

پھر ہم نے ستائیس کو آپ کے ساتھ صبح تک قیام کیا اس کے بعد آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

ڈاکٹر فاروق حمادہ اس حدیث کے تحت رقمطراز ہیں۔

وبهذا الحديث نستدل على ان احياء الليلة يكون فى المسجد ويكون باجتماع الناس فيها صغيرهم وكبيرهم ممن يستطيع ذلک (ليلة القدر:۱۰۴)

اس حدیث سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ شب قدر میں قیام مسجد میں ہونا چاہیے اس میں لوگ جمع ہونے چاہئیں خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔

غسل کا معمول

آپ ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ خصوصاً شب قدر میں مغرب کے بعد غسل فرمایا کرتے۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں فرمایا کرتے شب قدر ستائیس رات ہے۔

فاذا كان تلک الليلة فليغتسل احدكم ويفطر على لبن وليؤخر فطره الى السحر (مصنف عبدالرزاق۴:۲۵۳)

جب یہ رات آئے تو غسل کرو اور دودھ سے افطار کرو اور افطار کے کھانے کو سحری تک موخر کردو۔

فقط دودھ پر افطاری اس لیے تاکہ بیدار رہنا آسان ہو۔

حضرت ابراہیم نخعی تابعی کے بارے میں ہے۔

يغتسل كل ليلة فى العشر الاواخر فى رمضان (مصنف۴:۲۵۳)

وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہر رات غسل کیا کرتے۔

امام محمد بن جریر الطبری اسلاف کا معمول بیان کرتے ہیں۔

كانوا يستحبون ان يغتسلوا كل ليلة من ليال العشر الاواخر فى رمضان (مصنف۴:۲۵۳)

وہ آخری عشرہ رمضان میں ہر رات غسل کیا کرتے تھے۔

خوشبواور بہتر لباس

صحابہ اور تابعین کا یہ بھی معمول ملتا ہے کہ شب قدر کے موقعہ پر خوشبو لگاتے اور اچھا لباس پہنتے حضرت ثابت بنانی تابعی بیان کرتے ہیں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے

حلة اشتراها بالف درهم و كان يلبها فى الليلة التى ترجى فيها ليلة القدر

ہزار درہم کا حلہ خرید رکھا تھا اسے اس رات زیب تن فرماتے جس میں شب قدر کی امید ہوتی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے جب چوبیں رات آتی (ان کے نزدیک یہی شب قدر ہے) غسل کرتے خوشبو لگاتے۔

وليس حلة وازاراً ورداءً فاذا اصبح طواهما فلم يلبسهما الى مثلهما من قابل

خوبصورت حلۂ تہہ بند اور چادر پہنتے اور صبح کے وقت ان کو طے لگا کر رکھ دیتے پھر اس طرح کے کپڑے آئندہ سال نہ پہنتے۔

حضرت ایوب السختیانی تابعی کے بارے میں ہے وہ تیئسویں رات کو شب قدر جانتے اس میں غسل فرماتے' خوشبو لگاتے۔

ويلبس ثوبين جديدين و يستجمر

اور دونوں کپڑے نئے پہنتے۔

(مصنف عبدالرزاق ۴:۲۵۰)

شیخ حافظ ابن رجب ان معمولات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

فتبين بهذا انه يستحب فى الليالى التى ترجى فيها ليلة القدر التنظف والتزين والتطيب بالغسل والطيب واللباس الحسن كما يشرع فى الجمع والاعياد وكذلك يشرع اخذ الزينة بالثياب فى سائر الصلوت كما قال تعالى خذوا زينتكم عند كل مسجد

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جن راتوں میں شب قدر کی امید ہو ان میں نظافت' زینت، خوشبو، غسل اور خوبصورت لباس مستحب ہے جیسا کہ جمعہ اور عیدین میں اسی طرح بقیہ نمازوں میں لباس اچھا ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

(لطائف المعارف:۳۲۷)

قیام میں تمام گھر والوں کو شریک کرنا

شب قدر کے موقعہ پر تمام گھر والوں حتیٰ کہ باشعور بچوں کو بیدار کرنا مستحب ہے آپ ﷺ

رمضان کا آخری عشرہ اور خصوصاً شب قدر میں تمام اہل کو بیدار فرماتے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ۔

كان يوقظ اهله فى العشر الاواخر من رمضان

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اپنے تمام گھر والوں کو بیدار رکھتے۔

(مصنف عبدالرزاق ۴:۲۵۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے جب ستائیس رات آئی تو رسول اللہ ﷺ نے۔

بعث الى اهله واجتمع الناس

(ابوداؤد:۱۳۷۵)

اپنے گھر والوں کو بلا بھیجا اور لوگوں کو بھی جمع فرمایا۔

ام اسوذام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

كانت توقظنا ليلة ثلاث وعشرين

(مصنف ابن ابی شیبہ ۳:۷۷)

آپ تیئسویں رات میں ہمیں بیدار رکھا کرتیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

يرش الماء على اهله ليلة ثلاث وعشرين (مصنف ابن ابی شیبہ ۳:۷۷)

آپ تیئسویں رات اپنے گھر والوں پر بیدار کرنے کے لیے پانی چھڑکتے۔

لیلۃ القدر تا قیامت باقی ہے

اس پر اجماع ہے کہ لیلۃ القدر تا قیامت باقی ہے ہاں فقط اس کی تعیین اٹھالی گئی ہے نسائی میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ مجھے شب قدر کے بارے میں آگاہ فرمایئے فرمایا وہ رمضان میں آتی ہے میں نے عرض کیا' کیا وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔

فاذا قبضوا رفعت ام هى الى يوم القيامة؟

جب ان کا وصال ہوا تو ساتھ اسے بھی اٹھالیا گیا ہے یا یہ قیامت تک باقی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

بل هى الى يوم القيامة (النسائی)

بلکہ یہ تا قیامت باقی ہے۔

امام عبدالرزاق حضرت عبداللہ بن یحنس سے نقل کرتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کچھ لوگ کہتے ہیں۔

ان ليلة القدر رفعت

شب قدر اٹھالی گئی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

كذب من قال ذلك

ایسا کہنے والا کاذب اور جھوٹا ہے۔

(فتح الباری ۴:۲۱۲)

حضرت عبداللہ بن شریک سے ہے کہ حجاج نے شب قدر کا تذکرہ اس انداز میں کیا گویا وہ اس کا انکار کر رہا ہے تو صحابی رسول حضرت زر بن جیش رضی اللہ عنہ نے اسے پتھر مارنے کا ارادہ فرمالیا مگر لوگوں نے روک لیا۔ (غایۃ الاحسان:۴۸)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں رقمطراز ہیں۔

اجمع من يعتد به من العلماء المتقدمين والمتاخرين على ان ليلة القدر باقية دائمة الى يوم القيامة لاحاديث الصريحة الى الصحيحة فى الامر بطلبها

تمام قابل اعتماد علماء متقدمین و متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شب قدر تا قیامت باقی ہے کیونکہ اس کی تلاش پر احادیث صریح صحیح وارد ہیں۔

(المجموع للامام النووی ۶ ۴۵۸)

بعض لوگوں کا رد

کچھ روافض نے شب قدر کا انکار کرتے ہوئے اس روایت سے استدلال کیا جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کے بارے میں اطلاع دینے کے لیے تشریف لائے اس وقت دو مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں شب قدر کے بارے میں اطلاع دینے آیا تھا مگر۔

فتلاحی فلان و فلان فرفعت

(موطا مالک ۱:۳۲۰)

فلاں فلاں آپس میں جھگڑ رہے تھے تو اسے اٹھا لیا گیا۔

تو یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ شب قدر اٹھالی گئی ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اسی حدیث کے آخری الفاظ اس کی تردید کر رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا۔

وعسى ان يكون خير الكم فالتمسوها فى التاسعة والسابعة والخامسة

یہ مخفی ہونا تمہارے لیے بہتر ہے تم اسے نو، سات اور پانچ، رات میں تلاش کرو۔

(البخاری، فضل لیلۃ القدر)

......تو رُفِعَتْ...... کا معنی شب قدر کا اٹھایا جانا نہیں بلکہ اس کی تعیین کا اٹھایا جانا ہے حافظ

ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں اس روایت کے تحت لکھتے ہیں۔

المراد انه انسى علم تعينها فى تلك السنة (فتح الباری ۴:۲۰۸)

مراد یہ ہے کہ اس سال اس کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا۔

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

اذا تقرر ان الذى ارتفع علم تعينها تلك السنة (فتح الباری ۴:۲۱۷)

یہ بات ثابت ہے کہ اس سال اس کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا تھا۔

شب قدر اور علم نبوی

متعدد احادیث واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شب قدر کی تعیین کا علم عطا فرمایا تھا اور فقط ایک سال اس کی تعیین کا علم اٹھالیا تھا۔

۱-اگر لوگ دیگر راتوں میں نماز ترک نہ کردیں تو میں آگاہ کردوں

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اس رات کے بارے میں آگاہ فرمائیں۔

تبغى فيها ليلة القدر

جس میں شب قدر تلاش کی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

لولا ان تترك الناس الصلاة الا تلك الليلة لاخبرتك

اگر لوگ اس کے علاوہ راتوں میں نماز ترک نہ کریں تو میں تجھے اس کے بارے میں آگاہ کر دیتا۔

امام ہیثمی اس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اسناده حسن (مجمع الزوائد ۳:۱۷۸)

اس روایت کی سند، حسن ہے۔

امام طبرانی نے بھی اسے المعجم الکبیر میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(غایۃ الاحسان:۵۳)

یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کا علم رکھنے کے باوجود لوگوں کو اس حکمت کے تحت آگاہ نہ فرمایا کہ کہیں لوگ دیگر راتوں میں عبادت ترک نہ کردیں۔

۲-اگر اجازت ہوتی تو میں آگاہ کردیتا

حضرت مرثد رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے منیٰ میں جمرہ وسطیٰ کے پاس حضرت ابوذر رضی

اللہ عنہ سے شب قدر کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے۔

ماکان احد باسئال عنھا منی — جس قدر شب قدر کے بارے میں میں نے آپ ﷺ سے پوچھا ہے اس قدر کسی نے نہیں پوچھا۔

میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے شب قدر کے بارے میں آگاہ فرمائیے وہ رمضان میں ہوتی ہے یا غیر رمضان میں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

بل ھی فی رمضان — یہ رمضان میں ہوتی ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ سنا ہے یہ انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے جب ان کا وصال ہوتا ہے تو کیا اسے اٹھالیا جاتا ہے یا یہ قیامت تک باقی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

بل ھی الی یوم القیامۃ — یہ قیامت تک باقی ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے فرمایا اسے عشرہ اول اور عشرہ آخیر میں تلاش کرو اس کے بعد کچھ دیر اور باتیں ہوتی رہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ۔

فی ای العشرین؟ — ان دونوں عشروں میں سے کس میں ہوتی ہے۔

فرمایا اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔

لاتسالنی عن شئی بعدھا — اب اس کے بعد مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔

کچھ دیر ٹھہر کر میں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ مجھے آگاہ فرمادیجئے آپ مجھ سے اتنے خفا ہوئے کہ اس قدر کبھی خفا نہیں ہوئے اور فرمایا۔

ان اللہ لوشاء لا طلعکم علیھا التمسوھا فی السبع الاواخر — اگر اللہ تعالیٰ پسند فرماتا تو تمہیں اس سے آگاہ فرمادیتا تم سات آخری راتوں میں تلاش کرو۔

(صحیح ابن خزیمہ ۳:۳۲۱)

امام حاکم نے اسے روایت کرکے فرمایا یہ شرائط مسلم پر صحیح روایت ہے امام ذہبی نے امام حاکم کے اس حکم کو ثابت رکھا۔ (المستدرک ۱:۴۳۷)

امام اوزاعی سے مروی روایت میں یہ کلمات ہیں۔

ان اللہ لواذن لی لاخبرتکم ...... بھا فالتمسوھا فی العشر الاواخر فی احدی السبعین ولا تسالنی عنھا بعد مرتک ھذہ — اللہ تعالیٰ نے اگر مجھے اس کے بتانے کی اجازت دی ہوتی تو میں ضرور اس کے بارے میں آگاہ کردیتا تم اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو اس کے بعد مجھ سے سوال نہ کرو۔

پھر آپ ﷺ صحابہ سے گفتگو فرمانے لگے تھوڑی دیر کے بعد میں نے عرض کیا:

اقسمت علیک یا رسول اللہ لتخبرنی ای السبعین ھی؟ — یارسول اللہ! آپ کو قسم مجھے بتائیں وہ کون سی ساتویں میں ہے۔

اس پر آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

لا ام لک ھی تکون فی السبع الاواخر — تیری ماں نہ ہو یہ آخری ساتواں میں ہے۔

(موارد الظمآن:۹۲۶)

محدث بزار کے الفاظ یہ ہیں:

الم انھک عنھا لو اذن لی لانبأتک بھا — کیا میں نے تجھے اس سے منع نہیں کیا تھا اگر میرے لیے رب کی طرف سے اجازت ہوتی تو میں تجھے اس کے بارے میں ضرور آگاہ کر دیتا۔

یہاں تو آپ ﷺ نے واضح فرمادیا کہ مجھے اس کا علم ہے لیکن آگے بتانے سے منع فرما رکھا ہے۔

صحابی کا اس قدر سوال کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ سے شب قدر کے بارے میں اس قدر سوالات کرنا بھی واضح کررہا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے آگاہ ہیں ورنہ اتنی دفعہ عرض نہ کرتے۔

صحابی کو آگاہ فرمانا

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ میں کافی دور ایک دیہات میں رہتا ہوں بحمد اللہ وہاں نماز ادا کرتا ہوں۔

فمرنی بلیلۃ انزلھا الی ھذا المسجد — مجھے آپ حکم دیں میں کون سی رات مسجد نبوی میں آپ کی خدمت میں آکر بسر کیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

انزل لیلۃ ثلاث عشرین — رمضان کی تیئسویں رات آیا کرو۔

یہ صحابی ہمیشہ تیئسویں رمضان کو مسجد نبوی میں آکر شب بیداری کرتے۔ لوگوں نے ان کے صاحبزادے سے پوچھا بتاؤ آپ کے والد گرامی اس رات کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوجایا کرتے۔

فلا يخرج الا لحاجة حتى صلى الصبح فاذا صلى الصبح وجدوابته على باب المسجد فجلس عليها ولحق بباديته

اور صبح تک مسجد سے بغیر کسی حاجت کے باہر نہ آتے، فجر کی نماز ادا کر کے اپنی سواری پر سوار ہو کر اپنے دیہات چلے جاتے۔

(ابوداؤد ا:۱۹۶)

اس کے تحت فوائد بیان کرتے ہوئے شیخ عبدالرحمٰن حسن المیدانی رقمطراز ہیں۔

فهذا يشعر ضمناً بان الرسول صلى الله عليه وسلم قد وله على افضل ليالى العشر الاخير من رمضان وهى ليلة القدر

یہ حدیث ضمناً اس بات سے آگاہ کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو رمضان کے آخری عشرہ کی افضل رات کے بارے میں آگاہ فرمایا اور وہ شب قدر ہی ہے۔

(الصیام ورمضان:۱۹۳)

حافظ ابن عبدالبرؒ حدیث کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

اما حديث عبدالله بن انيس الجهنى فهو مشهور

حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ والی حدیث مشہور کے درجہ پر فائز ہے۔

(التمہید ۲:۲۰۵)

اسی صحابی سے یہ بھی مروی ہے کہ میں چھوٹا تھا بنوسلم کے لوگوں کی ایک مجلس میں شریک تھا انہوں نے کہا کون ہے جو رسول اللہ ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھے میں نے کہا یہ کام میں کروں گا یہ اکیس رمضان کی بات ہے میں نے اس دن مغرب کی نماز حضور ﷺ کی اقتداء میں ادا کی اور آپ کے حجرہ انور کی چوکھٹ پر کھڑا ہو گیا آپ ﷺ تشریف لائے مجھے اندر داخل ہونے کا فرمایا پھر آپ نے رات کا کھانا کھایا جب فارغ ہوئے تو فرمایا میرے نعل لاؤ میں نے پیش کیے میں بھی آپ کے ساتھ چلا، راستہ میں فرمایا۔

كان لك حاجة

تمہیں کوئی کام تھا؟

میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔

ارسلنى اليك رهط من بنى سلمة يسالونك عن ليلة القدر

مجھے آپ کی خدمت میں بنوسلمہ کے لوگوں نے بھیجا ہے تاکہ شب قدر کے بارے میں معلوم کروں۔

آپ ﷺ نے پوچھا آج کون سی رات ہے میں نے عرض کیا آج رمضان کی بائیسویں رات ہے فرمایا۔

هى الليلة ثم رجع فقال والقابلة يريد ليلة ثلث وعشرين

فرمایا یہی رات پھر فرمایا آئندہ رات یعنی رمضان کی تیئسویں رات ہے۔

(ابوداؤد ا:۱۹۶)

جہنی کی رات

چونکہ اس صحابی کا تعلق جہنی قبیلہ سے تھا لہٰذا یہ رات اہل مدینہ کے ہاں لیلۃ الجہنی (جہنی کی رات، کے نام سے مشہور ہوئی)۔

امام ابن عبدالبر رمضان کی تیئسویں رات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

هذه الليلة تعرف بليلة الجهنى بالمدينة (اتحاف اھل الاسلام ۲۲۵)

مدینہ طیبہ میں یہ رات لیلۃ الجہنی کے نام سے معروف ہے۔

مسند ابن راہویہ میں ہے کہ قبیلہ بنو بیاضہ میں سے ایک صحابی تھے، جنہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں دور دیہات میں رہتا ہوں مجھے شب قدر کے بارے میں فرمایئے تاکہ میں بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جایا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انزل ليلة ثلاث و عشرين

تم تیسویں رمضان کو آ جایا کرو۔

(مسند اسحاق بن راہویہ)

اگر تعین کا علم نہ ہوتا تو آپ ﷺ تیسویں کا تعین نہ فرماتے۔

شب قدر اور اہل مدینہ کا معمول

روایات میں یہ بھی ملتا ہے کہ اہل مدینہ، رمضان کی تیسویں رات کو شب قدر کے طور پر منایا کرتے تھے یعنی اس میں خصوصی عبادت اور دعا کا اہتمام کیا کرتے شیخ ابن رجب، امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ غالب گمان یہی ہے کہ شب قدر تیسویں رمضان ہے پھر لکھتے ہیں۔

وهذا قول اهل المدينة وحكاه سفيان الثورى عن اهل مكة والمدينة

یہ اہل مدینہ کا قول ہے، اسے حضرت سفیان ثوری نے اہل مکہ و مدینہ سے بیان کیا ہے۔

(لطائف المعارف ۳۵۸)

شب قدر کے بارے میں مختلف بزرگوں کے معمولات بیان کرتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے استاذ حضرت ایوب السختیانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں۔

وکان ایوب السختیانی یغتسل لیلة ثلاث وعشرین واربع وعشرین ویلبس ثوبین جدیدین ولستجمر ویقول لیلة ثلاث وعشرین هی لیلة اهل المدینة والتی تلیها لیلتنا یعنی للبصرین

حضرت ایوب السختیانی تیسویں اور چوبیسویں رات کو غسل کرتے نئے کپڑے پہنتے' خوشبو لگاتے اور فرماتے تیسویں اہل مدینہ کی رات ہے اور چوبیسویں اہل بصرہ کی۔

(لطائف المعارف:۳۵۹)

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

کان حمید وایوب و ثابت یحتاطون فیجمعون بین اللیتالتین عنی لیلة ثلاث واربع

حضرت حمید' حضرت ایوب اور حضرت ثابت احتیاطاً تیئسویں اور چوبیسویں دونوں رات میں شب بیداری کیا کرتے تھے۔

(لطائف المعارف:۳۵۹)

حافظ ابن حجر مکی اہل مدینہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ان قول اهل المدینة وحکاه سفیان الثوری عن اهل مکة ایضاً انها لیلة ثلاث وعشرین وعلیه مکحول وکانت عائشة وابن عباس یوقظان اهلهما فیها

اہل مدینہ کا قول اور بقول حضرت سفیان ثوری کے اہل مکہ کا بھی یہی قول ہے کہ شب قدر تیئسویں رات ہے امام مکحول کی یہی رائے ہے' سیدہ عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس رات میں اپنے گھر والوں کو بیدار رکھتے۔

(اتحاف اهل الاسلام:۲۲۵)

ایک اور صحابی کو مطلع فرمانا

مذکورہ صحابی کے علاوہ بھی ایک صحابی کو لیلۃ القدر کے بارے میں آگاہ فرمایا' مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ میں بوڑھا آدمی ہوں مجھ پر روزے رکھنا دشوار ہیں۔

فمرنی بلیة لعل الله تعالی یوفقنی فیها للیلة القدر

مجھے ایسی رات بتا دیں جس میں اللہ تعالیٰ مجھے شب قدر عطا فرما دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔

علیک بالسابعة (مسند احمد)

تم ساتویں رات عبادت کرو۔

حافظ ابن حجر مکی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور فرمایا لفظ سابعة میں دو احتمال ہیں اس سے سابقہ تیسویں یا آئندہ ستائیسویں بھی مراد ہو سکتی ہے تو ممکن ہے اس سے مراد بھی تیسویں رات ہی ہو۔

(اتحاف:۲۲۶)

امام ہیثمی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا۔

ورجاله رجال الصحیح

اس روایت کے رجال' صحیح کے رجال ہیں۔

(مجمع الزوائد۳:۱۷۶)

شیخ ابن رجب کا اس پر تبصرہ یہ ہے۔

واسناده علی شرط البخاری

اس کی سند امام بخاری کے شرائط پر ہے۔

حضرت سفیان بن عینیہ کا قول

بخاری میں حضرت سفیان بن عینیہ کا قول منقول ہے۔

ما کان فی القرآن ما ادراک فقد اعلمه وما قال یدرک فانه لم یعلمه

(البخاری' باب فضل لیلة القدر)

قرآن میں جس چیز کا بیان "وما ادرک" کے ساتھ ہے اس کا آپ کو علم عطا کیا گیا ہے اور جس کا ذکر "یدرک" کے ساتھ ہے اس کا علم آپ کو نہیں۔

شیخ ابوحاتم رازی سے ان کا یہ قول ان الفاظ میں منقول ہے۔

کل شئی فی القرآن وما ادراک فقد اخبره به وما یدریک فلم یخبره به

(عمدۃ القاری ۱۱:۱۳۰)

جس کا ذکر قرآن میں وما ادراک سے ہے اس پر آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا ہے اور جس کا تذکرہ وما یدریک سے ہے اس کی خبر آپ ﷺ کو نہیں دی گئی۔

حافظ ابن حجر اس قول کے تحت رقمطراز ہیں۔

ومقصود ابن عینیه انه صلی الله علیه وسلم کان یعرف تعیین لیلة القدر

(فتح الباری ۴:۱۳۰)

امام ابن عینیہ کا مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ شب قدر کو معین طور پر جانتے تھے۔

دوسرے حصہ کا رد

مذکورہ ضابطہ کے پہلے حصہ کو تسلیم کیا گیا ہے مگر دوسرے حصہ کو کامل طور پر نہیں بلکہ جزوی طور پر تسلیم کیا گیا ہے محدثین کرام نے اس پر سوال اٹھایا ہے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ۔

وما یدریک لعله یزکی — اور تمہیں کیا معلوم' شاید! وہ ستھرا ہو۔

نابینا صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آپ ﷺ ان کے حال سے واقف تھے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وقد تعقب هذا الحصر بقوله تعالی لعله یزکی فانها نزلت فی ابن ام مکتوم وقد علم صلی الله علیه وسلم بحاله وانه ممن تزکی و نفعته الذکری
(فتح الباری ۴:۳۰۶)

اس حد بندی پر اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی وما یدرک لعله یزکی سے اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ آیت مبارکہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اور آپ ﷺ ان کے بارے میں خوب جانتے تھے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو تزکیہ پانے والے اور نصیحت سے نفع اٹھاتے والے ہیں۔

یعنی ان کا یہ کہنا کہ یہاں "وما یدریک" کا لفظ آیا ہے اس کا علم حضور ﷺ کو عطا نہیں کیا گیا محل نظر ہے کیونکہ مذکورہ آیات میں "وما یدریک" ہے حالانکہ آپ ﷺ کو اس کا علم تھا۔

محدثین کی تائید

یہ بات تو مسلمہ ہے کہ اس سال شب قدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا لیکن محدثین نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا اس کے بعد آپ ﷺ کو اس کی تعیین کا علم تھا یا نہیں؟

امام بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے ان الفاظ میں سوال ذکر کیا ہے۔

لما تقرر ان الذی ارتفع علم تعیینها فی تلک السنة فهل اعلم النبی صلی الله علیه وسلم بعد ذلک بتعیینها

جب یہ بات ثابت ہے کہ اس سال شب قدر کی تعیین کا علم اٹھالیا گیا ہے تو کیا اس کے بعد حضور ﷺ اس کا معین طور پر علم رکھتے ہیں۔

اور دونوں نے جواب میں حضرت سفیان بن عیینہ کے حوالے سے کہا۔

انه اعلم بعد ذلک تعیینها
(عمدۃ القاری ۱۱:۱۳۸) (فتح الباری ۴:۲۱۷)

اس سال کے بعد آپ ﷺ کو شب قدر کی تعیین کا علم تھا۔

اور دور قریب کے عظیم محدث شیخ عبداللہ الصدیق الغماری اس مسئلہ پر رقمطراز ہیں۔

قلت والصحیح انه صلی الله علیه وسلم کان یعلمها

صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ شب قدر کے بارے میں علم رکھتے تھے۔

(غایۃ الاحسان:۵۳)

الغرض ان سات شواہد سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ سرور عالم ﷺ کو شب قدر کا معین طور پر علم تھا اس کا انکار ہرگز مناسب نہیں۔

اشکال کا جواب

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے اس کا جواب بھی دینا ضروری ہے اشکال یہ ہے شیخ محمد بن نصر نے حضرت واہب المعافری سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے عرض کیا۔

هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلم لیلة القدر؟

کیا رسول اللہ ﷺ شب قدر کے بارے میں جانتے تھے؟

انہوں نے فرمایا۔

لا لو علمها لما اقام الناس غیرها (فتح الباری ۴:۲۱۷)

نہیں اگر جانتے ہوتے تو لوگوں سے دیگر راتوں میں قیام نہ کرواتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ ان کا یہ قول محض اجتہاد ہے حتمی بات نہیں کیونکہ

لاحتمال ان یکون التعبد وقع بذلک ایضاً فیحصل الاجتهاد فی جمیع العشر
(فتح الباری ۴:۲۱۷)

یہ بھی تو احتمال ہے کہ اس ذریعہ سے بھی عبادت کی جائے تاکہ پورے عشرہ میں عبادت الٰہی میں محنت و جدوجہد رہے۔

ارشاد نبوی سے تائید

حافظ ابن حجر کی رائے پر حضور ﷺ کا ارشاد گرامی شاہد ہے جب حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے لیلۃ القدر کے بارے میں آگاہ فرمائیے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لولا ان تترک الناس الصلاة الا تلک اللیلة لاخبرتک
(مجمع الزوائد ۳:۱۷۸)

اگر لوگ اس رات کے علاوہ (بقیہ راتوں) میں عبادات ترک نہ کردیں تو میں شب قدر پر مطلع کردوں۔

یعنی مخفی رکھنے کا مقصد یہی ہے کہ لوگ زیادہ سے زیادہ بارگاہ خداوندی میں حاضری کی سعادت حاصل کرتے رہیں۔

ماہ صیام نمبر
جوہرآباد
دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
انوارِ رضا
787/92/66 رمضان المبارک ۱۴۲۷ ہجری
ذوقِ عبادت کی تسکین کیسے؟

انتخاب: ملک محمد جمیل اقبال (ڈڈیال آزاد کشمیر)

۲۰ تراویح پر اجماع امت

تحریر......... شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

صحابہ وتابعین کرام وخلفائے راشدین وآئمہ اربعہ سیدنا امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، حضور غوث اعظم، امام نووی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، محدثین ومفسرین سب کا یہی مذہب ہے کہ رمضان المبارک میں بیس تراویح ہی مسنون ہیں۔

تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ ہر چار رکعت کے بعد آرام کرنے کو کہتے ہیں۔ لفظ جمع کا اطلاق مافوق الاثنین پر ہوتا ہے۔ لفظ تراویح کی حیثیت اہل حدیث کے اصول آٹھ رکعت کو باطل کرتی ہے۔ ان کو چاہیے کہ وہ آٹھ رکعت کو ترویحتین کے لفظ تثنیہ سے استعمال کیا کریں۔ کیونکہ ترویحتین کے معنی آٹھ رکعت کے ہو سکتے ہیں۔ لفظ تراویح مذہب حقہ اہلسنت وجماعت کے اصول بیس رکعت کی تائید کرتا ہے۔ یہ لفظ تراویح کی تشریح تھی۔ اب وہ احادیث ملاحظہ فرمائیے جن سے بیس رکعت تراویح کا بصراحت ثبوت ملتا ہے۔

پہلی حدیث

عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة (الخ)

سائب اصحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلمان رمضان شریف میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ (بیہقی، سنن کبریٰ، جلد ۲، ص ۴۹۶)

دوسری حدیث

عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعة (رواه مالک)

یزید ابن رومان فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابہ وتابعین) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تئیس رکعت، تراویح مع وتر پڑھتے تھے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں اور بیہقی نے سنن کبریٰ میں بیان فرمایا ہے۔

تیسری حدیث

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا فیصلی بهم عشرین رکعة

(رواه ابوبکر بن ابی شعبہ فی مصنفہ)

یحیٰی ابن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

چوتھی حدیث

عن زید بن وهب قال کان عبدالله بن مسعود یصلی لنافی شهر رمضان فیصرف وعلیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلث

(عینی شرح بخاری)

زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھا کر نکلتے تو ابھی رات باقی ہوتی۔ اعمش فرماتے ہیں کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

پانچویں حدیث

قال العطا تابعی ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر

(رواه ابن ابی شیبہ)

عطا تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو تئیس رکعت تراویح معہ وتر پڑھتے پایا۔

چھٹی حدیث

عن عمر انه جمع الناس علی ابن بن کعب فکان یصلی بهم فی شهر رمضان عشرین رکعة

وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح رمضان شریف میں پڑھاتے تھے۔

(مصابیح وغیرہ)

ساتویں حدیث

دعا القراء فی رمضان فامر رجلا منهم یصلی بالناس عشرین رکعة وکان یصلی یوتر بهم

(ابن تیمیہ "منهاج السنہ" جلد ۲، ص ۲۲۴)

ان علیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ہر ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے اور خود حضرت علی ان کو وتر پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث

روی الحارث بن ابی ویاب عن السائب بن یزید قال کان الصیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعه

(عینی شرح بخاری، ص ۳۵۷، جلد ۵)

حضرت سائب صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں قیام (تراویح) تیئس رکعت ہوتا تھا۔ (بیس تراویح اور تین وتر)

نویں حدیث

عن سائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعته فالوتر

(معرفت السنن البیہقی)

"سائب صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہم بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔"

دسویں حدیث

کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعته ویوتر بثلث

(آثار السنن، ص ۵۵)

حضرت ابی ابن کعب لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعت (تراویح) مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے اور تین رکعت وتر۔

سرکار مدنی ﷺ کا خصوصی حکم

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجد

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ عمل کو لازم پکڑو اور اس پر دانتوں کے کیلیں جمادو۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خلفائے راشدین کی اتباع اور پیروی میری اتباع اور پیروی ہے۔

چاروں امام بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے

امام اعظم، امام شافعی، امام مالک و امام احمد بن حنبل علیہم اجمعین ہمیشہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اگر آٹھ رکعت تراویح کا کہیں ثبوت ہوتا تو ان میں سے کوئی ایک ہی پڑھتا۔ نہ آٹھ تراویح کا کہیں ثبوت ہے اور نہ ہی انہوں نے پڑھیں۔ چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن ذالک قول ابی حنیفة والشافعی واحمد ان صلوٰة التراویح فی شهر رمضان عشرون رکعة وانا فی الجماعة افضل مع قول مالک فی احدی الروایات عنه ستة و ثلاثون رکعة

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بیس رکعت تراویح فرماتے ہیں اور جماعت کے ساتھ افضل کہتے ہیں اور امام مالک ایک روایت میں چھتیس رکعت فرماتے ہیں۔

خلاصہ: بیس رکعت تراویح سے کم کسی امام کا بھی مذہب نہ ہوا بلکہ امام مالک کے نزدیک چھتیس ہیں۔

امام نووی شارح مسلم شریف کا فیصلہ

اعلم ان صلوٰة التراویح سنة باتفاق العلماء وهی عشرون رکعة

(کتاب الاذکار، ص ۸۳)

نماز تراویح (عرب و عجم) کے علماء کے اتفاق سے بیس رکعت ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق

والذی استقره الامر علیه واشهر من الصحابه والتابعین ومن بعدهم اجمعین هو العشرون رکعه من الصدر الاول الی الان (ماثبت بالسنه)

صدر اول سے لے کر آج تک بیس رکعت تراویح پڑھی صحابہ اور تابعین اور سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

الثالثه التراویح وهی عشرون رکعه و کیفیتها مشهوره وهی سنة موکده

(احیاء العلوم شریف، جلد اول ۱۳۹)

بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہیں۔

حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

صلوه التراویح سنه النبی صلی الله علیه وسلم هی عشرون رکعه

مقام انصاف

"نماز تراویح رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور وہ ہے بیس رکعت۔"

حضرت امیر المومنین اور دیگر خلفائے راشدین وائمہ اربعہ، غزالی، غوث الاعظم، امام نووی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان سب کے نزدیک بیس رکعت تراویح ہی مسنون ہیں۔

الغرض صحابہ وتابعین وخلفائے راشدو آئمہ اربعہ امام شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی، حضور غوث الاعظم امام نووی شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان سب کے نزدیک بیس رکعت تراویح ہی مسنون ہیں۔

مسائل تراویح

۲۰ رکعت تراویح ہر غیر معذور مرد وعورت کے لیے سنت موکدہ ہے۔ مستورات گھر میں پڑھیں اور مرد کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر۔ مسئلہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا اور تسبیح وتحلیل یا درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ تسبیح کے کلمات یہ ہیں۔

سبحانَ ذِی المُلک والملکوت سبحان ذی العزۃ و العظمۃ والھیبۃ والقدرۃ والکبریا والجبروت سبحانَ الملک الحی الذی لا ینام ولایموت سبوحٌ قدوسٌ ربنا و رب الملئکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ و نسئلک الجنۃ ونعوذُ بک من النار

مسئلہ: تراویح کے بعد لوگوں کو بیٹھنا ناگوار ہو تو نہ بیٹھیں۔ مسئلہ: تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔ مسئلہ: اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو یا جماعت تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان، خوش عقیدہ، صحیح خواں، متبع سنت ہو اوران وجوہ سے مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے، جائز ہے۔ مسئلہ: اور امام محلہ بدعقیدہ یا ریش بریدہ ہو تو دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے۔ مسئلہ: ایک امام کو دو مسجدوں میں پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ مسئلہ: ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔ مسئلہ: اگر فرض جماعت سے نہ پڑھ سکا تو اس کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز ہے۔ اگر فرض اور تراویح دونوں جماعت سے ادا نہیں کیے تو اس کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے۔ لہٰذا اگر تارک جماعت فرض اور تراویح یا فقط تارک جماعت فرض وتر با جماعت پڑھے گا تو فعل مکروہ کا مرتکب ہوگا اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔ بعض مساجد میں تراویح میں نابالغ لڑکوں کو امام بنایا جاتا ہے جو باوجود نابالغ ہونے کے مسائل صلوۃ سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ نماز تراویح سنت موکدہ ہے اور نابالغ کی نماز خالص نفل ہے۔ لہٰذا نابالغ لڑکے کے پیچھے سنن موکدہ ادا نہیں ہوتیں اور نیز بعض مسجدوں میں ریش بریدہ امام مقرر کیے جاتے ہیں۔ داڑھی منڈوانے والے اور ایک مشت سے کم رکھنے والے کی امامت مکروہ تحریمہ ہے۔ ایسوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ

تحریمہ ہوتی ہے جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ مسئلہ: سونے کی انگوٹھی پہننا، خالص ریشمی لنگی، قمیص اور تہبند مرد کو استعمال کرنا حرام ہے اور اس کے ساتھ نماز بھی مکروہ ہوگی۔ مسئلہ بد مذہبوں اور بے دینوں کو امام بنانا مطلقاً ناجائز ہے۔

یونہی رمضان کے خاص اعمال میں سے ایک اعتکاف بھی ہے۔ اعتکاف کیا ہے؟ ہر طرف سے منقطع ہو کر اللہ کے در پر پڑ جانا اور اس سے لو لگا کے بیٹھ جانا۔ اس کا اصل وقت رمضان کا آخری عشرہ ہے۔ یوں تو رمضان کا پورا مہینہ خاص رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے لیکن اس حیثیت سے اس کا آخری عشرہ پہلے دونوں عشروں سے بڑھا ہوا ہے کہ قرآن پاک کا نزول بھی آخری عشرہ ہی میں ہوا تھا۔ شب قدر بھی اسی عشرہ میں آتی ہے۔ اس لیے اعتکاف کے لیے اسی عشرہ کو مقرر کیا گیا۔

رمضان کے دنوں میں صیام اور راتوں میں قیام، تو ایمان والوں کے لیے رمضان کے مجاہدہ اور رمضان کی عبادت کا عام نصاب ہے۔ پھر اللہ کے جو بندے رحمت والے اس مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں میں خاص حصہ لینا چاہیں ان کے لیے خاص نصاب اعتکاف ہے۔ یعنی اللہ کی کسی مسجد میں اپنے جسم کو مقید کر دے۔ حاجت بشری کے سوا وہاں سے نہ نکلے۔ اسی طرح اپنے باطن کو صرف اللہ کی طرف متوجہ کر دے۔ اسی کی یاد ہو، اسی کا دھیان ہو۔ اسی کی عبادت ہو، اسی کی تسبیح وتقدیس ہو۔ اسی سے ڈرنا، اسی کے حضور میں رونا اور تڑپنا ہو۔ اسی کے سامنے گڑگڑانا ہو، غرض وہاں بس وہ بندہ ہو اور اس کا رب کریم۔

حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ رمضان کے آخری عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے تھے۔ ایک سال کسی وجہ سے آپ اعتکاف نہیں کر سکے تو اگلے سال آپ نے ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا اور ایک سال ایسا بھی ہوا کہ رمضان کے پورے مہینہ میں آپ معتکف رہے۔

اللہ تعالیٰ جن کو توفیق دے وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کریں اور جن کے لیے کسی وجہ سے اس کا موقع نہ ہو، وہ بھی اتنا ضرور کریں کہ آخری عشرہ میں اپنے دوسرے مشغلوں کو کم سے کم کر دیں اور دن رات زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کے ذکر میں، قرآن مجید کی تلاوت میں، اللہ کی عبادت میں اور اس کے ذکر میں مصروف اور دعا واستغفار میں مشغول رہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان کی آخری دس راتوں میں خود بھی جاگتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیداری کا حکم فرماتے تھے اور ترغیب دیتے تھے۔

۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت موکدہ کفایہ ہے۔ یعنی تمام شہر کے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے۔ گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک سنت کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ مسئلہ: اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ مسئلہ: بعد نیت اعتکاف حد مسجد سے نکلنا،

بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں کے، حرام ہے۔ مسئلہ: انسانی حاجتیں پیشاب، پاخانہ اور نہانا ہے (اگر نہانے کی حاجت ہو) اور استنجا کرنا اور وضو کرنا ہے۔ مسئلہ: اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے۔ مسئلہ: اور حاجات شرعی میں نماز جمعہ ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کو ایسے وقت میں جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعدہ چھ رکعت سنت پڑھے۔ بلا ضروریات مذکورہ معتکف کو مسجد سے باہر نکلنا مکروہ ہے مگر جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں معتکف کو کھانا، پینا، سونا، دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا، مسائل دینی کا بیان کرنا، بزرگانِ دین وانبیاء کرام کے حالات بیان کرنا، اگر ضرورت پڑے تو مسجد میں لائے بغیر خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔

جمعۃ الوداع

حضور سید عالم، نور مجسم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جمعہ کا دن سید الایام اور تمام دنوں سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص کا یہ دن سلامتی و رحمت اور عبادت وریاضت میں گزرا اللہ تعالیٰ اسے ہفتہ بھر کی آفات وبلیات سے محفوظ رکھے گا۔ ایک حدیث میں ہے الجمعۃ عید للمومنین جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔ جمعہ اور عید میں بہت سے امور مشترک ہیں۔ جمعہ کے دن غسل کرنا، اجلا لباس پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ اور یہ چیزیں عید کے دن بھی مسنون ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں میں با جماعت دو دو رکعت ہیں۔ دونوں میں اجتماعیت ہے اور خطبہ لازمی ہے۔ جمعہ کی قضا ہے نہ عید کی، جماعت اگر فوت ہو جائے تو تنہا آدمی جمعہ ادا کرسکتا ہے اور نہ ہی عید۔ جمعہ قضا ہو جائے تو ظہر پڑھی جائے۔ قرآن مجید میں جمعہ کے احکام سورۂ جمعہ میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ساعت ہوتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں وہ ساعت نماز عصر کے بعد آتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو عصر کی نماز سے فراغت کے بعد مغرب کی نماز کے انتظار میں لگا رہے۔ ذکر وفکر میں مشغول رہے اور اپنے مقصد کو پیش نظر رکھے۔ یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لیے سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اونٹ کے صدقہ کے برابر ثواب دیتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر جانے والے کو گائے کے صدقہ کے برابر، تیسرے نمبر پر جانے والے کو مینڈھے کے برابر، چوتھے نمبر پر جانے والے کو مرغی کے صدقہ کے برابر اور پانچویں نمبر پر جانے والے کو ایک انڈے کے صدقہ کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب خطیب خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو فرشتے بھی سننے کے لیے مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ صرف جلدی جانے کا ثواب ہے اور نماز کا ثواب

الگ ہے اور وہ بہت زیادہ ہے۔ ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے والے کے وہ تمام گناہ جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان ہوتے ہیں، بخش دیئے جاتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کسی بھی ہفتے کا ہو مومنوں کے لیے باعث برکت ورحمت اور موجب نجات و مغفرت ہے۔ لیکن رمضان المبارک کا آخری جمعہ جو جمعۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، نور علیٰ نور اور قران السعدین ہے۔ جمعۃ الوداع مسلمانوں کی عظمت وشوکت اور ہیبت وجلالت کا عظیم مظہر ہے۔ اس دن لوگ انبوہ در انبوہ جامع مساجد کی طرف اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ ایسے میں ملائکہ انہیں اپنے جھرمٹ میں لے لیتے ہیں اور حریم ناز سے رحمت ومغفرت کی بارش ہوتی ہے۔ جمعۃ الوداع کا یہ مبارک دن بلاشبہ دعاؤں کی مقبولیت کا دن ہے۔ ان دن امت مسلمہ کی فلاح وبہبود اور عالم اسلام کے عزت وغلبہ کے لیے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ اس دن قضا عمری نام کی کوئی نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عمر بھر کی قضائیں اس ایک ہی سجدے میں ادا ہو جاتی ہیں۔

عوام میں یہ خیال نامعلوم کیسے اور کہاں سے رواج پا گیا۔ بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعۃ الوداع کی قضا عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لیے بہر حال ان فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا ضروری ہے۔

انتخاب: پیر سید فیض الحسن شاہ بخاری (سجادہ نشین بہاری شریف)

بہارِ شریعت کی روشنی میں

روزہ اوراعتکاف کا بیان

تحریر............صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (۲:۱۸۳تا۱۸۷)

ترجمہ......" اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے تا کہ تم گناہوں سے بچو۔ چند دنوں کا پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں ایک مسکین کا کھانا، پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ماہ رمضان میں جس میں قرآن اتارا گیا۔

لوگوں کی ہدایت کو اور حق و باطل میں جدائی بیان کرنے کے لئے۔ تو تم میں جو کوئی مہینہ پائے تو اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے سختی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تمہیں چاہئے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور اس امید پر کہ شکر گزار ہو جاؤ اس کے اور اے محبوب ﷺ! جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارے تو انہیں چاہئے کہ میری بات قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں اس امید پر کہ راہ پائیں۔ تمہارے لئے روزے کی رات میں عورتوں سے جماع حلال کیا گیا۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہیں۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے تھے تو تمہاری توبہ قبول کی اور تم سے معاف فرمایا تو اب ان سے جماع کرو اور اسے چاہو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھا اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا سپید ڈورا سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور ان سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جاؤ' اللہ اپنی نشانیاں یونہی بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ بچیں۔"...... روزہ بہت عمدہ عبادت ہے اس کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئیں۔ ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے' اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔ امام احمد و نسائی کی روایت انہی سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ رمضان آیا یہ برکت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کئے' اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کے طوق ڈال دیئے جاتے ہیں اور اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ بے شک محروم ہے۔

حدیث ۲: ابن ماجہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں رمضان آیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا' یہ مہینہ آیا اس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا اور

اس کی خیر سے وہی محروم ہوگا جو پورا محروم ہے۔

حدیث ۳: بیہقی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہتے ہیں' جب رمضان کا مہینہ آیا رسول اللہ ﷺ سب قیدیوں کو رہا فرما دیتے اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔

حدیث ۴: بیہقی شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ نبی ﷺ نے فرمایا جنت ابتدائے سال سے سال آئندہ تک رمضان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے ایک ہوا حورِ عین پر چلتی ہے۔ وہ کہتی ہیں' اے رب تو اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے ان کو شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے ٹھنڈی ہوں۔

حدیث ۵: امام احمد ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں رمضان کی آخر شب میں اس امت کی مغفرت ہوتی ہے۔ عرض کی گئی کیا وہ شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں و لیکن کام کرنے والے کو اس وقت مزدوری پوری دی جاتی ہے جب وہ کام پورا کرلے۔

حدیث ۶: بیہقی شعب الایمان میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخر دن میں وعظ فرمایا' فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا برکت والا مہینہ آیا وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے اور اس کی رات میں قیام (نماز پڑھنا) تطوع (یعنی سنت) جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور اس میں جس نے فرض ادا کیا تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ مواسات کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہوں کے لئے مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور اس افطار کرانے والے کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملے گا بغیر اس کے کہ اس کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں کا ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے روزہ افطار کرائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلایا اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا اول رحمت ہے اور اس کا اوسط مغفرت ہے اور اس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرما دے گا۔

حدیث ۷: صحیحین و سنن ترمذی و نسائی و صحیح ابن خزیمہ میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

مروی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ کا نام ریان ہے۔ اس دروازہ سے وہی جائیں گے جو روزے رکھتے ہیں۔

حدیث ۸: بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لئے رمضان کا روزہ رکھے گا' اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لئے رمضان کی راتوں کا قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جو ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لئے شب قدر کا قیام کرے گا اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حدیث ۹: امام احمد و حاکم اور طبرانی کبیر میں اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روزہ و قرآن بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے رب میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن میں اسے روک دیا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ قرآن کہے گا' اے رب میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے بارے میں قبول کر۔ دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔

حدیث ۱۰: صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت' اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی کے روزہ کا دن ہو تو نہ بے ہودہ بکے اور نہ چیخے۔ پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ اسی کے مثل امام مالک و ابوداؤد و ترمذی و نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی۔

حدیث ۱۱: طبرانی اوسط میں اور بیہقی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ عزوجل کے نزدیک اعمال، سات قسم کے ہیں دو عمل واجب کرنے والے اور دو کا بدلہ ان کے برابر ہے اور ایک عمل کا بدلہ دس گنا اور ایک عمل کا معاوضہ سات سو ہے اور ایک وہ عمل ہے جس کا ثواب اللہ ہی جانے۔ وہ دو جو واجب کرنے والے ہیں' ان میں سے ایک یہ کہ جو خدا سے اس حال میں ملے کہ خالص اس کی عبادت کرتا تھا' کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرتا تھا۔ اس کے لئے جنت واجب۔ دوسرا یہ کہ جو خدا سے ملا اس حال میں کہ اس نے شریک کیا ہے تو اس کے لئے جہنم واجب اور جس نے برائی کی اس کو اسی قدر [illegible] اور جس نے نیکی کا [illegible]

اور جس نے نیکی کی اسے دس گنا ثواب ملے گا اور جس نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اس کو سات سو کا ثواب

ملے گا' ایک درہم کا سات سو درہم اور ایک دینار کا ثواب سات سو دینار۔ اور روزہ اللہ عزوجل کے لئے ہے اس کا ثواب اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

حدیث ۱۲ تا ۱۵: امام احمد باسناد حسن اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا' روزہ سپر ہے اور دوزخ سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔ اسی کے قریب قریب جابر و عثمان بن ابی العاص و معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی۔

حدیث ۱۶' ۱۷: ابویعلیٰ بیہقی سلمہ بن قیس اور احمد بزار ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جس نے اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور کردے گا جیسے کوا کہ جب بچہ تھا اس وقت سے اڑتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہوکر مرا۔

حدیث ۱۸: ابویعلیٰ و طبرانی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اگر کسی نے ایک دن نفل روزہ رکھا اور زمین بھرا سے سونا دیا جائے جب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا اس کا ثواب تو قیامت ہی کے دن ملے گا۔

حدیث ۱۹: ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر شے کے لئے زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔

حدیث ۲۰: نسائی و ابن خزیمہ و حاکم ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی عرض کی یارسول اللہ! مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے ارشاد فرمایا' روزہ کو لازم کرلو کہ اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ میں نے عرض کی مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے۔ ارشاد فرمایا روزہ کو لازم کرلو اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ انہوں نے پھر وہی عرض کی وہی جواب ارشاد ہوا۔

حدیث ۲۱ تا ۲۶: بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور فرمادے گا اور اسی کے مثل نسائی و ترمذی و ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اور طبرانی' ابودرداء اور ترمذی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں' فرمایا کہ اس کے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ اتنی بڑی خندق کردے گا جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے اور طبرانی کی روایت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دور ہوگی اور ابویعلیٰ کی روایت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ غیر رمضان میں اللہ کی راہ میں روزہ رکھا تو تیز گھوڑے کی رفتار سے سو برس کی مسافت پر جہنم سے دور ہوگا۔

حدیث ۲۷: بیہقی، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی۔

حدیث ۲۸: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' تین افراد کی دعا رد نہیں کی جاتی' روزہ دار جس وقت افطار کرتا ہے اور بادشاہ عادل اور مظلوم کی دعا۔ اس کو اللہ تعالیٰ ابر سے اوپر بلند کرتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور رب عزوجل فرماتا ہے' مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑے زمانہ بعد۔

حدیث ۲۹: ابن حبان و بیہقی ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں' جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کی حدود کو پہچانا اور جس چیز سے بچنا چاہئے اس سے بچا تو جو پہلے کرچکا ہے اس کا کفارہ ہوگیا۔

حدیث ۳۰: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں جس نے مکہ میں ماہ رمضان پایا اور روزہ رکھا اور رات میں جتنا میسر آیا قیام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اور جگہ کے ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھے گا اور ہر دن ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر رات ایک گردن آزاد کرنے کا ثواب اور ہر روز جہاد میں گھوڑے پر سوار کردینے کا ثواب اور ہر دن میں حسنہ اور ہر رات میں حسنہ لکھے گا۔

حدیث ۳۱: بیہقی، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ باتیں دی گئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔ اول یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے اللہ عزوجل ان کی طرف نظر فرماتا ہے اور جس کی طرف نظر فرمائے گا اسے کبھی عذاب نہ کرے گا۔ دوسری یہ کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے۔ تیسری یہ کہ ہر دن اور رات میں فرشتے ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتا ہے۔ کہتا ہے' مستعد ہوجا اور میرے بندوں کے لئے مزین ہوجا قریب ہے کہ دنیا کی تعب سے یہاں آکر آرام کریں۔ پانچویں یہ کہ جب آخر رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ کسی نے عرض کی، کیا وہ شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں' کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں' جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت مزدوری پاتے ہیں۔

حدیث ۳۲ تا ۳۴: حاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' سب لوگ منبر کے پاس حاضر ہوں۔ ہم حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ منبر کے پہلے درجہ پر چڑھے کہا آمین دوسرے پر چڑھے کہا آمین' تیسرے پر چڑھے کہا آمین۔ جب منبر سے تشریف لائے ہم نے عرض کی' آج ہم نے حضور ﷺ سے ایسی بات سنی کہ کبھی نہ سنتے تھے۔ فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کی وہ شخص دور ہو جس نے رمضان پایا اور اپنی مغفرت نہ کرائی۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں

دوسرے درجہ پر چڑھا تو کہا وہ شخص دور ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور مجھ پر درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا کہا وہ شخص دور ہو جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آئے اور ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے۔ میں نے کہا آمین۔ اسی کے مثل ابو ہریرہ و حسن بن مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابن حبان نے روایت کی۔

حدیث ۳۵: اصبہانی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندہ کی طرف نظر فرمائے تو اسے کبھی عذاب نہ دے گا اور ہر روز دس لاکھ کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کئے ان کے مجموعہ کی برابر اس ایک رات میں آزاد کرتا ہے پھر جب عید الفطر کی رات آتی ہے ملائکہ خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے۔ فرشتوں سے فرماتا ہے اے گروہ ملائکہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے۔ جس نے کام پورا کر لیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اس کو پورا اجر دیا جائے اللہ عزوجل فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔

حدیث ۳۶: ابن خزیمہ نے ابو مسعود غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے فرمایا اگر بندوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

حدیث ۳۷: بزار و ابن خزیمہ و ابن حبان عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! فرمایئے تو اگر میں اس کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اللہ کے رسول ہیں اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور اس کی راتوں کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہونگا۔ فرمایا صدیقین اور شہداء میں سے۔

مسائل فقہ۔ روزہ عرف شرع میں مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپ کو قصداً کھانے، پینے، جماع سے باز رکھنا، عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ (کتب عامہ) مسئلہ: روزے کے تین درجے ہیں۔ ایک عام لوگوں کا روزہ کہ یہی پیٹ اور شرمگاہ کو کھانے پینے جماع سے باز رکھنا۔ دوسرا خواص کا روزہ کہ ان کے علاوہ کان آنکھ زبان ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء کو گناہ سے باز رکھنا۔ تیسرا خاص الخاص کا کہ جمیع ماسوی اللہ سے اپنے کو بالکلیہ جدا کر کے صرف اسی کی طرف متوجہ رہنا۔ (جوہرہ نیرہ) مسئلہ: روزہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، نفل، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی۔ فرض و واجب کی دو قسمیں ہیں۔ معین و غیر معین۔ فرض معین جیسے ادائے رمضان۔ فرض غیر معین، جیسے قضائے رمضان اور روزہ کفارہ، واجب معین جیسے نذر معین۔ واجب غیر معین جیسے نذر مطلق۔

نفل دو ہیں نفل مسنون نفل مستحب جیسے عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی اور ہر مہینے میں تیرھویں چودھویں پندرھویں اور عرفہ کا روزہ پیر اور جمعرات کا روزہ، شش عید کے روزے، صوم داؤد علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ ایک دن افطار۔ مکروہ تنزیہی جیسے صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔ نیروز و مہرگان کے دن روزہ۔ صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا) صوم سکوت (یعنی ایسا روزہ جس میں کچھ بات نہ کرے) صوم وصال کہ روزہ رکھ کر افطار نہ کرے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھے۔ یہ سب مکروہ تنزیہی ہیں۔ مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: روزے کے مختلف اسباب ہیں۔ روزۂ رمضان کا سبب ماہ رمضان کا آنا۔ روزہ نذر کا سبب منت ماننا، روزۂ کفارہ کا سبب قسم توڑنا یا قتل یا ظہار وغیرہ۔ (عالمگیری) مسئلہ: ماہ رمضان کا روزہ فرض جب ہوگا کہ وہ وقت جس میں روزہ کی ابتداء کر سکے پالے یعنی صبح صادق سے ضحوۂ کبریٰ تک کہ اس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہو سکتی لہٰذا روزہ نہیں ہو سکتا اور رات میں نیت ہو سکتی ہے مگر روزہ کی محل نہیں لہٰذا اگر مجنون کو رمضان کی کسی رات میں ہوش آیا اور صبح جنون کی حالت میں ہوئی یا ضحوۂ کبریٰ کے بعد کسی دن ہوش آیا تو اس پر رمضان کے روزے کی قضا نہیں۔ جب پورا رمضان اسی جنون میں گزر جائے اور ایک دن بھی ایسا وقت مل گیا جس میں نیت کر سکتا ہے تو سارے رمضان کی قضا لازم ہے۔ (درمختار) مسئلہ: رات میں روزہ کی نیت کی اور صبح غشی کی حالت میں ہوئی اور یہ غشی کئی دن تک رہی تو صرف پہلے دن کا روزہ ہوا باقی دنوں کی قضا رکھے اگرچہ پورے رمضان بھر غشی رہی اگرچہ نیت کا وقت نہ ملا۔ (جوہرہ، درمختار)

مسئلہ: ادائے روزہ رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے اس وقت میں جب نیت کر لے یہ روزے ہو جائیں گے لہٰذا آفتاب ڈوبنے سے پہلے نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر بے ہوش ہو گیا اور ضحوۂ کبریٰ کے بعد ہوش آیا تو یہ روزہ نہ ہوا اور آفتاب ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو ہو گیا۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: ضحوۂ کبریٰ نیت کا وقت نہیں بلکہ اس سے پیشتر نیت ہو جانا ضرور ہے اور اگر خاص اس وقت یعنی جس وقت آفتاب خط نصف النہار شرعی پر پہنچ گیا نیت کی تو روزہ نہ ہوا۔ (درمختار)

مسئلہ: نیت کے بارے میں نفل عام ہے سنت و مستحب و مکروہ سب کو شامل ہے کہ ان سب کے لئے نیت کا وہی وقت ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: جس طرح اور جگہ بتایا گیا کہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے زبان سے کہنا شرط نہیں یہاں بھی وہی مراد ہے مگر زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اگر رات میں نیت کرے تو یوں کہے..... "نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَداً لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ھٰذَا" ..... یعنی میں نے نیت کی کہ اللہ عزوجل کے لئے اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا اور دن میں نیت کرے تو یہ کہے ..... "نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ" ..... میں نے نیت کی کہ اللہ تعالیٰ

کے لئے آج رمضان کا فرض روزہ رکھوں گا اور اگر تبرک و طلب توفیق کے لئے نیت کے الفاظ میں ان شاء اللہ تعالیٰ بھی ملا لیا تو حرج نہیں اور اگر پکا ارادہ نہ ہو تذبذب ہو تو نیت ہی کہاں ہوئی۔ (جوہرہ نیرہ) مسئلہ: دن میں نیت کرے تو ضروری ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں صبح صادق سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت ہے کہ اب سے روزہ دار ہوں صبح سے نہیں تو روزہ نہ ہوا۔ (جوہرہ، ردالمحتار) مسئلہ: اگرچہ ان تین قسم کے روزوں کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے مگر رات میں نیت کر لینا مستحب ہے۔ (جوہرہ) مسئلہ: یوں نیت کی کہ کل کہیں دعوت ہوئی تو روزہ نہیں اور نہ ہوئی تو روزہ ہے یہ نیت صحیح نہیں بہر حال وہ روزہ دار نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ: رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت کی ہے نہ یہ کہ روزہ نہیں اگرچہ معلوم ہے کہ یہ مہینہ رمضان کا ہے تو روزہ نہ ہوا۔ (عالمگیری) مسئلہ: رات میں نیت کی پھر اس کے بعد رات ہی میں کھایا پیا تو نیت جاتی نہ رہی وہی پہلی ہی کافی ہے پھر سے نیت کرنا ضرور نہیں۔ (جوہرہ) مسئلہ: عورت حیض و نفاس والی تھی اس نے رات میں کل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے پہلے حیض و نفاس سے پاک ہو گئی تو روزہ صحیح ہو گیا۔ (جوہرہ) مسئلہ: دن میں وہ نیت کام کی ہے کہ صبح صادق سے نیت کرتے وقت تک روزہ کے خلاف کوئی امر نہ پایا گیا ہو۔ لہٰذا اگر صبح صادق کے بعد بھول کر بھی کھا پی لیا ہو یا جماع کر لیا تو اب نیت نہیں ہو سکتی (جوہرہ) مگر معتمد یہ ہے کہ بھولنے کی حالت میں اب بھی نیت صحیح ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: جس طرح نماز میں کلام کی نیت کی مگر بات نہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی یونہی روزہ میں توڑنے کی نیت سے روزہ نہیں ٹوٹے گا جب تک توڑنے والی چیز نہ کرے۔ (جوہرہ) مسئلہ: اگر رات میں روزہ کی نیت کی پھر پکا ارادہ کر لیا کہ نہیں رکھے گا تو وہ نیت جاتی رہی اگر نئی نیت نہ کی اور دن بھر بھوکا پیاسا رہا اور جماع سے بچا تو روزہ نہ ہوا۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: سحری کھانا بھی نیت ہے خواہ رمضان کے روزے کے لئے ہو یا کسی اور روزہ کے لئے مگر جب سحری کھاتے وقت یہ ارادہ ہے کہ صبح کو روزہ نہ ہوگا تو یہ سحری کھانا نیت نہیں۔ (جوہرہ، ردالمحتار) مسئلہ: رمضان کے ہر روزہ کے لئے نئی نیت کی ضرورت ہے۔ پہلی یا کسی تاریخ میں پورے رمضان کے روزہ کی نیت کر لی تو یہ نیت صرف اسی ایک دن کے حق میں ہے باقی دنوں کے لئے نہیں۔ (جوہرہ) مسئلہ: یہ تینوں یعنی رمضان کی ادا اور نفل و نذر معین مطلقاً روزہ کی نیت سے ہو جاتے ہیں خاص انہی کی نیت ضروری نہیں۔ یونہی نفل کی نیت سے بھی ادا ہو جاتے ہیں بلکہ غیر مریض و مسافر نے رمضان میں کسی اور واجب کی نیت کی جب بھی اسی رمضان کا ہوگا۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ: مسافر اور مریض اگر رمضان شریف میں نفل یا کسی دوسرے واجب کی نیت کریں تو جس کی نیت کریں گے وہی ہوگا رمضان کا نہیں (تنویر الابصار) اور مطلق روزے کی نیت کریں تو رمضان کا ہوگا۔ (عالمگیری) مسئلہ: نذر معین یعنی فلاں دن روزہ رکھوں گا۔ اس میں اگر اس دن کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا تو جس کی نیت سے روزہ رکھا وہ ہوا منت کی قضا دے۔ (عالمگیری) مسئلہ: رمضان کے مہینے میں کوئی اور روزہ رکھا

اور اسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ماہ رمضان ہے جب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ (درمختار) مسئلہ: کوئی مسلمان دارالحرب میں قید تھا اور ہر سال یہ سوچ کر کہ رمضان کا مہینہ آ گیا رمضان کے روزے رکھے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ کسی سال بھی رمضان میں نہ ہوئے بلکہ ہر سال رمضان سے پیشتر ہوئے تو پہلے سال کا تو ہوا ہی نہیں کہ رمضان سے پیشتر رمضان کا روزہ ہو نہیں سکتا اور دوسرے تیسرے سال کی نسبت یہ ہے کہ اگر مطلق رمضان کی نیت کی تھی تو ہر سال کے روزے سال گزشتہ کے روزوں کی قضا ہیں اور اگر اس سال کے رمضان کی نیت سے رکھے تو کسی سال کے نہ ہوئے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: اگر صورت مذکورہ میں تحری کی یعنی سوچا اور دل میں یہ بات جمی کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اور روزہ رکھا مگر واقع میں روزے شوال کے مہینے میں ہوئے تو اگر رات سے نیت کی تو ہو گئے کیونکہ قضا میں قضا کی نیت شرط نہیں بلکہ ادا کی نیت سے بھی قضا ہو جاتی ہے۔ پھر اگر رمضان شوال دونوں تیس تیس دن یا انتیس انتیس دن کے ہیں تو ایک روزہ اور رکھے کہ عید کا روزہ ممنوع ہے اور اگر رمضان تیس کا تھا اور شوال انتیس کا تو دو اور رکھے اور رمضان انتیس کا تھا اور یہ تیس کا تو پورے ہو گئے اور اگر وہ مہینہ ذی الحجہ کا تھا تو اگر دونوں تیس یا انتیس کے ہیں تو چار روزے اور رکھے اور رمضان انتیس کا تو پانچ اور بالعکس تو تین رکھے۔ غرض ممنوع روزے نکال کر وہ تعداد پوری کرنی ہوگی جتنے رمضان کے دن تھے۔ (عالمگیری) مسئلہ: ادائے رمضان اور نذر معین اور نفل کے علاوہ باقی روزے مثلاً قضائے رمضان اور نذر غیر معین اور نفل کی قضاء (یعنی نفلی روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اس کی قضاء) اور نذر معین کی قضا اور کفارہ کا روزہ اور حرم میں شکار کرنے کی وجہ سے جو روزہ واجب ہوا وہ اور حج میں وقت سے پہلے سر منڈانے کا روزہ اور تمتع کا روزہ ان سب میں عین صبح چمکتے وقت یا رات میں نیت کرنا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو روزہ رکھنا ہے خاص اس معین کی نیت کرے اور ان روزوں کی نیت اگر دن میں کی تو نفل ہوئے پھر بھی ان کا پورا کرنا ضروری ہے۔ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی اگرچہ یہ اس کے علم میں ہو کہ جو روزہ رکھنا چاہتا ہے یہ وہ نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ: یہ گمان کر کے کہ اس کے ذمہ روزے کی قضا ہے روزہ رکھا۔ اب معلوم ہوا کہ گمان غلط تھا تو اگر فوراً توڑ دے تو توڑ سکتا ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ پورا کر لے اور فوراً نہ توڑا تو اب نہیں توڑ سکتا توڑے گا تو قضا واجب ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: رات میں قضا روزے کی نیت کی صبح کو اسے نفل کرنا چاہتا ہے تو نہیں کر سکتا۔ (ردالمحتار) مسئلہ: نماز پڑھتے میں روزے کی نیت کی تو یہ نیت صحیح ہے۔ (درمختار) مسئلہ: کئی روزے قضا ہو گئے تو نیت میں یہ ہونا چاہئے کہ اس رمضان کے پہلے روزے کی قضا دوسرے کی قضا اور اگر کچھ اس سال کے قضا ہو گئے کچھ پچھلے سال کے باقی ہیں تو یہ نیت ہونی چاہئے کہ اس رمضان کی اور اس رمضان کی قضا اور اگر دن اور سال کو معین نہ کیا جب بھی ہو جائیں گے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: رمضان کا روزہ قصداً توڑا تھا تو اس پر اس روزہ کی قضا ہے اور ساٹھ روزے کفارہ

کے۔ اب اس نے اکٹھے روزے رکھ لئے قضا کا دن معین نہ کیا تو ہو گیا۔ (عالمگیری) مسئلہ: یوم الشک یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ کو نفل خالص کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں اور نفل کے سوا کوئی اور روزہ رکھا تو مکروہ ہے خواہ مطلق روزہ کی نیت ہو یا فرض کی، یا کسی واجب کی خواہ نیت معین کی، کی ہو یا تردد کے ساتھ یہ سب صورتیں مکروہ ہیں۔ پھر اگر رمضان کی نیت ہے تو مکروہ تحریمی ہے ورنہ مقیم کے لئے تنزیہی اور مسافر نے اگر کسی واجب کی نیت کی تو کراہت نہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو مقیم کے لئے بہر حال رمضان کا روزہ ہے اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ وہ شعبان کا دن تھا اور نیت کسی واجب کی، کی تھی تو جس واجب کی نیت تھی وہ ہوا اور اگر کچھ حال نہ کھلا تو واجب کی نیت بے کار گئی اور مسافر نے جس کی نیت کی بہر صورت وہی ہوا۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: اگر تیسویں تاریخ ایسے دن ہوئی کہ اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا تو اسے روزہ رکھنا افضل ہے مثلاً کوئی شخص پیر یا جمعرات کا روزہ رکھا کرتا ہے اور تیسویں اسی دن پڑی تو رکھنا افضل ہے یونہی اگر چند روز پہلے سے رکھ رہا تھا تو اب یوم الشک میں کراہت نہیں۔ کراہت اسی صورت میں ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھا جائے یعنی صرف تیس شعبان کو یا انتیس اور تیس کو۔ (درمختار)

مسئلہ: اگر نہ تو اس دن روزہ رکھنے کا عادی تھا نہ کئی روز پہلے سے روزے رکھے تو اب خاص لوگ روزہ رکھیں اور عوام نہ رکھیں بلکہ عوام کے لئے یہ حکم ہے کہ ضحوۂ کبریٰ تک روزہ دار کے مثل رہیں اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کے روزے کی نیت کر لیں ورنہ کھا پی لیں۔ خواص سے مراد یہاں علماء ہی نہیں بلکہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ یوم الشک میں اس طرح روزہ رکھا جاتا ہے وہ خواص میں ہے ورنہ عوام میں۔ (درمختار) مسئلہ: یوم الشک کے روزہ میں یہ پکا ارادہ کر لے یہ روزہ نفل ہے۔ تردد نہ رہے یوں نہ ہو کہ اگر رمضان ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ نفل کا یا یوں کہ اگر آج رمضان کا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہے ورنہ کسی اور واجب کا کہ یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں پھر اگر اس دن کا رمضان ہونا ثابت ہو جائے تو فرض رمضان ادا ہو گا ورنہ دونوں صورتوں میں نفل ہے اور گنہگار بہر حال ہوا اور یوں بھی نیت نہ کرے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ہے ورنہ روزہ نہیں کہ اس صورت میں نہ تو نیت ہی ہوئی نہ روزہ ہوا اور اگر نفل کا پورا ارادہ ہے مگر کبھی کبھی دل میں یہ خیال گزر جاتا ہے کہ شاید آج رمضان کا دن ہو تو اس میں حرج نہیں۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: عوام کو جو یہ حکم دیا گیا کہ ضحوۂ کبریٰ تک انتظار کریں جس نے اس پر عمل کیا مگر بھول کر کھا لیا پھر اس دن کا رمضان ہونا ظاہر ہوا تو روزہ کی نیت کر لے ہو جائے گا کہ انتظار کرنے والا روزہ دار کے حکم میں ہے اور بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (درمختار)

احکام، فضائل، مسائل

اعتکاف کا بیان

تحریر .... صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ (۲:۱۸۷) عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہوئے ہو۔ حدیث ۱: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخر عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے۔ حدیث ۲: ابوداؤد انہی سے راوی کہتی ہیں کہ معتکف پر سنت (یعنی حدیث سے ثابت) یہ ہے کہ نہ مریض کی عیادت کو جائے نہ جنازہ میں حاضر ہو نہ عورت کو ہاتھ لگائے اور نہ اس سے مباشرت کرے اور نہ کسی حاجت کے لئے جائے مگر اس حاجت کے لئے جا سکتا ہے جو ضروری ہے اور اعتکاف بغیر روزہ کے نہیں اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔ حدیث ۳: ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا وہ گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اسے اس قدر ثواب ملتا ہے جیسے اس نے تمام نیکیاں کیں۔ حدیث ۴: بیہقی امام حسین سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف کر لیا تو ایسا ہے جیسے دو حج اور دو عمرے کئے۔ مسئلہ: مسجد میں اللہ کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے اس کے لئے مسلمان عاقل اور جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے بلوغ شرط نہیں بلکہ نابالغ جو تمیز رکھتا ہے اگر بہ نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف صحیح ہے آزاد ہونا بھی شرط نہیں لہٰذا غلام بھی اعتکاف کر سکتا ہے مگر اسے مولیٰ سے اجازت لینی ہوگی اور مولیٰ کو بہر حال منع کرنے کا حق حاصل ہے۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ: مسجد جامع ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں بلکہ مسجد جماعت میں بھی ہو سکتا ہے۔ مسجد جماعت وہ ہے جس میں امام و مؤذن مقرر ہوں۔ اگرچہ اس میں پنجگانہ جماعت نہ ہوتی ہو اور آسانی اس میں ہے کہ مطلقاً ہر مسجد میں اعتکاف صحیح ہے اگرچہ وہ مسجد جماعت نہ ہو خصوصاً اس زمانہ میں کہ بہتیری مسجدیں ایسی ہیں کہ جن میں نہ امام ہیں نہ مؤذن۔ (ردالمحتار) مسئلہ: سب سے افضل مسجد حرم شریف میں اعتکاف ہے پھر مسجد نبوی میں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم۔ پھر مسجد اقصیٰ میں پھر اس میں جہاں بڑی جماعت

ہوتی ہو۔ (جوہرہ) مسئلہ: عورت کو مسجد میں اعتکاف مکروہ ہے بلکہ وہ گھر میں ہی اعتکاف کرے مگر اس جگہ کرے جو اس نے نماز پڑھنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے جسے مسجد بیت کہتے ہیں اور عورت کے لئے یہ مستحب بھی ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے کے لئے کوئی جگہ مقرر کرلے اور چاہئے کہ اس جگہ کو پاک صاف رکھے اور بہتر یہ ہے کہ اس جگہ کو چبوترے وغیرہ کی طرح بلند کرلے بلکہ مرد کو بھی چاہئے کہ نوافل کے لئے گھر میں کوئی جگہ مقرر کرلے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: اگر عورت نے نماز کے لئے کوئی جگہ مقرر نہیں کر رکھی ہے تو گھر میں اعتکاف نہیں کرسکتی البتہ اگر اس وقت یعنی جبکہ اعتکاف کا ارادہ کیا کسی جگہ کو نماز کے لئے خاص کرلیا تو اس جگہ اعتکاف کرسکتی ہے۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: خنثیٰ مسجد بیت میں اعتکاف نہیں کرسکتا۔ (درمختار) مسئلہ: اعتکاف تین قسم ہے۔ (۱) واجب کہ اعتکاف کی منت مانی یعنی زبان سے کہا محض دل میں ارادہ سے واجب نہ ہوگا۔ (۲) سنت موکدہ کہ رمضان کے پورے عشرہ اخیرہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے یعنی بیسویں رمضان کو سورج ڈوبتے وقت بہ نیت اعتکاف مسجد میں ہو اور تیسویں کے غروب کے بعد یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد نکلے۔ اگر بیسویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت موکدہ ادا نہ ہوئی اور یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے کہ اگر سب ترک کریں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور شہر میں ایک نے کرلیا تو سب بری الذمہ۔ ان دو کے علاوہ اور جو اعتکاف کیا جائے وہ مستحب و سنت غیر موکدہ ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ: اعتکاف مستحب کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ اس کے لئے کوئی خاص وقت مقرر بلکہ جب مسجد میں اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں ہے معتکف ہے چلا آیا اعتکاف ختم ہوگیا۔ (عالمگیری وغیرہ) یہ بغیر محنت ثواب مل رہا ہے کہ فقط نیت کرلینے سے اعتکاف کا ثواب ملتا ہے اسے تو نہ کھونا چاہئے مسجد میں اگر دروازہ پر یہ عبارت لکھ دی کہ "اعتکاف کی نیت کرلو اعتکاف کا ثواب پاؤ گے" تو بہتر ہے کہ جو اس سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہوجائے اور جو جانتے ہیں ان کے لئے یاددہانی ہو۔ مسئلہ: اعتکاف سنت یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو کیا جاتا ہے اس میں روزہ شرط ہے لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف کیا تو مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔ (ردالمحتار) مسئلہ: منت کے اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور یہ کہا کہ روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ رات میں روزہ نہیں ہوسکتا اور اگر یوں کہا کہ ایک دن رات کا مجھ پر اعتکاف ہے تو یہ منت صحیح ہے اور اگر آج کے اعتکاف کی منت مانی روزہ نہ رکھے گا جب بھی روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر رات کے اعتکاف کی منت مانی اور کھانا کھاچکا ہے تو منت صحیح نہیں۔ (درمختار، عالمگیری) مسئلہ: یونہی اگر ضحوۂ کبریٰ کے بعد منت مانی اور روزہ نہ تھا تو یہ منت صحیح نہیں کہ اب روزہ کی نیت نہیں کرسکتا بلکہ اگر روزہ کی نیت کرسکتا ہو مثلاً

ضحوۂ کبریٰ سے قبل جب بھی منت صحیح نہیں کہ یہ روزہ نفل ہوگا اور اس اعتکاف میں روزہ واجب درکار۔ مسئلہ: یہ ضروری نہیں کہ خاص اعتکاف ہی کے لئے روزہ ہو بلکہ روزہ ہونا ضروری ہے اگرچہ اعتکاف کی نیت سے نہ ہو مثلاً اس رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تو وہی رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لئے کافی ہیں اور اگر رمضان کے روزے تو رکھے مگر اعتکاف نہ کیا تو اب ایک ماہ کے روزے رکھے اور اس کے ساتھ اعتکاف کرے اور اگر یوں نہ کیا یعنی روزے رکھ کر اعتکاف نہ کیا اور دوسرا رمضان آگیا تو اس رمضان کے روزے اس اعتکاف کے لئے کافی نہیں۔ یونہی اگر کسی اور واجب کے روزے رکھے تو یہ اعتکاف ان روزوں کے ساتھ بھی ادا نہیں ہوسکتا بلکہ اب اس کے لئے خاص اعتکاف کی نیت سے روزے رکھنا ضروری ہیں اور اگر اس صورت میں کہ رمضان کے اعتکاف کی منت مانی تھی نہ روزے رکھے نہ اعتکاف کیا اب ان روزوں کی قضا رکھ رہا ہے تو ان قضا روزوں کے ساتھ وہ اعتکاف کی منت بھی پوری کرسکتا ہے۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: نفلی روزہ رکھا تھا اور اس دن کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت صحیح نہیں کہ اعتکاف واجب کے لئے نفلی روزہ کافی نہیں اور یہ روزہ واجب ہو نہیں سکتا۔ (عالمگیری) مسئلہ: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ منت رمضان میں پوری نہیں کرسکتا بلکہ خاص اس اعتکاف کے لئے روزے رکھنے ہوں گے۔ (عالمگیری) مسئلہ: عورت نے اعتکاف کی منت مانی تو شوہر منت پوری کرنے سے روک سکتا ہے اور اب بائن ہونے یا موت شوہر کے بعد منت پوری کرے۔ یونہی لونڈی غلام کو ان کا مالک منع کرسکتا ہے یہ آزاد ہونے کے بعد پوری کرے۔ (عالمگیری) مسئلہ: شوہر نے عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دی اب روکنا چاہے تو نہیں روک سکتا اور مولیٰ نے باندی غلام کو اجازت دے دی جب بھی روک سکتا ہے اگرچہ اب روکے گا تو گنہگار ہوگا۔ (عالمگیری) مسئلہ: شوہر نے ایک مہینے کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت لگاتار پورے مہینے کا اعتکاف کرنا چاہتی ہے تو شوہر کو اختیار ہے کہ یہ حکم دے کہ تھوڑے تھوڑے کرکے ایک مہینہ پورا کرے اور اگر کسی خاص مہینے کی اجازت دی ہے تو اب اختیار نہ رہا۔ (عالمگیری) مسئلہ: اعتکاف واجب میں معتکف کو مسجد سے بغیر عذر نکلنا حرام ہے اگر نکلا تو اعتکاف جاتا رہا اگرچہ بھول کر نکلا ہو۔ یونہی یہ اعتکاف سنت بھی بغیر عذر نکلنے سے جاتا رہتا ہے۔ یونہی عورت نے مسجد بیت میں اعتکاف واجب یا مسنون کیا تو بغیر عذر وہاں سے نہیں نکل سکتی اگر وہاں سے نکلی اگرچہ گھر ہی میں رہی اعتکاف جاتا رہا۔ (عالمگیری، ردالمحتار) مسئلہ: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں ایک حاجت طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہوسکے جیسے پاخانہ پیشاب استنجا وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہوسکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس میں وضو اس طرح کرسکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو

کے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ یونہی اگر مسجد میں وضو و غسل کے لئے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔ دوم حاجت شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لئے جانا یا اذان کہنے کے لئے منارہ پر جانا جبکہ منارہ پر جانے کے لئے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غیر مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے مؤذن کی تخصیص نہیں۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: قضائے حاجت کو گیا تو طہارت کرکے فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں اور اگر معتکف کا مکان مسجد سے دور ہے اور اس کے دوست کا مکان قریب تو یہ ضرور نہیں کہ دوست کے یہاں قضائے حاجت کو جائے بلکہ اپنے مکان پر بھی جا سکتا ہے اور اگر اس کے خود دو مکان ہیں ایک نزدیک دوسرا دور تو نزدیک والے مکان میں جائے بعض مشائخ فرماتے ہیں دور والے میں جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ردالمحتار، عالمگیری) مسئلہ: جمعہ اگر قریب کی مسجد میں ہوتا ہے تو آفتاب ڈھلنے کے بعد اس وقت جائے کہ اذان ثانی سے پیشتر سنتیں پڑھ لے اور اگر دور ہو تو آفتاب ڈھلنے سے پہلے بھی جا سکتا ہے مگر اس انداز سے جائے کہ اذان ثانی سے پہلے سنتیں پڑھ سکے زیادہ پہلے نہ جائے اور یہ بات اس کی رائے پر ہے جب اس کی سمجھ میں آ جائے کہ پہنچنے کے بعد صرف سنتوں کا وقت رہے گا چلا جائے اور فرض جمعہ کے بعد چار یا چھ رکعتیں سنتوں کی پڑھ کر چلا آئے اور ظہر احتیاطی پڑھنی ہے تو اعتکاف والی مسجد میں آ کر پڑھے اور اگر پچھلی سنتوں کے بعد واپس نہ آیا وہیں جامع مسجد میں ٹھہرا رہا اگرچہ ایک دن رات تک وہیں رہ گیا اپنا اعتکاف وہیں پورا کیا تو بھی وہ اعتکاف فاسد نہ ہوا مگر یہ مکروہ ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کیا وہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ (درمختار، ردالمحتار) مسئلہ: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جماعت نہیں ہوتی تو جماعت کے لئے نکلنے کی اجازت ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: اعتکاف کے زمانہ میں حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اعتکاف پورا کرکے جائے اور اگر وقت کم ہے کہ اعتکاف پورا کرے گا تو حج جاتا رہے گا تو حج کو چلا جائے پھر سرے سے اعتکاف کرے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: اگر وہ مسجد گر گئی یا کسی نے مجبور کرکے وہاں سے نکال دیا اور فوراً دوسری مسجد میں چلا گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (عالمگیری) مسئلہ: اگر ڈوبنے یا جلنے والے کے بچانے کے لئے مسجد سے باہر گیا یا گواہی دینے کے لئے گیا یا جہاد میں سب لوگوں کو بلاوا ہوا اور یہ بھی نکلا یا مریض کی عیادت یا نماز جنازہ کے لئے گیا اگرچہ کوئی دوسرا پڑھنے والا نہ ہو تو ان سب صورتوں میں اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ: عورت مسجد میں معتکف تھی اسے طلاق دی گئی تو گھر چلی جائے اور اسی اعتکاف کو پورا کر لے۔ (عالمگیری) مسئلہ: اگر منت مانتے وقت یہ شرط کر لی کہ مریض کی عیادت اور نماز جنازہ اور مجلس علم میں حاضر ہو گا تو یہ شرط جائز ہے اب اگر ان کاموں کے لئے جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہو گا مگر خالی دل میں نیت کر لینا کافی نہیں بلکہ زبان سے کہہ لینا ضروری ہے۔ (عالمگیری ردالمحتار وغیرہما) مسئلہ: پاخانہ پیشاب کے لئے گیا تھا قرضخواہ نے روک لیا۔ اعتکاف فاسد ہو

گیا۔ (عالمگیری) مسئلہ: معتکف کو وطی کرنا اور عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا گلے لگانا حرام ہے۔ جماع سے بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو قصداً ہو یا بھولے سے مسجد میں ہو یا باہر رات میں ہو یا دن میں جماع کے علاوہ اوروں میں اگر انزال ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ احتلام ہو گیا یا خیال جمانے یا نظر کرنے سے انزال ہوا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ: معتکف نے دن میں بھول کر کھا لیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ گالی گلوچ یا جھگڑا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا مگر بے نور و بے برکت ہوتا ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) مسئلہ: معتکف نکاح کر سکتا ہے اور عورت کو رجعی طلاق دی ہے تو رجعت بھی کر سکتا ہے مگر ان امور کے لئے اگر مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ (عالمگیری۔ درمختار) مگر جماع اور بوسہ وغیرہ سے اس کو رجعت حرام ہے اگرچہ رجعت ہو جائے گی۔ مسئلہ: معتکف نے حرام مال یا نشہ کی چیز رات میں کھائی تو اعتکاف فاسد نہ ہوا۔ (عالمگیری) مگر اس حرام کا گناہ ہوا توبہ کرے۔

مسئلہ: بے ہوشی اور جنون اگر طویل ہوں کہ روزہ نہ ہو سکے تو اعتکاف جاتا رہا اور قضا واجب ہے اگرچہ کئی سال کے بعد صحت ہو اور اگر معتوہ یعنی بوہرہ ہو گیا جب بھی اچھے ہونے کے بعد قضا واجب ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ: معتکف مسجد ہی میں کھائے پئے، سوئے ان امور کے لئے مسجد سے باہر ہو گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ (درمختار وغیرہ) مگر کھانے پینے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔

مسئلہ: معتکف کے سوا اور کسی کو مسجد میں کھانے پینے سونے کی اجازت نہیں اور اگر یہ کام کرنا چاہے تو اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے یا ذکر الٰہی کرے پھر یہ کام کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: معتکف کو اپنی یا بال بچوں کی ضرورت سے مسجد میں کوئی چیز خریدنا یا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو یا ہو تو تھوڑی ہو کہ جگہ نہ گھیرے اور اگر خرید و فروخت بقصد تجارت ہو تو ناجائز اگرچہ وہ چیز مسجد میں نہ ہو۔ (درمختار ردالمحتار) مسئلہ: معتکف اگر بہ نیت عبادت سکوت کرے یعنی چپ رہنے کو ثواب کی بات سمجھے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر چپ رہنا ثواب کی بات سمجھ کر نہ ہو تو حرج نہیں اور بری بات سے چپ رہا تو یہ مکروہ نہیں بلکہ یہ تو اعلیٰ درجہ کی چیز ہے کیونکہ بری بات زبان سے نہ نکالنا واجب ہے اور جس بات میں نہ ثواب ہو نہ گناہ یعنی مباح بات بھی معتکف کو مکروہ ہے مگر بوقت ضرورت اور بے ضرورت مسجد میں مباح کلام نیکیوں کو ایسے کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (درمختار) مسئلہ: معتکف نہ چپ رہے نہ کلام کرے تو کیا کرے۔ یہ کرے کہ قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی قرأت اور درود شریف کی کثرت، علم دین کا درس و تدریس، نبی ﷺ و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر و اذکار اور اولیاء و صالحین کی حکایات اور امور دین کی کتابت۔ (درمختار) مسئلہ: ایک دن کے اعتکاف کی منت مانی تو اس میں رات داخل نہیں۔ طلوع فجر سے پیشتر مسجد میں چلا جائے اور غروب کے بعد چلا آئے اور اگر دو دن یا تین دن یا زیادہ دنوں کی منت مانی یا دو یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی منت مانی تو ان دونوں

صورتوں میں اگر صرف دن یا صرف راتیں مراد لیں تو نیت صحیح ہے لہٰذا پہلی صورت میں منت صحیح ہے اور صرف دنوں میں اعتکاف واجب ہوا اور اس صورت میں اختیار ہے کہ اتنے دنوں کا لگاتار اعتکاف کرے یا متفرق طور پر اور دوسری صورت میں منت صحیح نہیں کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اور رات میں روزہ ہو نہیں سکتا اور اگر دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں مراد ہیں یا کچھ نیت نہ کی تو دونوں صورتوں میں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور علی الاتصال اتنے دنوں کا اعتکاف ضروری ہے تفریق نہیں کرسکتا نیز اس صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ دن سے پہلے جو رات ہے اس میں اعتکاف ہو لہٰذا غروب آفتاب سے پہلے جائے اعتکاف میں چلا جائے اور جس دن پورا ہو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر دن کی منت مانی اور کہتا یہ ہے کہ میں نے دن کہہ کر رات مراد لی تو یہ نیت صحیح نہیں دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے۔ (جوہرہ، عالمگیری، درمختار) مسئلہ: عید کے دن کے اعتکاف کی منت مانی تو کسی اور دن میں جس دن روزہ رکھنا جائز ہے اس کی قضا کرے اور اگر یمین کی نیت کی تھی تو کفارہ دے اور عید ہی کے دن کر لیا تو منت پوری ہو گئی مگر گنہگار ہوا۔ (عالمگیری) مسئلہ: کسی دن یا کسی مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو اس سے پیشتر بھی اس منت کو پورا کرسکتا ہے یعنی جبکہ معلّق نہ ہو اور مسجد حرم شریف میں اعتکاف کرنے کی منت مانی تو دوسری مسجد میں بھی کرسکتا ہے۔ (عالمگیری) مسئلہ: ماہِ گزشتہ کے اعتکاف کی منت مانی تو صحیح نہیں۔ منت مان کر معاذ اللہ مرتد ہو گیا تو منت ساقط ہو گئی پھر مسلمان ہوا تو اس کی قضا واجب نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی اور مر گیا تو ہر روز کے بدلے بقدر صدقۂ فطر کے مسکین کو دیا جائے یعنی جبکہ وصیت کی ہو اور اس پر واجب ہے کہ وصیت کر جائے اور وصیت نہ کی مگر وارثوں نے اپنی طرف سے فدیہ دے دیا جب بھی جائز ہے۔ مریض نے منت مانی اور مر گیا تو اگر ایک دن کو بھی اچھا ہو گیا تھا تو ہر روز کے بدلے صدقۂ فطر کی قدر دیا جائے اور ایک دن کو بھی اچھا نہ ہوا تو کچھ واجب نہیں۔ (عالمگیری) مسئلہ: ایک مہینے کے اعتکاف کی منت مانی تو یہ بات اس کے اختیار میں ہے کہ جس مہینے کا چاہے اعتکاف کرے مگر لگاتار اعتکاف میں بیٹھنا واجب ہے اور اگر یہ کہے کہ میری مراد ایک مہینے کے صرف دن تھے راتیں نہیں تو یہ قول نہیں مانا جائے گا دن اور رات دونوں کا اعتکاف واجب ہے اور تیس دن کہا تھا جب بھی یہی حکم ہے ہاں اگر منت مانتے وقت یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کے دنوں کا اعتکاف ہے راتوں کا نہیں تو صرف دنوں کا اعتکاف واجب ہوا اور اب یہ بھی اختیار ہے کہ متفرق طور پر تیس دن کا اعتکاف کرلے اور اگر یہ کہا تھا کہ ایک مہینے کی راتوں کا اعتکاف ہے دنوں کا نہیں تو کچھ نہیں۔ (جوہرہ، درمختار) مسئلہ: اعتکاف نفل اگر چھوڑ دے تو اس کی قضا نہیں کہ وہیں تک ختم ہو گیا اور اعتکاف مسنون کہ رمضان کی پچھلی دس تاریخوں تک کے لئے بیٹھا تھا اسے توڑا تو جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا کرے پورے دس دنوں کی قضا واجب نہیں اور منت کا اعتکاف توڑا تو اگر کسی معین مہینے کی منت تھی تو باقی دنوں کی قضا کرے ورنہ اگر علی الاتصال واجب ہوا تھا تو سرے سے اعتکاف

کرے اور علی الاتصال واجب نہ تھا تو باقی کا اعتکاف کرے۔ (ردالمحتار) مسئلہ: اعتکاف کی قضا صرف قصداً توڑنے سے نہیں بلکہ اگر عذر کی وجہ سے چھوڑا مثلاً بیمار ہو گیا یا بلا اختیار چھوٹا مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آیا یا جنون و بے ہوشی طویل طاری ہوئی ان میں بھی قضا واجب ہے اور ان میں اگر بعض فوت ہو تو کل کی قضا کی حاجت نہیں بلکہ بعض کی قضا کر دے اور کل فوت ہوا تو کل کی قضا ہے اور منت میں علی الاتصال واجب ہوا تھا تو علی الاتصال کل کی قضا ہے۔ (ردالمحتار)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اٰلَآئِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَفْضَلِ اَنْبِيَآئِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَوْلِيَآئِهٖ ○ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ يَااَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ○ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

انتخاب: ڈاکٹر خالد سعید شیخ

روزہ اور انجکشن

تحریر .... حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ بصیر پوری قدس سرہٗ

ہر ایک ٹیکہ (انجکشن) مفسد روزہ نہیں کہ اشیائے مستعملہ میں سے صرف اکل و شرب اور جماع ہی سے روزہ ٹوٹ سکتا (یا امکان نظر یا احتمال ہے) ہے کیونکہ ان کے استعمال سے رکن روزہ (الامساک عن الاکل والشرب والجماع کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا) فوت ہو جاتا ہے حالانکہ ہر چیز اپنے رکن کے فوت ہو جانے سے فوت ہو جاتی ہے۔ بدائع صنائع جلد ۲ ص ۹۰ میں قرآن کریم سے یہ رکن روزہ ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں وعلی ھذا الاصل یبتنی بیان مایفسد الصوم وینقضہ لان انتقاض الشئ عند فوات رکنہ امر ضروری و ذلک بالاکل والشرب والجماع اور چونکہ کوئی ٹیکہ جماع نہیں تو لامحالہ اگر مفسد ہو تو اکل و شرب کا فرد بن کر ہی مفسد ہوگا حالانکہ کوئی عام ٹیکہ یقیناً اکل و شرب بھی نہیں تو مفسد بھی نہیں، ٹیکہ کا حقیقی اکل و شرب (صورت کا ظاہر اور معنی کے لحاظ سے) نہ ہونا تو روز روشن سے بھی روشن ہے، فقہائے کرام کے نزدیک اکل و شرب ایصال ما یقصد بہ التغذی ای التداوی الی الجوف عن الفم (منہ کے راستہ پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچانا جس سے کھانا یا پینا یا دوا کرنا مقصود ہو) ہے (بدائع صنائع جلد ۲ ص ۹۸، شامی جلد ۲ ص ۱۴۸) اور چونکہ ٹیکہ میں منہ والا اصلی راستہ استعمال نہیں ہوتا بلکہ سوئی کے مصنوعی راستہ سے ایصال ہوتا ہے اور وہ بھی پیٹ تک نہیں بلکہ جسم کے کسی بالائی یا زیریں حصہ میں، تو واضح ہوا کہ ٹیکہ حقیقی اکل و شرب قطعاً نہیں اور یونہی صرف صورۃً بھی اکل و شرب نہیں کہ اکل و شرب کی صورت ہے، الابتلاع۔ (الجوہرۃ النیرۃ جلد ۱ ص ۱۷۱، فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۶، شامی جلد ۲ ص ۱۴۸، بحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۳ وغیرہا) یعنی منہ سے کسی چیز کو پیٹ تک پہنچانا (نگلنا) اور ایک تفسیر صورت اکل و شرب کی یہ بھی ہے الادخال بصنعہ (چیز کو اپنے فعل سے پیٹ میں داخل کرنا) فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۷ مستدلاً بقول الامام قاضی فان والصحیح ھو الفساد لانہ موصل الی الجوف بفعلہ اور عنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۲۶۰ میں ہے ایصال الشئ الی باطنہ تو عام ٹیکہ جو جسم کے بالائی یا زیریں حصوں میں کیا جاتا ہے اس میں یہ صورت اکل و شرب دونوں طرح ہی نہیں پائی جاتی کہ سوئی پیٹ سے بہت دور دوائی ڈالتی ہے اور یونہی ایسا ٹیکہ معناً بھی اکل و شرب

نہیں کہ اکل و شرب کا معنی ہے وصول مافیہ صلاح البدن الی الجوف (پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچنا جس میں بدن کا فائدہ ہو) (ہدایہ، فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۶، مجمع الانہر جلد ۲ ص ۱۷۱، شامی جلد ۲ ص ۱۴۸) تو عام ٹیکوں میں یہ معنی بھی قطعاً نہیں پایا جاتا کہ وہ واصل الی الجوف نہیں ہوتے لہٰذا ایسے ٹیکے حقیقت یا صورت یا معنی، کسی لحاظ سے بھی مفسد صوم نہیں البتہ اگر کوئی ٹیکہ 'جوف' میں کیا جائے یعنی سوئی جوف تک پہنچا کر دوائی جوف میں ڈالی جائے تو ایسا ٹیکہ ضرور مفسد صوم ہوگا، اس صورت میں گو حقیقت یا صورت اکل و شرب نہیں مگر معنی (وصول مافیہ صلاح البدن الی الجوف) ضرور پایا جاتا ہے اور یونہی جوف تک پہنچنے والے کسی اصلی راستے (حلق، کان، ناک، مبرز، مبال المرأۃ) کے اندرونی حصہ میں یا دماغ میں حسب دستور سوئی کے خود ساختہ راستہ سے دوائی پہنچانا بھی مفسد ہے کیونکہ دماغ اور اصلی راستوں کے اندرونی حصے بھی جوف ہی کے حکم میں ہیں اس لیے کہ ان راستوں کے خلاء، خلاء پیٹ سے ملے ہوئے ہیں اور دماغ و جوف کے مابین بھی چونکہ قدرتی راستہ ہے تو جو چیز دماغ میں پہنچے وہ جوف میں پہنچ جاتی ہے لہٰذا دماغ اور اصلی راستوں کے اندرونی حصے جوف کے کونوں کی طرح ہیں، بحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۹، طحطاوی علی الدر ج ۲ ص ۴۵۳، طحطاوی علی المراقی ص ۳۰۶، شامی جلد ۲ ص ۱۴۰ میں ہے والنظم لہ والتحقیق ان بین جوف الرأس و جوف المعدۃ منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الرأس یصل الی جوف البطن، بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳ میں ھے وکذا اذ اوصل الی الدماغ لانہ لہ منفذ الی الجوف فکان بمنزلۃ زاویہ من زوایا الجوف (اقول ولما کان وجود المنفذ الاصلی بین الجوف والدماغ یجعل الدماغ بمنزلۃ زاویۃ من زوایا الجوف فکون المنفذ الاصلی کذا اولی فھذا) لہٰذا کان یا ناک میں تیل وغیرہ ڈالنے اور ختنہ کرنے یا عورت کے اگلے راستے میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے کما صرح بہ فی الکتب المعتمدۃ الکثیرۃ مثلاً ہدایہ جلد ۱ ص ۲۰۰، کنز الدقائق ص ۷۰، قدوری ص ۵۲، وقایہ مع الشرح ص ۳۱۱، فتاویٰ عالمگیر جلد ۱ ص ۱۰۳ میں ہے والنظم من الھندیۃ ومن احتقن او استعط او اقطر فی اذنہ وھنا الفطر ولا کفارۃ علیہ نیز فتاویٰ عالمگیر وغیرہا میں ہے والنظم منہا وفی الاقطار فی اقبال النساء یفسد بلاخلاف وھو الصحیح ھکذا فی الظہیریۃ

بہرحال صرف ایسا ٹیکہ ہی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مفسد صوم ہے اور کوئی اور ٹیکہ مفسد صوم نہیں اور اس تفصیل کا نہایت ہی واضح جزئیہ بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ کتب کثیرہ فقہیہ میں موجود ہے۔ قدوری ص ۵۲، الجوہرۃ النیرۃ جلد ۱ ص ۱۷۳، کنز الدقائق ص ۷۰، عینی علی الکنز ص ۷۰، تبیین الحقائق جلد ۱ ص ۳۲۹، بحر الرائق، جلد ۲ ص ۲۷۹، وقایہ شرح الوقایہ ج ۱ ص ۳۱۱، ہدایہ، عنایہ، کفایہ جلد ۲ ص ۲۶۶، فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۷، تنویر الابصار، در المختار، تحریر المختار للشامی جلد ۱ ص ۱۳۰، طحطاوی علی الدر جلد ۱

ص ۲۵۳،نورالایضاح،مراقی الفلاح حاشیہ طحطاوی ص ۳۰۶،ملتقی الابحر جلد ۱ ص ۲۳۱،الدرر جلد ۱ ص ۲۰۳، بدائع صنائع جلد ۲ ص ۹۳،فتاوی سراجیہ ص ۲۹،خلاصۃ الفتاوی جلد ۱ ص ۲۵۳،فتاوی عالمگیر جلد ۱ ص ۱۰۴، مبسوط امام سرخسی جلد ۳ ص ۶۸ وغیرہا میں بالفاظ متقاربہ ہے و النظم من الکنز داوی جائفۃ او امۃ بدواء ووصل الدواء الی جوفہ او دماغہ افطر یعنی جائفہ یا آمہ میں کوئی دوائی ڈالی اور وہ جوف یا دماغ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو گیا۔

جائفہ اس زخم کا نام ہے جو جوف تک گہرا ہو اور آمہ اس زخم کا نام ہے جو دماغ تک ہو کما صرح بہ فی کثیر الکتب المذکورۃ وغیرہا تو جائفہ اور آمہ جوف و دماغ تک اصلی اور پیدائشی راستے نہیں بلکہ عارضی ہیں جو کبھی قدرتی طور پر پھوڑے وغیرہ سے بن جاتے ہیں اور کبھی مصنوعی اور ان میں سے دوائی جب جوف یا دماغ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ یہ اس جزئیہ مذکورہ کا صاف اور صریح مفاد ہے اور یہی صورت ہوتی ہے ان ٹیکوں میں جو جوف یا دماغ میں کیے جائیں کہ سوئی سے عارضی اور مصنوعی راستہ بن جاتا ہے اور اس میں سے دوائی جوف و دماغ تک پہنچ جاتی ہے، پھر اس جزئیہ سے باعتبار المفہوم المعتبر فی التصانیف معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسے زخم سے دوائی جوف و دماغ میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور یہ صرف مفہوم ہی نہیں بلکہ مشائخ کرام نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے کہ ایسے زخموں میں دوائی ڈالنے کی صورت میں اعتبار وصول الی الجوف او الدماغ کا ہی ہے یعنی اگر ایسے زخموں سے دوائی جوف و دماغ میں یقینا پہنچ جائے یا غالب گمان ہو تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اگر نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا تبیین الحقائق، بحر الرائق، عینی علی الکنز، فتح القدیر، نہایہ، کفایہ، جوہرہ نیرہ، سراجیہ، طحطاوی علی الدر، مبسوط، شامی کے انہی صفحات میں بالفاظ متقاربہ ہے و النظم لہ فالمعتبر حقیقۃ الوصول حتی لو علم وصول الیابس افسد و علم وصول الطری لم یفسد اور یونہی حاشیہ الدرر جلد ۱ ص ۲۰۳ میں بھی ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ظن غالب یقین کے حکم میں ہے کما صرح بہ فی الشامی وغیرہ۔

بہر حال روز روشن کی طرح اس جزئیہ سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ایسے عام ٹیکے جن میں دوائی جوف و دماغ تک بذریعہ سوئی نہیں جاتی بلکہ سوئی رہتی ہی جوف سے بالائی یا زیریں حصوں میں ہے، روزہ فاسد نہیں کرتے کما مر اولا ایضا کہ اس صورت میں تو جوف و دماغ تک عارضی راستہ بنتا ہی نہیں تو دوائی پہنچنے کا کوئی احتمال ہی نہیں حالانکہ عارضی راستہ اگر جوف و دماغ تک بھی ہو تو تب بھی دوائی کے جوف و دماغ میں پہنچنے سے ہی روزہ فاسد ہوتا ہے۔ فاتضح الحق و حصحص۔

نیز ان تصریحات جلیلہ سے جو اول فتوی سے یہاں تک مذکور ہوئیں نہایت ہی وضاحت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس جوف یا باطن سے جو عبارات ائمہ کرام میں مذکور ہے، مراد اندرون معدہ ہے اور یہ

نہیں کہ جسم کا ہر اندرونی حصہ مراد ہو اگرچہ معدہ سے دور ہی ہو جیسا کہ آج کل کے بعض لوگوں کا زعم ہے اور اسی زعم کی بنا پر وہ بے چارے دعوی کر بیٹھے کہ ہر ٹیکہ مفسد ہے، وہ کہتے ہیں کہ سوئی جسم میں داخل کر کے ہی دوائی ڈالی جاتی ہے اور داخل جسم کا نام جوف یا باطن ہے لہذا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ ان کا یہ زعم بالکل غلط ہے۔ اگر جوف و باطن سے مراد یہ ہو تو جائفہ و آمہ کی تخصیص بالکل بے معنی ہو جاتی ہے کیونکہ ہر زخم ہی جسم میں ہوتا ہے، کوئی زیادہ گہرا اور کوئی کم، نیز جائفہ اور آمہ میں دوائی ڈالنے کی صورت میں وصول الی الجوف او الدماغ کی قید بھی بالکل مہمل ہو جاتی ہے کہ جب ہر اندرونی حصہ جوف بنا تو جو دوائی بھی کسی زخم میں ڈالی جائے وہ اندرون جسم میں ضرور داخل ہو جاتی ہے تو عدم وصول کا کوئی احتمال ہی نہیں رہتا نیز جب جوف کا معنی اندرون جسم کر لیا حالانکہ دماغ بھی اندرون جسم ہوتا ہے تو ہر زخم ہی جائفہ ہوتا تو او امۃ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر شامی اور طحطاوی سے تصریح بھی گزر چکی جس سے واضح ہوتا ہے کہ جوف سے مراد معدہ ہے نیز اول فتوی میں گزر چکا کہ رکن روزہ ہے ہی...... اکل و شرب و جماع سے بچنا...... جو قرآن کریم سے ہی ثابت ہے تو یہ مدعی صاحب ہی فرمائیں کہ اکل و شرب میں ماکول و مشروب جسم کے کس حصے میں پہنچائے جاتے ہیں معدہ میں یا معدہ سے باہر گوشت میں؟ اور جب ٹیکہ جماع کے ماتحت ہے ہی نہیں تو اگر مفسد ہو تو اکل و شرب بن کر ہی مفسد بنے گا تو اس کے لیے بھی جوف وہی ہونا چاہیے جو اکل و شرب کے لیے ہوتا ہے اور جیسے اکل و شرب حقیقی ہو یا صوری یا معنوی سب اسی وقت مفسد بنتے ہیں جب کہ معدہ میں وارد ہوں یا معدہ کے اصلی کسی راستہ میں یا دماغ میں تو ٹیکہ بھی اکل و شرب کا فرد بن کر اسی جگہ وارد ہو کر مفسد ہو سکتا ہے نہ کہ دور رہ کر ہر چند یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اس جوف سے مراد معدہ ہی ہے اور جسم کا ہر اندرونی حصہ من اللحم وغیرہ مراد نہیں مگر پھر بھی مزید وضاحت کے لیے وہ جزئیہ صریحہ ذکر کیا جاتا ہے جو نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحطاوی علی المراقی ص ۲۹۹، مجمع الانہر جلد ۱ ص ۲۴۵، خلاصۃ الفتاوی جلد ۱ ص ۲۵۳، جوہرہ نیرہ جلد ۱ ص ۳۰۷، فتاوی قاضی خان جلد ۱ ص ۱۰۰، فتاوی عالمگیر جلد ۱ ص ۲۰۴، بحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۹، تبیین الحقائق جلد ۱ ص ۳۳۰، در المختار، شامی جلد ۲ ص ۱۲۷، طحطاوی علی الدر جلد ۱ ص ۴۵۲، احکام القرآن جلد ۱ ص ۲۲۵ میں بالفاظ متقاربہ ہے کہ احلیل (مرد کی پیشاب کی نالی) سے مثانہ میں کوئی چیز (تیل وغیرہ) داخل کی جائے تو حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوتا اور حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور اس اختلاف کی بنا اس پر ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک مثانہ اور جوف کے درمیان منفذ (راستہ) نہیں ہے تو جو چیز مثانہ میں داخل کی گئی وہ جوف میں داخل نہ ہوئی لہذا مفسد روزہ نہیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک راستہ ہے تو مثانہ میں چیز کا داخل ہونا جوف میں داخل ہونا بن گیا۔ شامی کے لفظ یہ ہیں والاختلاف مبنی علی انہ ھل بین المثانۃ و الجوف منفذ او لا نیز فرماتے ہیں ان العلۃ من الجانبین الوصول الی الجوف وعدمہ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کا یہ اختلاف بڑی صاف دلیل ہے کہ ان حضرات کی نظر میں خود مثانہ جوف نہیں حالانکہ مثانہ ہے ہی اندرون جسم میں اور اس

کی گہرائی عام ٹیکوں سے کئی گنا زائد ہے تو معلوم ہوا کہ وہ جوف یا باطن یعنی اندرون جسم نہیں ورنہ مثانہ ضرور جوف بنتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ ہمارے سب ائمہ کرام کے نزدیک بالاتفاق وہ چیز جو جسم کی گہرائی میں داخل کی جائے، مفسد نہیں بن سکتی جب تک کہ اس گہرائی سے جوف یا دماغ تک اصل راستہ نہ ہو، پھر یہ عام ٹیکے (جو مثانہ سے کئی گنا کم گہرائی تک ہی ہوتے ہیں اور وہ بھی مصنوعی راستہ سے) کس طرح مفسد بن سکتے ہیں؟ جبکہ مثانہ میں بیرون جسم سے اصل راستہ کے ذریعہ تیل وغیرہ کا پہنچنا مفسد نہیں کیونکہ مثانہ و معدہ کے درمیان مسامات کے علاوہ قدرتی راستہ نہیں ہاں حقیقۃً یوں ہوتا تو بالاتفاق مفسد ہے۔

اصلی اور مصنوعی راستوں کا فطری فرق تو واضح ہے ہی مگر شرعاً بھی حسب تصریحات ائمہ کرام کافی فرق ہے، وہ یہ کہ اصلی راستہ کے صرف اندر ہی چیز کا بالاستقرار پہنچ جانا مفسد ہے کیونکہ یہ حکماً جوف تک پہنچنا ہی ہے مگر مصنوعی راستہ میں یوں نہیں بلکہ جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو جائے کہ چیز خود جوف یا دماغ تک پہنچ گئی ہے اس وقت تک روزہ فاسد نہیں ہوتا کما تبین من مسئلة الجائفة و الامة وغيرها بلکہ کئی جلیل القدر اہل تحقیق مشائخ عظام تو فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو یوسف و امام محمد علیہما الرحمۃ کے نزدیک مصنوعی راستہ سے چیز کا جسم میں داخل کرنا مفسد ہے ہی نہیں اگرچہ جوف میں بھی پہنچ جائے۔ احکام القرآن جلد ۱ ص ۲۲۵، عینی علی الکنز ص ۷۰، مجمع الانہر جلد ۱ ص ۲۴۱، مبسوط امام سرخسی جلد ۳ ص ۶۸ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من المبسوط فهما (ای الصاحبان) يعتبران الوصول الى الباطن من مسلک هو خلقة في البدن لان المفسد للصوم ما ينعدم به الامساک المامور به وانما يؤمر بالامساک لاجل الصوم من مسلک هو خلقة دون الجراحة العارضة الخ نیز احکام القرآن جلد ۱ کے ص ۲۲۳ میں ہے واختلفوا فيما وصل الى الجوف من جراحة جائفة او امة فقال ابوحنيفة والشافعي عليه القضاء وقال ابو يوسف و محمد لاقضاء عليه وهو قول الحسن بن صالح تو اس قول کی بنا پر کوئی بھی ٹیکہ مفسد نہیں اگرچہ سوئی جوف یا دماغ میں داخل کر کے کیا جائے چہ جائیکہ سوئی جوف یا دماغ سے بہت دور، اور کئی مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ صاحبین کے نزدیک چونکہ مصنوعی راستہ سے جوف میں داخل ہونا مشکوک رہتا ہے اور یقین نہیں ہوتا لہٰذا مفسد نہیں، بدائع جلد ۲ ص ۹۳، ہدایہ جلد ۱ ص ۲۰۰، فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۶۶، ہندیہ جلد ۱ ص ۱۰۶ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من البدائع وعندهما لايفسد اعتبرا المخارق الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوک فيه فلانحكم بالفساد مع الشک اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جوف یا دماغ میں داخل ہو جانے کا یقین ہو جائے تو مفسد ہے۔ بہرحال اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے کہ چیز جب تک مصنوعی راستہ میں رہے اور جوف و دماغ تک نہ پہنچے، مفسد نہیں تو ٹیکہ میں بھی یونہی ہوگا ہاں اصلی اور مصنوعی راستوں کے فرق سے ہی ثابت ہو رہا ہے کہ جوف سے مراد معدہ ہے اور ہر اندرونی حصہ مراد نہیں، رہا

بعض لوگوں کا یہ شبہ کہ بعض ٹیکے طاقتور ہوتے ہیں کہ باوجودیکہ بالائی جسم یا زیریں میں کیے جاتے ہیں مگر ان کا اثر مسامات کے ذریعہ سارے جسم میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا جوف و دماغ میں بھی پہنچ جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ شبہ بھی بالکل لغو اور غلط ہے۔ فقہائے کرام نے صاف صاف تصریح فرما دی ہے کہ منافذ و مسالک (جوف تک راستوں) سے داخل ہونے والی چیز ہی روزہ فاسد کرتی ہے اور مسامات سے داخل ہونا روزہ کے منافی نہیں ہے۔ فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۵۷ میں ہے المفطر الداخل من المنافذ کالمدخل والمخرج لامن المسام۔ شامی جلد ۲ ص ۱۳۶ میں نہر الفائق سے ہے المفطر انما هو الداخل من المنافذ۔ ہندیہ عن شرح المجمع ص ۲۰۳، طحطاوی علی الدر جلد ۱ ص ۴۵۰، طحطاوی المراقی ص ۳۹۸، ہدایہ، نہایہ جلد ۱ ص ۲۵۷، مجمع الانہر جلد ۱ ص ۲۴۴، بحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۳، تبیین الحقائق جلد ۱ ص ۳۲۳ میں ہے والنظم للامام الزيلعي عليه الرحمة والداخل من المسام لامن المسالک لاينافيه۔ مبسوط جلد ۳ ص ۶۷ میں ہے وان وصل عين الكحل الى باطنه فذلک من قبل المسام لامن قبل المسالک الخ اور مسئلہ مثانہ وغیرہ بھی اس کی روشن دلیل ہے لما لايخفى على من له فهم لہٰذا فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آنکھوں میں سرمہ یا دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگرچہ سرمہ کا اثر یا رنگت حلق یا تھوک میں پائی جائے اور نہانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ پیاس اتر جائے اور ٹھنڈک محسوس ہو کہ سرمہ یا غسل کے پانی کا اثر مسامات سے داخل ہوتا ہے تو مفسد روزہ نہیں تو ثابت ہوا کہ ٹیکہ بھی یونہی غیر مفسد ہے پھر وہ ٹیکہ جو اندرون جوف میں کیا جائے تو گو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے مگر ہرگز ہرگز کفارہ لازم نہیں اس لیے کہ کفارہ صرف افطار کامل (اپنے منفذ سے پیٹ تک ایسی چیز کا پہنچانا جو غذا و دوا کے طور پر مقصود ہوتی ہو) پر ہی لازم ہوتا ہے۔ شامی جلد ۱ ص ۱۸۲، بدائع صنائع جلد ۲ ص ۹۷، ۹۸ میں ہے والنظم من البدائع واما وجوب الكفارة فيتعلق بافساد مخصوص وهو الا فطار الكامل بوجود الاكل او الشرب (الى ان قال) و نعني بصورة الاكل والشرب ومعنا هما ايصال مايقصد به التغذى او التداوى الى جوفه من الفم لان به يحصل قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال۔ هدايه جلد ۱ ص ۹۷ میں ہے واما الكفارة فتفتقر الى كمال الجناية لانها تندرئ بالشبهات كالحدود۔ اور یونہی فتح القدیر، عنایہ جلد ۲ ص ۲۵۷ میں ہے بلکہ ان تمام کتب کثیرہ فقہیہ میں (جن سے مسئلہ جائفہ اور آمہ لکھا جا چکا ہے) ہے کہ کان یا ناک میں تیل وغیرہ کے ڈالنے اور حقنہ کرنے سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے اور کفارہ نہیں اور اس مسئلہ جائفہ سے پہلے اس کی عبارت بھی فتاوی عالمگیر سے گزر چکی ہے حالانکہ کان ناک وغیرہ اصلی راستے ہیں تو ان میں دوائی وغیرہ ڈالنے سے کفارہ لازم نہیں آتا تو ٹیکہ میں کیسے لازم آئے کہ اس کا راستہ تو ہے ہی مصنوعی، بلکہ بحر الرائق جلد ۲ ص ۲۷۹، نور الایضاح، مراقی الفلاح، حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۰۶ میں ہے کہ وجور یعنی دوائی حلق میں انڈیلنا، روزہ فاسد کر دیتا ہے مگر کفارہ

نہیں کہ اس میں کھانے کی صورت نہیں پائی گئی والنظم من البحر واما الوجور فی الفھم فانہ یفسد صومہ لانہ وصل الی جوف البدن ماھو مصلح للبدن فکان اکلامعنی لئن لایلزمہ الکفارۃ لانعدام الاکل صورۃ اور مبسوط جلد ۳ ص ۶۷ میں ہے واما السعوط والوجور یفطرہ لوصولہ الی احد الجوفین اما الدماغ او الجوف والفطر ممایدخل ولا کفارۃ علیہ لان معنی الجنایۃ لایتم بہ فان القضاء الشھود لا یحصل بہ تو واضح ہوا کہ ایسے ٹیکہ میں کفارہ ہرگز نہیں اور عام ٹیکے جو مفسد صوم نہیں ان میں کوئی حرج نہیں مگر ایسے ست ٹیکے جن کے لگانے سے بخار یا سستی اور عارضہ کا خطرہ ہو اور اندیشہ ہو کہ اس کے ازالہ کے لیے شاید فوری دوائی اسکی استعمال کرنی پڑے جو مفطر روزہ ہو تو ایسی خاص صورت میں نہیں چاہیے اور مکروہ ہو سکتا ہے جیسا کہ فقہاء کرام نے قبلہ (بوسہ) اور حجامت (سنگھی لگوانے) میں فرمایا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر جلد ۱ ص ۱۰۲ میں ہے ولاباس بالحجامۃ ان امن علی نفسہ الضعف اما اذا خاف فانہ یکرہ وینبغی لہ ان یوخر الی وقت الغروب وذکر شیخ الاسلام شرط الکراھۃ ضعف یحتاج فیہ الی الفطر والفصد نظیر الحجامۃ ھکذا فی المحیط ولاباس بالقبلۃ اذا امن علی نفسہ من الجماع والانزال ویکرہ ان لم یامن والمس فی جمیع ذلک کالقبلۃ کذافی التبیین۔

بفضلہٖ کرمہ تعالیٰ امس و شمس کی طرح واضح و نمایاں ہو گیا کہ عام ٹیکہ مفسد صوم نہیں تعجب ہے کہ بعض کم علم یا تن آسان صاحبان جو کتب فقہیہ کا مطالعہ غور سے کرتے نہیں اور یونہی حکم فساد بلکہ لزوم کفارہ بھی لگا دیتے ہیں تو کتنے ہی ایسے سادہ لوح بندگانِ خدا ہیں کہ ایسے فتوے سن کر ضرورتِ ٹیکہ کے وقت صرف ٹیکہ لگوانے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے اور کئی وہ ہیں جو واقعی مجبور و مریض ہیں جنہیں صالح اور پارسا ڈاکٹر بتائیں کہ اگر ٹیکہ نہ کیا جائے تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے صحت ہوگی تو وہ بیچارے ایسے فتوے سن کر روزہ ترک کر دیتے ہیں اور برکاتِ خصوصی وقت سے محروم رہ جاتے ہیں، ایسوں کی محرومی کا وبال بھی ایسے مفتیوں کے سر پر ہے جن کے بلا تحقیق فتووں سے وہ بیچارے محروم ہو رہے ہیں۔

ضروری تنبیہ

ایک اور موقع پر حضرت فقیہ اعظم قدس سرہٗ رقمطراز ہیں کہ:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ٹیکہ سے دوائی گوشت میں پہنچ کر خون سے مل کر جسم کے تمام حصوں میں پہنچ جاتی ہے تو لامحالہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے اور جس طرح معدہ کی ظاہری سطح پر رگیں ہوتی ہیں یونہی باطن میں بھی رگیں ہوتی ہیں تو ان رگوں کے ذریعہ باطن میں بھی دوائی پہنچ جاتی ہے اور وریدی ٹیکہ میں تو یہ بات اور واضح ہے لہٰذا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں کیونکہ جب خون خود ہی معدہ

کے اندر نہیں پہنچا تو اس کے اندر ملی ہوئی دوائی کیسے پہنچے گی؟ اور یہ کہنا کہ باطن میں رگیں ہیں، مفید نہیں کیونکہ یہ رگیں معدہ میں نہیں بلکہ معدہ کی اندرونی سطح میں ہوتی ہیں اور معدہ میں کھلتی بھی نہیں کہ خون براہِ راست معدہ میں گرے جیسے حوض میں نالی کے ذریعہ پانی گرتا ہے بلکہ دوائی کا اثر صرف مسامات کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے حالانکہ مسامات سے پہنچی ہوئی چیز کا مفسد نہ ہونا آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہو چکا ہے۔

جائفہ اور آمہ میں ڈالی ہوئی دوائی بھی گوشت سے مل کر خون سے مل جاتی ہے مگر پھر بھی مفسد نہیں مگر جبکہ معدہ یا دماغ میں خود دوائی پہنچے حالانکہ ٹیکہ کا سوراخ جائفہ اور آمہ کی طرح معدہ اور دماغ تک نہیں پہنچا تو اس کا مفسد نہ ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے کسی دوا یا غذا کا جوف معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچنا لازمی نہیں بلکہ چند باتیں اور بھی ضروری ہیں: اولاً دوا یا غذا کا عین جوف میں پہنچ جانا، دوم اصلاحِ بدن مقصود ہونا، سوم اختیار اور ایجادِ فعل کا پایا جانا بھی باعث فساد ہے۔ پھر کہا ہے کہ جب اصلاحِ بدن بھی مقصود ہو اور ایجادِ فعل بھی تو روزہ بالاتفاق ٹوٹ جانا چاہیے۔ پھر اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ شک اور عدم یقین دخول الی الجوف کی صورت میں اصلاحِ بدن اور ایجادِ فعل دو شرطوں کا وجود مفسد کو ترجیح دینے کی وجہ سے روزہ (ٹیکہ سے) ٹوٹ جائے گا۔ یہ دعویٰ بھی بالکل غیر صحیح ہے کیونکہ قصد اصلاحِ بدن اور ایجادِ فعل صرف اسی وقت ہی مفسد ہو سکتے ہیں، جب کوئی چیز جوفِ معدہ میں پہنچے ورنہ نہیں۔ اگر صرف قصد اصلاحِ بدن اور ایجادِ فعل ہی مفسد ہوتے تو تیل کی مالش اور غسل، مرہم پٹی وغیرہ صدہا افعال جو اصلاحِ بدن کے قصد سے کیے جاتے ہیں سب کے سب روزہ فاسد کر دیتے تو معلوم ہوا کہ قصد ایجاد و اصلاح کا مفسد ہونا صرف وصول الی الجوف ہی کی صورت میں ہے ورنہ نہیں چنانچہ تحریرِ سابق سے یہ بھی واضح و نمایاں ہے اور لطف یہ کہ مدعی صاحب کے اسی اپنے کلام کا پہلا حصہ صراحۃً کئی وجوہ سے یہی ثابت کرتا ہے کما لایخفی۔

بعض عوام یہ بھی کہتے ہیں کہ کچھ ٹیکے ایسے بھی ہیں جو بھوک اور پیاس کی تسکین کرتے ہیں لہٰذا روزہ میں کوئی ٹیکہ بھی جائز نہیں تو ان کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے اگر بھوک اور پیاس کی تسکین کے باعث ٹیکہ ناجائز ہوتا تو صرف وہی ٹیکہ ناجائز ہوتا جو تسکین کرتا ہو نہ کہ ہر ٹیکہ ناجائز ہو جاتا اور یونہی اگر تسکین کے سبب ناجائز ہوتا تو سحری کے وقت بھی ناجائز ہوتا کہ اس سے بھی دن کو تسکین ہو سکتی ہے تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں بھی ٹیکہ جائز نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ٹیکے کراتے کون ہیں عموماً بیمار روزہ دار جو روزہ رکھتے ہیں اور بیماری کے لیے لگواتے ہیں اور یوں نہیں کہ تندرست اور طاقتور روزہ دار بھوک اور پیاس دور کرنے کے لیے ٹیکے لگوائیں، ایسا آج تک دیکھا سنا بھی نہیں اور نہ ہی سرد موسم یا سرد مقامات پر اس کی ضرورت ہوتی ہے، قابلِ برداشت بھوک پیاس کی لذت اور اشتیاق تو عموماً ہر

ایک روزہ دار کو ہوتا ہے تو ایسا ٹیکہ بلا ضرورت لگواتا ہی کیوں ہے؟ اور اگر کوئی بدقسمت اس ذوق و چاشنی سے سراسر محروم ہو تو پھر ٹیکہ ہی کیا، ایسے سرے سے روزہ ہی نہیں رکھتے حتیٰ کہ اس موسم سرما میں بھی کئی ایسے بدبخت ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟ کیا ان کی وجہ سے بیمار روزہ دار کو ہر ایک ٹیکہ ناجائز بتایا جائے، یہ سراسر انصاف سے دور ہے۔ نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر کوئی صحیح الاعتقاد پیر معمر یا مریض و کمزور سچے دل سے روزہ کی سعادت حاصل کرنا چاہے مگر بوجہ ضعف بھوک یا پیاس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا البتہ اگر کوئی ایسا ٹیکہ جو تسکین کرے، لگوا لے یا کسی سرد مقام کو مری وغیرہ چلا جائے یا سرد خانے یا خس کی ٹٹی کا انتظام کر لے یا برفانی پانی سے غسل یا تر کپڑے میں لپٹ جائے تو روزہ پورا کر سکتا ہو تو کیا ایسے معذور اشخاص کے لیے یہ چیزیں بوجہ عذر جائز ہیں یا نہیں تو جہاں تک میری دانست کا تعلق ہے جہاں میں کوئی بھی ایسا عقلمند نہیں جسے دین اسلام سے قدرے واقفیت ہو اور کہے کہ کوہ مری کا سفر یا افغانستان جانا کسی دنیاوی جائز کام کے لیے ناجائز ہے چہ جائیکہ ادائیگی فرض کے لیے جائے اور یونہی یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کوئی معمر یا مریض سرد خانے یا خس کی ٹٹی میں آرام نہیں کر سکتا یا کوئی تندرست اور جوان ٹھنڈے پانی سے غسل یا تر کپڑا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ معذور، اور جب آرام و آسائش کی غرض سے یہ چیزیں جائز ہیں تو دینی فریضہ پورا کرنے کے لیے کیوں ناجائز ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں معذوروں کے لیے عون علی العبادة ہیں یعنی روزہ کی عبادت پوری کرنے میں مدد دیتی ہیں تو ان کا کرنا عبادت میں داخل ہوگا اور جائز ہوگا۔ شامی جلد۲ ص۱۵۶ میں روزے دار کے غسل وغیرہ کے متعلق ہے لان هذه الشياء بها عون على العبادة۔

بہرحال ان اشیاء کا عون علی العبادة ہونا تو ظاہری آنکھوں سے روز روشن کی طرح واضح ہے حالانکہ عون علی العبادة ایسی بہترین چیز اور مطلوب شرعی ہے کہ اللہ رب العالمین ارحم الراحمین اپنے لطف و کرم سے اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے لیے نیک کاموں میں عون علی العبادة مہیا کریں جس کا عربی نام تعاون (ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے) ارشاد فرمایا وتعاونوا على البر والتقوى (پ۶ ع۵) (ترجمہ) "...... اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو......" جب نیک کاموں کے انجام دینے میں دوسروں کی رعایت لازم ہے تو اپنی کیوں ناجائز ہوگی لہٰذا سنن ابو داؤد جلد۱ ص۳۲۳ کی حدیث پاک سے ثابت ہے کہ خود حضور پر نور ﷺ نے پیاس یا گرمی کے سبب اپنے سر اقدس پر پانی بہایا اور شامی جلد۲ ص۱۵۶ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزہ میں کپڑا تر کر کے اپنے اوپر لپیٹ لیا کرتے تھے اور تمام فقہائے کرام نے روزہ دار کے لئے غسل جائز قرار دیا بلکہ یہاں تک ہے کہ روزہ دار غسل کرنے سے اپنے اندر ٹھنڈک محسوس کرے تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ فتاویٰ عالمگیر جلد۱ ص۱۰۲ میں ہے من اغتسل فى ماء وجد برده فى باطنه لا يفطره۔ اور ذرا غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ روزہ دار کا سحری کا کھانا پینا بھی اس عون علی العبادت کے لیے

مطلوب ہے، دیکھئے صحیح حدیث شریف میں ہے استعينوا بطعام السحر على صيام النهار وبالقيلولة على قيام الليل (جامع صغیر جلد۱ ص۲۹) اس حدیث پاک میں حضور پر نور ﷺ حکم دیتے ہیں کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے پر عون (مدد) حاصل کرو اور دوپہر کے قیلولے سے رات کے نوافل پر اس سحری کے کھانے پینے سے دن بھر روزہ دار بھوک اور پیاس کی شدت سے بچ کر روزہ پورا کر لیتا ہے تو معلوم ہوا کہ بھوک اور پیاس کی شدت کا ہونا روزہ کے لیے لازم نہیں اور اس کی تسکین ایسے طریقے سے، جسے شرع اطہر نے حرام نہیں کیا، حرام نہیں بلکہ جائز و مطلوب شرعی ہے خود اللہ رب العالمین اپنی رحمت و کرم سے روزہ ادا کرنے والوں سے روزہ کے بیان میں ہی فرماتا ہے يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (پ۲ ع۷) (ترجمہ)...... اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا...... تو واضح ہوا کہ بندوں کا بھوک اور پیاس کی شدت سے جان بلب ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس نے ہماری آسانی کے لیے افطاری اور سحری کے کھانے پینے کی اجازت مرحمت فرمائی، ہمارے آرام و آسائش کے لیے ٹھنڈے پانی سے غسل یا تر کپڑے سے ٹھنڈک حاصل کرنا حرام نہیں فرمایا، کسی سرد مقام یا سایہ میں سونا منع نہیں فرمایا اور اپنے کرم سے سرد موسم کے روزوں کو بھی قبول فرماتا ہے تو آفتاب و ماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ غسل...... شریعت میں حرام نہیں، اگر ان چیزوں کو شدت بھوک یا شدت پیاس دور کرنے کے لیے معذور استعمال کرے تو بلاشبہ جائز ہیں، ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو ٹیکے بچارے کا کیا قصور کہ وہ اگرچہ جوف معدہ اور دماغ میں بھی نہ کیا جائے تب بھی محض اس لیے کہ بھوک پیاس کی تسکین کرتا ہے، معذوروں کے لیے بھی جائز نہ ہو بلکہ کوئی ٹیکہ بھی روزہ دار کے لیے اگرچہ صرف مرض دور کرنے کے لیے ہو، جائز نہ ہو سکے، ایسا کہنا صریح ظلم ہے بلکہ بعض لوگوں کے لیے تعاون على الاثم یعنی گناہ کرنے میں مدد دینا ہے کہ ایسی باتیں سن کر ایسے لوگ جو کمزور ایمان والے ہیں، باوجودیکہ روزہ رکھ سکتے ہیں مگر چونکہ انہیں معمولی مرض کے لیے ٹیکہ لگوانا ہے لہٰذا روزہ نہیں رکھتے حالانکہ اللہ رب العالمین نے تعاون علی الاثم کو حرام کیا ہے، دیکھو پ۶ ع۵

انتباہ:

ٹیکہ، مرہم، مالش وغیرہ جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ان کا استعمال تب ہی جائز ہے جبکہ حرام نہ ہوں ورنہ استعمال حلال نہیں مگر جبکہ حاذق طبیب یا ماہر ڈاکٹر جو مسلمان، متدین، پابند شرع متین اور خدا ترس ہوں اپنے پختہ علم اور صحیح تجربہ کی بنا پر فیصلہ دیں کہ اگر یہ دوائی استعمال نہ کی گئی تو مریض جانبر نہیں ہو سکتا تو صرف ایسی صورت میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اجازت ہے اور یہی حکم ان تمام دواؤں کا ہے جو بغیر روزہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں، اس کا لحاظ ضروری ہے۔ والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد المحبوب المعلى وعلى اله وصحبه اولى الصدق والصفاء۔

انتخاب: مولانا صاحبزادہ محمد رضا سیبجھو سہروردی (سندھ)

قرآن و حدیث اور مشاهیر اُمت کے معمول کی روشنی میں

تحقیق وقت افطار

تحریر...... استاذ العلماء امام المناطقہ علامہ مولانا ملک عطا محمد بندیالوی قدس سرہٗ

استاذ الکل امام المناطقہ شیخ العرب والعجم مولانا ملک عطا محمد بندیالوی قدس سرہٗ "تحقیق وقت افطار" کے عنوان کے تحت اپنی علمی و تحقیقی موقف یوں بیان فرماتے ہیں صرف موضوع سے متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو۔

افطار کی علامتوں سے کوئی علامت اگر کسی اور علم پر مبنی ہے تو پھر اعتبار اس علم پر ہوگا، مثلاً افطار کی علامتوں میں سے ایک علامت غروب شمس ہے، تو اب یہ سمجھنا ہوگا کہ غروب شمس کس کو کہتے ہیں؟ تو یہ بھی نہ حدیث کا مسئلہ ہے اور نہ فقہ کا، بلکہ یہ علم ریاضی کا مسئلہ ہے، تو اب غروب شمس کا پتہ علم ریاضی سے چلے گا، لہٰذا اعتبار علم ریاضی پر ہوگا۔ مقدمہ چہارم: علم ریاضی میں کئی دوائر کا ذکر ہے جو کہ آسمان پر فرض کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک دائرۂ اُفق ہے، اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ آدمی جس زمین پر کھڑا ہو تو وہ اپنے اردگرد دائیں بائیں آگے پیچھے آسمان کے بالکل نچلے حصے کو دیکھتا ہے جو کہ زمین کے ساتھ لگا ہوا ہے، اس کو دائرۃ الافق کہتے ہیں، جس طرح پرکار کے ساتھ ہم کاغذ پر دائرہ بناتے ہیں۔ دائرہ گول خط کو بھی کہتے ہیں اور گول سطح کو بھی، جس کو خط نے گھیرا ہوا ہے۔ اس کے بعد بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اس دائرہ پر جب سورج کی روشنی ہوتی ہے تو اس کو نہار اور دن کہتے ہیں اور یہ روشنی جس چیز پر پڑے، اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ دن سورج کی روشنی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ دائرہ افق پر پھیلی ہوئی ہے، خواہ سارے افق پر یا بعض افق پر۔ اب یہ سمجھیں کہ لیل اور رات کیا چیز ہے اور یہ کیسے پیدا ہوتی ہے، تو جاننا چاہیے کہ ہر جسم اور بوجھل چیز کا سایہ ہوتا ہے خواہ وہ جسم گندم یا با جرہ کا دانہ ہو تو زمین جو کہ بہت بوجھل جسم ہے اس کا سایہ بھی لازم ہے، تو لیل اور رات زمین کے سایہ کا نام ہے جو کہ دائرہ افق اور سطح زمین پڑتا ہے جب سورج نصف مقدار مغرب میں غروب ہوتا ہے، تو شرقی افق پر سیاہی نمودار ہوتی ہے اور اس کے اوپر سرخی ہوتی ہے۔ یہ شرقی سیاہی رات کی ابتدا اور زمین کے سایہ کی ابتدا ہے اور جیسا جیسا سورج افق غربی سے نیچے نیچے جاتا ہے، تو شرقی افق کی سیاہی اسی مقدار میں بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اس سیاہی کے

اوپر جو سرخی ہے، وہ کم اور کمزور ہوتی جاتی ہے۔ جب سورج افق غربی میں پورا غروب ہو جاتا ہے تو مشرق کی سیاہی مکمل طور پر بلند ہو جاتی ہے اور اس کے اوپر کی سرخی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے اور ہر طرف آسمان کا سیاہی مائل رنگ نظر آتا ہے۔ اب سارے اُفق میں سیاہی اور زمین کا سایہ پھیل جاتا ہے، جس کو کامل لیل اور رات کہتے ہیں، جب تک شرقی افق کی سیاہی پر سرخی باقی ہے۔ رات مکمل نہیں ہوتی اور یہ سرخی دراصل سورج کی دھوپ اور روشنی ہوتی ہے۔ آئندہ مضمون میں جہاں بندہ لیل اور رات مکمل ذکر کرے گا، تو اس سے مراد یہی لیل مکمل ہے کہ شرقی سیاہی کے اوپر والی سرخی بالکل ختم ہو جائے۔ اب چار تمہیدی مقدمات ختم ہوئے، لہٰذا اب بندہ اصلی مقصد کی طرف لوٹتا ہے۔ اصل مقصد روزہ کے افطار کا وقت بیان کرتا ہے، اس پر کتاب وسنت اور اقوال علماءامت سے بالترتیب دلائل ذکر کرتے ہیں۔

وقت افطار قرآن کریم کی رُو سے

دلیل اول: قرآن پاک میں ہے:

قولہ تعالیٰ: کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل۔

خلاصہ آیۂ مبارکہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی رات میں تم صبح صادق تک کھا پی سکتے ہو۔ پھر صبح صادق سے لے کر روزہ کو لیل اور رات تک تمام کرو۔

اس آیت میں لفظ اللیل ہے جو کہ مطلق ہے اور مقدمہ اول میں گزر چکا ہے کہ احناف کے نزدیک مطلق سے اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے، تو حکم خداوندی یہ ہوا کہ روزہ کو کامل رات تک تمام کرو، بغیر کامل رات کے روزہ تمام نہیں ہوتا اور قبل ازیں گزر چکا ہے اور بعد بھی ذکر کیا جائے گا کہ لیل اور رات اس وقت تمام ہوتی ہے کہ غروب آفتاب کے وقت مشرق کی جانب اُفق پر جو سیاہی نمودار ہوتی ہے، اس پر جو سرخی ہوتی ہے، وہ زائل اور ختم ہو جائے، تو مطلب یہ ہوا کہ مشرق کی جانب غروب آفتاب کے وقت جو سیاہی نمودار ہوتی ہے۔ اس سیاہی پر جو سرخی ہے، اس سرخی کے زوال کے بعد اگر افطار کیا جائے تو روزہ تمام ہوگا اور اگر سرخی کے زوال سے پہلے روزہ افطار کیا گیا، تو روزہ لغوی تو ضرور ہوگا لیکن وہ شرعی روزہ نہیں ہوگا، جس کا قرآن پاک میں حکم ہے، کیونکہ قرآن کریم میں روزہ تمام کا حکم ہے اور بغیر شرقی سرخی کے زوال کے، روزہ تمام نہیں ہوتا۔ غور فرمائیں قرآن پاک ایک بلیغ اور معجز کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ لیل اور رات تک روزہ رکھو، بلکہ یہ فرمایا کہ لیل اور رات تک روزہ تمام کرو، تو اب نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جس آدمی نے مشرقی سرخی زائل ہونے کے بعد روزہ افطار کیا، اس نے روزہ تمام کیا اور فرمان خداوندی کی تعمیل کی اور جس نے مشرقی سرخی کے زوال سے قبل روزہ افطار کیا، بلکہ روزہ کا افساد کیا، اس نے نہ تو روزہ تمام کیا اور نہ ہی فرمان خداوندی کی تعمیل کی، بلکہ قرآن کریم کی مخالفت کی اور اس نے روزہ

افطار نہیں کیا، بلکہ روزہ کا افساد کیا اور اسے توڑا تو اس کا وہی حکم ہے جو روزہ توڑنے والے کا حکم ہے۔ اب بندہ نے قرآن کریم سے افطار کا وقت ثابت کر دیا کہ غروب آفتاب کے وقت مشرقی جانب سیاہی نمودار ہوتی ہے، اس سیاہی پر جو سرخی ہوتی ہے، جب وہ سرخی مکمل طور پر زائل ہو جائے تو شرع شریف کے مطابق افطار کا وہ وقت ہے، پہلے نہیں۔

حدیث میں وقت افطار

دلیل دوم: افطار کے متعلق احادیث مسلم شریف اور ترمذی شریف میں معمولی تغیر کے ساتھ حدیث شریف اس طرح ہے: اذا اقبل اللیل وادبر النهار وغابت الشمس فقد افطر الصائم۔ اور بعض روایات اول میں دو جگہ پر ھٰھنا کا لفظ ہے۔ اب پوری حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے مشرق اور مغرب کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب مشرق کی طرف سے رات متوجہ ہو اور دن پیٹھ پھیرے اور سورج غائب ہو جائے اور غروب ہو جائے تو روزے دار افطار کے وقت میں داخل ہو گیا اب اس کو افطار کرنا جائز ہے۔ اب بندہ اس حدیث شریف کے مطالب کا ذکر کرتا ہے۔ مطلب اول وقت افطار کی تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:

اول: مشرق کی طرف سے رات کی سیاہی متوجہ ہو اور اٹھے۔

دوم: دن پیٹھ پھیر دے یعنی سورج افق سے اتنا نیچے چلا جائے کہ دیکھنے والے کو یہ پتہ نہ چلے کہ سورج کہاں غروب ہوا ہے۔

سوم: اور سورج غروب اور غائب ہو جائے، چونکہ غروب شمس دوسری علامت ادبر النہار سے معلوم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر تیسری علامت غابت الشمس کا معنی بھی غروب شمس، یعنی سورج کی ٹکیہ کا غروب لیا جائے تو تکرار لازم آئے گا اور علامات دو ہوں گی نہ کہ تین، لہٰذا غروب شمس سے مراد وہ سرخی ہوگی جو کہ مشرقی افق کی سیاہی کے اوپر یعنی رات کی سیاہی کے اوپر جو سرخی ہے، وہ زائل اور ختم ہو جائے، کیونکہ بلاغت کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے (الافادة خير من الادعاة) یعنی تکرار سے نیا فائدہ بہتر ہے، لہٰذا دوسری اور تیسری علامت کے درمیان تغائر ہوگا۔ مزید برآں علماء اسلام نے بھی غربت الشمس کے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ آگے آئے گا کہ غروب شمس سے مراد وہ سرخی ہے جو کہ مشرقی افق پر سیاہی کے اوپر ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آئے گا۔

مطلب دوم: حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ افطار روزہ کے لیے صرف اقبال لیل کافی نہیں ہے، بلکہ دوسری اور تیسری علامت کا تحقق ضروری ہے۔ اگر صرف اقبال لیل افطار کے لیے کافی ہو تو پھر دوسری اور تیسری علامت کا ذکر بے فائدہ ہوگا۔

مطلب سوم: حدیث مذکورہ بالا کے آخر میں جو یہ جملہ ہے فقد افطر الصائم اس کا معنی علماء

نے یہ کیا ہے کہ روزہ دار افطار کے وقت میں داخل ہو گیا اور اس کو افطار کرنا جائز ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب تک تین علامتیں نہ پائی جائیں تو نہ افطار کا وقت داخل ہوتا ہے اور نہ روزہ دار کو افطار کرنا جائز ہے تو جو اہل بدعت مشرق کی طرف ذرا سی سیاہی نمودار ہونے پر بزعم خود افطار کرتے ہیں، یہ روزے کے افساد کے مرتکب ہوتے ہیں اور روزہ کے افساد میں تعجیل کرتے ہیں، حالانکہ حکم تعجیل فی الافطار کا یہ اس وقت ہے کہ شارع علیہ السلام کی بیان کردہ تین علامات متحقق ہیں۔

مطلب چہارم: حدیث شریف مذکورہ بالا میں جو یہ جملہ ہے: فقد افطر الصائم اس کا صحیح معنی یہ ہے جو کہ گزر چکا ہے کہ روزہ دار وقت افطار میں داخل ہو گیا اور اس کو روزہ افطار کرنا جائز ہے، خواہ افطار کرے یا نہ اگر عزیمت اور اصل پر عمل کرنا چاہے تو تین علامات کے تحقق کے بعد جلدی افطار کرے اور اگر رخصت پر عمل کرے دیر بھی کر سکتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تحقیق علامات کے بعد افطار میں جلدی کرتے تھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ افطار اور نماز مغرب میں تاخیر کرتے۔ علماء نے اس اختلاف کی وجہ وہی ذکر کردہ عزیمت اور رخصت بیان کی ہے۔ بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے جملہ فقد افطر الصائم کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تحقق علامات کے بعد روزہ دار روزہ افطار کرے۔ یہ معنی دو وجہ سے غلط ہے۔

وجہ اول: افطر صیغہ ماضی اور اخبار ہے نہ کہ امر اور انشاء اور وہ مذکورہ بالا بعض لوگ امر والا معنی کرتے ہیں کہ روزہ دار روزہ افطار کرے۔

وجہ دوم: اگر افطر کا معنی امر والا ہو تو اصل امر میں وجوب ہے حالانکہ تحقق شرائط کے بعد افطار واجب نہیں کہ تاخیر میں گناہ ہو گیا جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اختلاف حدیث شریف میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

مطلب پنجم: حدیث مذکورہ بالا جملہ شرطیہ ہے۔ جملہ فقد افطر الصائم جزاء ہے اور اذا اقبل اللیل یعنی تین [illegible] مسلم ہے کہ جملہ شرطیہ میں جزا شرط پر موقوف ہوتی ہے اور شرط کے وجود سے جزاء کا وجود اور شرط کی نفی سے جزا کی نفی ہوتی ہے، تو تین علامات کے تحقق سے افطار کے وقت کا تحقق ہوگا۔ تینوں علامات سے ہر ایک کی نفی یا ایک کی نفی سے وقت افطار کی نفی ہوتی ہے۔ تو جو لوگ مشرق کی طرف سے تھوڑی سی سیاہی نمودار ہونے پر بزعم خود افطار کرتے ہیں تو انہوں نے روزہ توڑ دیا جو کہ کبائر سے ہے۔

مطلب ششم: حدیث مذکورہ میں وقت افطار کی جن تین علامات کا ذکر، ترتیب سے ہے۔ واقعہ میں بھی ان میں یہی ترتیب ہے۔ ابھی مغرب کی جانب سورج کا کنارہ نظر آ رہا ہوتا ہے تو مشرق کی جانب رات کی سیاہی نمودار ہوتی ہے اور جب سیاہی ذرا اوپر ہوتی ہے تو ادبار النہار ہوتا ہے، یعنی

سورج ایسا غروب ہوتا ہے کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سورج کہاں غروب ہوا ہے اور جب مشرق کی جانب رات کی سیاہی کافی بلند ہوتی ہے، تو اس سیاہی کے اوپر جو سرخی ہے، وہ زائل ہوتی ہے اور اس سرخی کو شمس اور سورج کہا گیا ہے، حالانکہ یہ سرخی سورج کی دھوپ اور روشنی ہوتی ہے اور وہاں سے سورج نظر آ رہا ہوتا ہے اور قبل ازیں مقدمات میں ذکر کیا گیا ہے کہ شمس اور سورج کا اطلاق جیسے ٹکیہ پر ہوتا ہے، ایسا ہی سورج کی روشنی اور دھوپ پر ہوتا ہے اور قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حدیث میں شمس سے مراد وہ سرخی ہے جو کہ جانب شرقی سیاہی پر ہوتی ہے اور قرینہ یہ ہے اگر شمس سے ٹکیہ مراد ہو تو تکرار لازم آئے گا، کیونکہ ادبار النہار کا معنی بھی سورج کی ٹکیہ کا ایسا غروب ہونا کہ غروب کی جگہ کا پتہ نہ چلے۔

دوسری حدیث پاک

دلیل سوم: مسلم شریف میں ہے: اذا رأیتم اللیل قد اقبل من ھھنا واشار بیدہ نحو المشرق فقد افطر الصائم ۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم رات کو دیکھو کہ متوجہ ہوئی اس طرف سے اور اشارہ مشرق کی طرف کیا تو روزہ دار افطار کے وقت میں داخل ہو گیا اور اس وقت اس کو افطار کرنا جائز ہے۔ اس حدیث شریف کے بھی چند مطالب ملاحظہ ہوں:

مطلب اول: اس حدیث شریف میں افطار کی صرف ایک علامت کا ذکر ہے یعنی اقبال لیل جو کہ مشرق کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے اور دو علامت کا ذکر نہیں، یعنی ادبار النہار اور غروب شمس جس سے مراد وہ سرخی ہے جو مشرق کی سیاہی کے اوپر ہوتی ہے۔

مطلب دوم: اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دلیل دوم میں جس حدیث کا ذکر ہے اس میں وقت افطار کی تین علامات کا ذکر ہے کہ افطار کا وقت اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ تینوں علامات متحقق ہوں، صرف ایک علامت اقبال لیل کافی نہیں ہے اور اس حدیث شریف میں جو کہ دلیل سوم میں مذکور ہے۔ وقت افطار کی صرف ایک علامت کا ذکر ہے یعنی مشرق کی طرف سے اقبال لیل متحقق ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ افطار کے لیے صرف ایک علامت اقبال کافی ہے، تو اب دو حدیث میں تعارض آ گیا۔ ایک حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ افطار کے لیے تین علامات کا تحقق ضروری ہے۔ ایک علامت اقبال لیل کافی نہیں اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار کے لیے صرف ایک علامت اقبال لیل کافی ہے۔ دوسری اور تیسری علامت ضروری نہیں اور یہی تعارض ہے۔ اب اس سوال کا جواب ملاحظہ ہو: جواب یہ ہے کہ سوال اور تعارض اس وقت ہے کہ حدیث دوم جس میں صرف اقبال لیل کا ذکر ہے۔ اس لیل سے مطلق سیاہی مراد ہو، یعنی خواہ دوسری اور تیسری علامت متحقق ہو یا نہ، لیکن اس لیل سے مطلق سیاہی مراد نہیں ہے، بلکہ اللیل کا فرد کامل مراد ہے، کیونکہ یہاں دوسری حدیث میں اللیل مطلق ہے اور مقدمہ اول میں ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شی مطلق مذکور ہو تو اس کا فرد کامل مراد ہوتا ہے اور اللیل کا فرد کامل مشرق کی وہ سیاہی

ہے کہ وہ اتنی بلند ہو کہ اس کے اوپر کی سرخی زائل ہو جائے اور قبل ازیں مشاہدہ کی وجہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ سرخی کے زوال سے قبل ادبار نہار ہو جاتا ہے، تو لیل کامل جو کہ علامت اول ہے، اس کا تحقق دوسری اور تیسری علامت کے تحقق کو مستلزم ہے، اب کوئی تعارض نہیں ہے۔

مطلب سوم: جو لوگ قبل از وقت اپنا روزہ توڑتے ہیں، وہ اسی حدیث سے استدلال لاتے ہیں کہ اس حدیث دوم سے استدلال لاتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف ایک علامت کا ذکر ہے، یعنی اقبال لیل کا تو جب مشرق کی جانب سے ذرا سی سیاہی نمودار ہو تو بس افطار کے لیے کافی ہے، سیاہی کے اوپر سرخی کے زوال کی ضرورت نہیں ہے، تو ان لوگوں کے نزدیک دونوں احادیث کے درمیان تعارض ہے اور وہ صرف ایک حدیث پر عمل کرتے اور دوسری پر عمل نہیں کرتے اور وہ اس آیہ شریفہ کا مصداق ہیں قولہ تعالی: تؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض. العیاذ باللہ ۔

مطلب چہارم: بندہ نے ابھی ذکر کیا ہے کہ حدیث دوم میں جس لیل اور رات کا ہے۔ یہ فرد کامل کہ مشرق کی جانب سیاہی اتنی بلند ہو کہ اس کی سرخی زائل ہو جائے۔ خود حدیث شریف کا اس پر قرینہ موجود ہے، وہ یہ کہ حدیث شریف میں یہ لفظ ہے اذا اقبل اللیل اور یہ لفظ نہیں ہے اذا ظھر اللیل اس کی وجہ یہ ہے کہ اقبال لیل کا معنی رات کا دیکھنے والے کی طرف متوجہ ہونا اور جھکنا اور جب مشرق کی طرف سے سیاہی نمودار ہوتی ہے تو وہ اوپر کو جاتی ہے، دیکھنے والے کی طرف جھکتی نہیں ہے، البتہ جب یہ سیاہی اتنی بلند ہوتی ہے کہ اس سے اوپر والی سرخی زائل ہو جائے تو یہ سیاہی رات دیکھنے والے کی طرف جھکتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہوا، اور یہی حال آسمان کا ہے کہ افق سے متصل آسمان کا رخ اوپر کو ہوتا ہے اور جب کافی اوپر کو ہوتا ہے تو ٹیڑھا اور دیکھنے والے کی جانب جھکا ہوا ہوتا ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اللیل اور رات کا فرد کامل وہ ہے کہ مشرق کی جانب سیاہی اتنی بلند ہو جائے کہ اوپر کی سرخی زائل ہو جائے۔

مطلب پنجم: حدیث شریف میں وقت افطار کی جو تین علامتیں ذکر کی گئی ہیں، ان کے ساتھ مشاہدہ کا تعلق ہے، اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ افطار کے وقت ان علامات کا مشاہدہ کریں، یہ مسلمانوں میں بڑی کمزوری ہے کہ علامات کا مشاہدہ نہیں کرتے اور کمروں اور کوٹھیوں کے اندر بیٹھ کر گھڑیوں پر اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ بڑی بڑی قیمتی گھڑیاں ٹائم غلط دیتی ہیں جس کا بندہ کو بہت تجربہ ہے۔ اس فقیر کے پاس پندرہ ہزار روپیہ کی قیمتی گھڑی ہے لیکن گاہ بگاہ ٹائم غلط دیتی ہے، چونکہ وقت پہچاننا فرض ہے، لہذا وقت افطار کی علامات کا مشاہدہ لازم ہے۔

مخالفین کی دلیل اور اس کا جواب

دلیل چہارم: مسلم شریف میں ایک حدیث شریف ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی سفر فی

شهر رمضان فلما غابت الشمس قال یا فلان انزل فاجدح لنا قال یا رسول الله ان علیک نهارا قال انزل فاجدح لنا فنزل فجدح فاتاه به فشرب النبی صلی الله علیه و آله وسلم (الحدیث)

خلاصہ ترجمہ حدیث شریف یہ ہے کہ ایک صحابی جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا، فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور رمضان شریف کا مہینہ تھا، پس جب سورج کی ٹکیہ غروب ہوئی، تو آنحضرت ﷺ نے ایک اور صحابی کا نام لے کر فرمایا کہ سواری سے اترو اور ہمارے لیے جو کے ستو پانی میں بھگو۔ اس صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابھی تو دن کا وقت ہے، افطار کا وقت نہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو سواری سے اتر، اور ہمارے لیے پانی میں جو کے ستو بھگو۔ وہ اترا اور اس نے ستو بھگوئے اور آپ کے پاس لایا تو آنحضرت ﷺ نے بھگوئے ہوئے ستوؤں کو پیا۔" اب اس حدیث پر چند بحثیں بیان کی جاتی ہیں:

بحث اول: حدیث شریف میں تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ جب افطار کا وقت متحقق ہو جاتا تھا، تو افطار میں تعجیل فرماتے تھے، تاخیر نہیں کرتے تھے۔

بحث دوم: افطار کی تیاری وقت سے پہلے کی جاتی ہے، نہ کہ جب وقت افطار متحقق ہو، کیونکہ اگر وقت کے تحقق کے بعد افطاری کی تیاری کی جائے، و افطار میں تاخیر ہوگی جو کہ آنحضرت ﷺ کے معمول کے خلاف ہے۔ خصوصاً سفر میں افطار کی تیاری حضر سے زیادہ پہلے کی جاتی ہے، کیونکہ حضر میں افطار کا سامان جلدی سے حاصل ہو جاتا ہے، سفر میں اتنا جلدی نہیں ملتا، تو آنحضرت ﷺ چونکہ سفر میں تھے، اس لیے آپ نے صحابی کو افطار کی تیاری کا حکم وقت افطار سے کافی پہلے دیا ہوگا، کیونکہ صحابی نے سواری سے اترنا ہے اور سامان سے ستو اور برتن نکال کر پانی ڈال کر برتن میں بھگونے ہیں، اور حضر میں یہ سب چیزیں سفر کی نسبت سے جلدی حاصل ہو جاتی ہیں۔

بحث سوم: آپ نے صحابی کو حکم دیا کہ سواری سے اتر اور ستو تیار کر اور جب دوسری دفعہ صحابی کو ستو بنانے کا حکم دیا تو سورج کی ٹکیہ غروب ہو چکی تھی، کیونکہ حدیث کے یہ لفظ پاک فلما غابت الشمس قال یا فلان تو اس کا مطلب یہی ہے کہ شمس کی ٹکیہ پہلے غائب ہوئی، حکم بعد میں فرمایا، تو اس حدیث شریف سے شمس اس کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ محض شمس کی ٹکیہ غائب ہونے سے افطار کا وقت متحقق نہیں ہوتا، تو قبل از وقت روزہ فاسد کرنے والوں کا یہ کہنا بالکل غلط اور جہالت ہے کہ محض قرص اور ٹکیہ کے غروب سے افطار کا وقت متحقق ہو جاتا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فقط غروب ٹکیہ سے افطار کا وقت آ جاتا ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کے افطار میں بڑی تاخیر ہو جائے گی، کیونکہ دو دفعہ تو آپ نے اس صحابی کو ستو بنانے کا حکم دیا، اور درمیان میں اس صحابی نے ستو تیار کرنے سے معذرت کی اور اس کے بعد

وہ صحابی سواری سے اترا اور سواری کو بھی کہیں باندھا ہوگا، اس کے بعد سامان سے ستو اور برتن اور پانی نکالا ہوگا اور ستو تیار کر کے پیش کیے ہوں گے اور یہ سب ٹکیہ کے غروب سے بعد ہے، جس میں کافی دیر ہے۔ اگر فقط غروب آفتاب افطار کے لیے کافی ہوتا اور افطار ضروری ہوتا، تو آپ ﷺ بغیر ستو کا حکم کیے، خود سواری سے اترتے اور خود کوئی شے نکال کر افطار کر لیتے۔ اگر کسی شخص حدیث دانی کا کچھ ملکہ ہے تو ذرا غور کرنے سے اسے معلوم ہو جائے گا کہ محض سورج کی ٹکیہ کا غروب افطار کے لیے کافی نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ نے غروب آفتاب کے بعد ستو تیار کرنے کا حکم دیا تھا، یہ وقت افطار سے پہلے تھا اور جب ستو تیار ہوئے اس وقت، وقت افطار متحقق ہو گیا، اور آپ ﷺ نے افطار میں تعجیل فرمائی، یہ اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق ہے۔ اہل بدعت کے نزدیک تو آپ ﷺ نے افطار میں تاخیر فرمائی اور کم از کم بعد از وقت پندرہ منٹ کے روزہ افطار فرمایا۔

بحث چہارم: یہاں ایک سوال ہے۔ سوال یہ کہ صحابہ کرام، حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل بلا چون و چرا کرتے تھے اور کوئی دیر نہیں کرتے تھیں لیکن حدیث شریف میں مذکورہ صحابی نے تعمیل ارشاد میں کیوں عذر پیش کیا اور تاخیر کی؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ صحابی نے یہ بحث تکمیل دین کے لیے کی۔ تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو غروب آفتاب کے وقت ستو تیار کرنے کا حکم دیا تو آپ ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ ابھی افطار کا وقت تو نہیں ہے، لیکن سواری سے اتر کر اور ستو تیار کرنے تک وقت ہو جائے گا، لیکن صحابی رسول نے یہ سمجھا کہ آپ کا مطلب یہ ہے کہ وقت ہو گیا ہے، اس لیے صحابی نے عرض کیا کہ ابھی تو دن ہے اور دن میں تو افطار نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ سورج کی ٹکیہ کے غروب سے نہ تو حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک افطار کا وقت ہوتا ہے اور نہ ہی صحابی کے نزدیک۔ صحابی کے نزدیک تو واضح ہے کیونکہ اس نے تو کہا کہ ابھی تو دن ہے اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک بھی یہ وقت افطار نہیں اگر ہو تو افطار میں تاخیر ہوگی، حالانکہ آپ کا معمول تعجیل فی الافطار تھا۔

مخالفین کی دوسری دلیل

مسلم شریف اور ترمذی شریف میں ہے: لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر یعنی مسلمان لوگ ہمیشہ نیکی، خیر اور بھلائی میں رہیں گے جس وقت تک افطار میں جلدی کریں گے۔ آج کل جو لوگ وقت سے پہلے روزہ توڑتے اور خراب کرتے ہیں، یہ حدیث وہ استدلال کے طور پیش کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں تعجیل فی الافطار کا حکم ہے، اس لیے ہم افطار میں جلدی کرتے ہیں تو اس کا ایک جواب تو علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالی نے دیا ہے کہ حدیث شریف میں تعجیل فی الافطار کا حکم آیا ہے اور یہ لوگ تعجیل فی الافساد کرتے ہیں۔ دوسرا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ افطار میں جلدی کا حکم اس

وقت ہے کہ وقت افطار کا یقین ہو اور یقیناً وقت افطار کا تحقق ہو اور ظاہر ہے کہ وقت افطار کا یقین اور تحقق اس وقت ہوگا، جب تین علامات متحقق ہوں گی جن کا ذکر حدیث میں ہے۔ ان علامات کے بغیر تحقق کا یقین نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ یقین جہالت ہے۔ شرح ترمذی فارسی میں ہے: ولیکن باید کہ تعجیل بعد از تحقق وقت باشد و تیقن بآں و احتیاط دراں نہ استعجال باتردد یا ظن، چنانچہ بعضے از ارباب تکلف در سنن می کنند۔

خلاصہ فارسی عبارت کا یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو جلدی کا حکم ہے، یہ اس وقت ہے کہ افطار کا وقت متحقق ہو اور اس تحقق کا یقین ہو اور اس میں احتیاط لازم ہے۔ حدیث شریف میں اس جلدی کا حکم نہیں ہے کہ وقت میں تردد ہے اور یقین نہیں ہے اور جلدی میں روزہ خراب کر دے، جس طرح ان لوگوں کی عادت ہے جو حدیث شریف پر عمل کرنے میں تکلف اور بناوٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ شارح کی مراد ہندوستان کے اہل حدیث ہیں۔ اسی طرح مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملھم شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو: اتفق العلماء علی ان محل ذالک اذا تحقق غروب الشمس بالرؤیة او باخبار عدلین الخ ۔ خلاصہ عربی عبارت کا یہ ہے کہ حدیث شریف میں جس تعجیل کا حکم ہے تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ تعجیل اس وقت ہے، جب غروب شمس کا یقین ہو جائے یا تو غروب شمس کی علامات کو افطار کنندہ نے خود دیکھا ہے یا دو عادلوں نے اس کو خبر دی کہ غروب شمس کی علامات متحقق ہو گئی ہیں اس کے بغیر تعجیل کرے گا تو یہ تعجیل فی الافطار نہیں بلکہ تعجیل فی الافساد ہے جیسا کہ اس دور میں بزعم خویش اہل حدیث اور ان کے تابعین کرتے ہیں۔

دلیل ششم: چغمینی جو کہ علم ریاضی کی مشہور اور مستند کتاب ہے اس میں نہار شرعی کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے: زمان النھار فی الشرع من طلوع الفجر الثانی الی غروب الشمس ۔ تفصیل یہ ہے کہ فلاسفہ کے نزدیک نہار اور دن طلوع شمس سے لے کر غروب شمس تک ہے اور اہل شرع کے نزدیک نہار اور دن کی انتہا تو ایک ہے، یعنی غروب آفتاب البتہ ابتداء میں اختلاف ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک دن کی ابتداء طلوع شمس ۔ سے ہے اور اہل شرع کے نزدیک نہار اور دن کی ابتداء صبح صادق کے طلوع سے ہے۔ حاشیہ پر میر سید شریف کے حوالہ سے غروب شمس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: غروب الشمس مجاوزته عن الافق الغربی بحیث یظھر الظلمة فی جانب الشرق و یزول الحمرة منه ۔ خلاصہ عربی عبارت کا یہ ہے کہ غروب آفتاب یہ ہے کہ سورج افق مغربی سے اتنا نیچے چلا جائے کہ مشرق کی جانب سے سیاہی ظاہر ہو اور مشرقی سیاہی کے اوپر جو سرخی ہے، وہ زائل ہو جائے ۔ اب اس عبارت میں بھی غروب آفتاب اور وقت افطار کی تین علامات ذکر کی گئی ہیں۔

اول: افق غربی سے سورج نیچے چلا جائے۔ حدیث مذکورہ میں اس کو ادبار النھار فرمایا گیا ہے۔ دوم: مشرق کی جانب سے سیاہی اور اندھیرا ظاہر ہو اور حدیث میں اس کو اذا اقبل اللیل فرمایا گیا

ہے۔ علامت سوم: مشرق کی جانب سیاہی کے اوپر جو سرخی ہے وہ غائب اور زائل ہو جائے اور حدیث شریف میں اس کو غربت اور غابت الشمس فرمایا گیا ہے، کیونکہ مشرقی جانب سیاہی کے اوپر جو سرخی ہوتی ہے، یہ سورج کی دھوپ ہوتی ہے اور اس دھوپ پر شمس اور سورج کا اطلاق ہے، تو میر سید شریف نے جو غروب شمس کی تعریف کی ہے، یہ بالکل حدیث کے مطابق ہے۔

ماہر علم ریاضی علامہ برجندی کے نزدیک غروب آفتاب کی تعریف

دلیل ہفتم: ریاضی کا ایک فن ہے جس کو علم زیج کہا جاتا ہے۔ اس فن میں ایک کتاب ہے، جس کو زیج الغ بیگ کہتے ہیں۔ الغ بیگ مغلیہ خاندان میں ایک بہت بڑا سلطان اور بادشاہ گزرا ہے جو کہ زیج کے علم میں بڑا ماہر تھا، اس نے فن میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کی شرح علامہ برجندی حنفی نے لکھی ہے۔ علامہ برجندی نے بھی غروب شمس کی وہی تعریف کی ہے، جو کہ میر سید شریف نے کی ہے۔ یہ تعریف فارسی میں ہے، ملاحظہ ہو:

غروب شمس نزد اہل شرع مجاوزت آفتاب از افق غربی بروجہے کہ ظلمۃ از جانب شرق ظاہر گردد و حمرت مشرقی زائل شود۔ خلاصہ عبارت فارسی یہ ہے کہ شرع شریف میں غروب آفتاب یہ ہے کہ سورج مغربی افق سے اتنا نیچے چلا جائے کہ مشرق کی طرف سے ظلمۃ اور سیاہی ظاہر ہو اور اس سیاہی پر مشرق کی جانب جو سرخی ہوتی ہے، وہ زائل ہو جائے۔ اس عبارت میں بھی حدیث شریف کے مطابق غروب شمس اور وقت افطار کی تین علامات ہیں:

اول: شمس اور سورج کا غربی افق میں چھپ جانا۔

دوم: مشرق کی جانب سے سیاہی کا نمودار ہونا۔

سوم: اس مشرقی سیاہی کے اوپر جو سرخی مشرق کی جانب سے ہوتی ہے، وہ سرخی زائل ہو جائے۔

یہی تین علامات حدیث شریف میں قبل از [ ] کر کی جا چکی ہیں۔ بندہ ابتداء میں ایک مقدمہ ذکر کر چکا ہے کہ جو مسئلہ کسی فن کا ہو، تو اس کی تحقیق اسی کے ذریعے ہوتی ہے اور اس مسئلے کے متعلق اعتماد اسی فن پر ہوتا ہے، چونکہ غروب شمس کی بحث علم ریاضی اور علم ہیئت میں ہوتی ہے، لہٰذا غروب شمس کی علامات علم ہیئت میں مذکور ہیں، وقت افطار میں اسی پر اعتماد ہوگا، کیونکہ افطار غروب شمس کے بعد ہوتا ہے۔ اب بندہ نے کتاب و سنت اور علماء اہلسنت کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ روزہ شرع شریف میں اس وقت افطار کرنا جائز ہے جب تین علامات پائی جائیں:

اول: مشرقی جانب سے سیاہی اور رات نمودار ہو۔

دوم: سورج افق غربی میں اتنا نیچے چلا جائے کہ دیکھنے والے کو پتہ نہ چلے کہ سورج کہاں غروب ہوا ہے۔

سوم: مشرقی جانب سے سیاہی اتنی اوپر چڑھ جائے کہ اس سیاہی پر جو سرخی مشرقی جانب ہے وہ سرخی زائل ہو جائے ---- اور اگر ان تین علامات میں سے کوئی ایک علامت نہ پائی جائے تو افطار روزہ کا وقت نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی اس وقت روزہ افطار کرے گا تو یہ افطار نہیں بلکہ افساد روزہ ہے یعنی دن میں روزہ توڑتا ہے جس سے قضاء روزہ لازم ہے، بعض صورتوں میں کفارہ بھی لازم آتا ہے۔

مخالفین کی تیسری دلیل اور اس کا رد

دلیل ششم: ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ایک حدیث شریف ہے: **قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لايزال الدين ظاهرا ماعجل الناس الفطر لان اليهود والنصارى يؤخرون** - ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک مسلمان لوگ افطار میں جلدی کریں گے تو دین غالب ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی وہ لوگ استدلال لاتے ہیں جو قبل از وقت روزہ خراب کرتے ہیں کہ حدیث میں جلدی افطار کا حکم ہے، ان کا یہ استدلال غلط ہے، اس کی ایک وجہ قبل ازیں دلیل پنجم میں گزر چکی ہے کہ حدیث شریف میں جس تعجیل کا حکم ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ جب حدیث شریف میں بیان کردہ وقت ہو جائے تو تعجیل سنت ہے نہ کہ قبل از وقت افطار، بلکہ یہ افساد ہے اور تعجیل سے دوسری مراد، اس حدیث شریف میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ یہود افطار میں بہت تاخیر کرتے ہیں، تو امت کو یہود کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے کہ یہود جتنی تاخیر نہ کرو، تو حدیث شریف میں تعجیل سے مراد یہود کے لحاظ سے تعجیل ہے نہ کہ قبل از وقت تعجیل اور کتب حدیث میں صراحت ہے کہ یہود و نصاریٰ اشتباک النجوم کے وقت روزہ افطار کرتے ہیں۔ اشتباک النجوم یہ ہے کہ چھوٹے بڑے سب ستارے نظر آنے لگ جائیں اور آسمان سوراخ دار جالی کی طرح نظر آنے لگ جائے اور یہ وقت تقریباً عشاء کے قریب ہوتا ہے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان کا مغرب کی نماز پڑھ کر روزہ افطار کرنا

دلیل ہفتم اور شرح موطا امام محمد ص ۱۸۲ از ملا علی قاری میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے، ملاحظہ ہو: **اخرج عبدالرزاق ومالك وابن ابي شيبة والبيهقي عن حميد بن عبدالرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنهم ان عمر وعثمان كانا يصليان المغرب في رمضان حتى ينظر ان في الليل الاسود قبل ان يفطران بعد الصلوة** - خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امیرالمومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی عادت مبارک تھی کہ جب غروب شمس کے بعد سیاہ رات دیکھتے تھے تو

مغرب کی نماز رمضان شریف میں افطار روزہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ پھر بعد از نماز مغرب روزہ رمضان افطار فرماتے تھے۔ اب ان ہر دو صحابہ کے فعل کے متعلق چند بحثیں ملاحظہ ہوں۔ ان ہر دو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فعل اور طریقہ یہ تھا کہ رمضان مبارک میں جب سیاہ رات مشرق کی جانب سے نمودار ہوتی اور اس کو دیکھتے تو پہلے نماز مغرب ادا کرتے اور پھر نماز کے بعد روزہ افطار کرتے۔ اب ابحاث ملاحظہ ہوں:

بحث اول: وقت نماز مغرب اور وقت افطار ایک ہے، یعنی غروب شمس کی جب تین علامات مذکورہ فی الحدیث متحقق ہو جائیں تو وقت نماز مغرب اور وقت افطار دونوں متحقق ہو جاتے ہیں۔ ہم اہلسنت جب ان علامات کے تحقق کے بعد روزہ افطار کریں، تو قبل از وقت روزہ خراب کرنے والے ہم اہلسنت کو یہ طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارا روزہ مکروہ ہو گیا اور تم نے افطار میں تاخیر کر کے تعجیل والی حدیث کا خلاف کیا، تو بندہ ان طعنہ بازوں سے سوال کرتا ہے کہ جن دو صحابہ کا اوپر ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہر دو صحابی رضی اللہ عنہما نماز مغرب وقت پر پڑھتے ہوں گے اور ادائیگی کے بعد روزہ افطار کرتے تھے، تو اب غور کرو افطار میں کافی تاخیر ہو جاتی ہوگی تو یہ طعنہ باز تو صحابہ کے متعلق بھی یہ اعتراض کریں گے کہ یہ ہر دو صحابی بھی تاخیر سے اپنا روزہ افطار کرتے تھے اور حدیث تعجیل کی بھی مخالفت کرتے تھے:

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

بحث دوم: حدیث شریف میں ہے: **عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين** - یعنی خلفاء راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔ اب امیر عمر اور امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلفاء راشدین سے ہیں اور ان کی سنت یہ ہے کہ وہ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ ان طعنہ بازوں نے کبھی بھی اس سنت پر عمل کیا۔ اس فقیر محمد ایں منصور نے تو کئی دفعہ اس سنت پر عمل کیا ہے۔

بحث سوم: یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ ہر دو صحابی ایسا کیوں کرتے تھے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب غروب شمس کی تین علامات متحقق ہوں تو پہلے افطار اور اس کے بعد نماز مغرب ادا کی جاتی ہے، تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک چیز جائز ہے اور کوئی آدمی یا گروہ اس کو ناجائز جانتا اور کہتا ہے تو پھر افضل یہ ہے کہ اس چیز کو استعمال کرنا چاہیے تاکہ ناجائز کہنے والے کا رد ہوتا رہے اور اس کا ناک خاک آلودہ ہوتا رہے اور اس چیز کا جواز باقی رہے، کیونکہ اگر اس چیز کو استعمال نہ کیا گیا، تو اس چیز کو ناجائز کہنے والوں کی بات اور دلیل سن کر دوسرے اہلسنت یہ سمجھنے لگ جائیں گے کہ شاید یہ چیز ناجائز ہے، اس کی مثال فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں یہ دی گئی ہے کہ حوض اگرچہ دہ در دہ ہو، معتزلہ کے نزدیک پلید اور ناپاک ہوتا ہے لہذا اس حوض سے وضو کرنا منع اور ناجائز ہے اور اہلسنت کے نزدیک دہ در دہ حوض میں اگر پلیدی پڑ جائے، تو وہ پلید اور ناپاک نہیں ہوتا، لہذا جس شہر میں معتزلہ ہوں۔ اہلسنت کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ حوض سے وضو کریں تاکہ معتزلہ کا رد ہوتا رہے اور ان کا ناک خاک آلودہ ہوتا رہے اور حوض سے وضو کرنے کا جواز باقی

رہے۔ اس تمہید کے بعد بندہ عرض کرتا ہے کہ امیر عمر اور امیر عثمان رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہما مغرب کی نماز ادا کر کے رمضان شریف کا روزہ اس لیے افطار کرتے تھے کہ لوگ یہ سمجھنے نہ لگ جائیں کہ افطار روزہ قبل از نماز مغرب ضروری ہے اور بعد از نماز مغرب افطار روزہ منع ہے، تو اس لیے یہ ہر دو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد از نماز مغرب روزہ افطار کرتے تھے تاکہ بعد از نماز مغرب افطار کا جواز باقی رہے، جیسا کہ آج کل بعض جہلا اہل بدعت کا خیال ہے کہ بعد از نماز مغرب روزہ افطار کرنا منع ہے اور مکروہ ہو جاتا ہے واب بھی اہلسنت کے نزدیک افضل یہ ہے کہ بعد از نماز مغرب روزہ افطار کریں تاکہ ان جہلاء کا رد ہوتا رہے اور ان کا ناک خاک آلودہ ہوتا رہے۔ یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ دور جاہلیت ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید افطار کا وقت دو تین منٹ ہوتا ہے کہ اس کے بعد روزہ افطار کرنا مکروہ ہو جاتا ہے، بلکہ افطار کا مستحب وقت پون گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے چنانچہ ابھی دلیل دہم میں پیش کیا جائے گا۔

افطار میں جلدی کس وقت تک باقی رہتی ہے؟

دلیل دہم: رد المحتار ابن عابدین شامی میں ہے:

عن شرح الجامع لقاضي خان التعجيل المستحب قبل اشتباك النجوم یعنی حدیث شریف میں جو تعجیل کا حکم ہے کہ روزہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے، یہ وقت کوئی دو تین منٹ نہیں ہوتا، بلکہ جب غروب آفتاب کی تین علامتیں پائی جائیں، اس وقت سے لے کر اشتباک نجوم تک یہ تمام افطار کے لیے مستحب ہے اور یہ تمام وقت تعجیل کا ہی وقت ہے۔ جس کا حکم حدیث شریف میں ہے اور یہ تمام وقت تقریباً پون گھنٹہ ہے۔ جب اشتباک النجوم ہو جائے تو یہ افطار کا وقت مکروہ اور یہود اشتباک النجوم سے پہلے افطار کرنا تعجیل ہے اور قبل ازیں بندہ اشتباک النجوم کا معنی بیان کر چکا ہے کہ اشتباک النجوم اس وقت کو کہا جاتا ہے کہ آسمان پر چھوٹے اور بڑے ستارے نظر آنے لگیں اور آسمان سوراخ دار جالی کی طرح نظر آئے۔

دلیل یازدہم: ولا یفطر مالم یغلب علی ظنہ غروب الشمس وان اذن المؤذن ۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جب تک افطار کے وقت کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک روزہ افطار نہ کرے، اگرچہ مسجد میں مؤذن نے اذان دے دی ہو۔

غور کریں کہ وقت کی پہچان فرض ہے اور روزہ دار پر فرض ہے کہ اس کو افطار کا وقت معلوم ہو۔ آج کل اکثر لوگ مغرب کی اذان یا نقارہ پر اعتماد کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

بندہ نے افطار کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے، اگرچہ شرعی مسئلہ کے بیان کرنے کا اس فقیر کو انشاء اللہ تعالیٰ ثواب ملے گا، لیکن اصل مقصد مسلمان روزہ داروں کی خیر خواہی ہے کہ سارا دن بھوک اور پیاس کی تکلیف برداشت کرتے ہیں اور جب تقریباً پانچ منٹ کا وقفہ باقی رہ جاتا ہے تو سارے دن کی تکلیف کے ساتھ روزہ کو ضائع اور خراب کر دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ اس کو دین پر عمل اور حکم خداوندی خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ عمل دین کے خلاف اور حکم خداوندی سے انحراف ہے۔

انتخاب: صاحبزادہ پیر میاں غلام صفدر گولڑوی

جدید علم توقیت اور سائنس کی روشنی میں

افطاری کے صحیح وقت کی تحقیق

تحریر..........علامہ صاحبزادہ پروفیسر محمد ظفر الحق بندیالوی

عقائد ہوں یا عبادات ہم پر لغت عرب یا عرف کی پابندی ضروری نہیں بلکہ ہم شریعت مصطفیٰ ﷺ کے پابند ہیں، مثلاً قرآن حکیم میں ہے:

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ صلوٰۃ قائم کرو۔

عربی لغت کے امام میر سید شریف نے صلوٰۃ کا معنی "تحریک الصلوین" یعنی ٹوسٹ کرنا لکھا ہے اور علامہ شہاب الدین سہروردی نے صلوٰۃ کا معنی آگ میں داخل ہونا لکھا ہے۔ اگر ہم لغت کے پابند ہوتے تو ٹوسٹ کرنے یا آگ میں داخل ہونے سے صلوٰۃ قائم ہو جاتی۔ لیکن صلوٰۃ کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے ہم شریعت مطہرہ کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہیں۔ صلوٰۃ کا معنی ہے ارکان مخصوصہ، یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ نے بتایا ہے۔

قرآن کریم نے حج کے متعلق فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝

حج کا لغت کی کتابوں میں معنی تو ارادہ کرنا لکھا ہے۔ اب اگر ہم لغت کے پابند ہوتے تو کسی بھی گھر کا ارادہ کرتے، تو حج کی فرضیت ادا ہو جاتی، لیکن چونکہ ہم شریعت مصطفیٰ ﷺ کے پابند ہیں، اس لیے حج کا صحیح مفہوم جاننے کے لیے ہمیں احادیث مصطفیٰ ﷺ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ قرآن کریم نے روزہ کے متعلق فرمایا یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ۔

ترجمہ: "اے ایمان والو تم پر صیام فرض کیے گئے۔"

اب عظیم مفسر علامہ بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والصوم في اللغة الامساك عما تنازع اليه النفس

ترجمہ: لغت میں روزہ کا مطلب ہے جس چیز کی طرف نفس کشش محسوس کرے، اس سے رک جانا۔

اب اگر ہم لغت کے پابند ہوتے، تو پھر صوم کا مفہوم کچھ اور ہی ہوتا، لیکن ہم چونکہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کے پابند ہیں، اس لیے صوم کا جو مفہوم آقائے نامدار احمد مختار ﷺ نے بیان کیا، ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور وہ مفہوم یہ ہے کہ مخصوص صفات کے حامل شخص کا مخصوص وقت میں مخصوص اشیاء سے رکنا۔

اسی طرح غروبِ آفتاب کے ساتھ اسلام کے ایک اہم رکن روزہ کا تعلق ہے، اب اس کا ایک لغوی اور عرفی مفہوم ہے اور ایک شرعی طور پر مفہوم ہے لغت اور عرف میں تو غروبِ آفتاب کا معنی ہے سورج کی ٹکیہ کا ڈوب جانا۔

قرآن مجید نے روزہ کے افطار کرنے کا وقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اتموا الصيام الى الليل

روزہ کو "لیل" تک پورا کرو۔

اب اس آیت کے تحت مسلم فریقین مفسر امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

ان كلمة الى لانتهاء الغاية فظاهر الاية ان الصوم ينتهي عند دخول الليل

کلمہ الیٰ انتہاءِ غایت کے لیے ہے، آیت کا ظاہر یہ ہے کہ روزہ لیل کے داخل ہونے کے وقت ختم ہوتا ہے۔

اب لیل سے کیا مراد ہے اور لیل کس وقت داخل ہوتی ہے، اس کی تشریح حدیث پاک نے فرمائی:

اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم

جب اِدھر سے لیل آئے، اُدھر سے دن پیٹھ پھیر جائے اور سورج غروب ہو جائے تو اب روزہ دار روزہ افطار کرے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، مشکوٰۃ)

تشریح: لیل سے مراد وہ سیاہی ہے جو سورج کی ٹکیہ کے غروب ہونے کے بعد افق شرقی پر نمودار ہوتی ہے شمس سے مراد وہ روشنی اور سرخی ہے، جو افق شرقی پر سیاہی کے اوپر ہوتی ہے۔ اور نہار سے مراد وہ سرخی ہے جو افق غربی پر سورج کی ٹکیہ کے غروب ہونے کے بعد سورج کی ٹکیہ کے غروب ہونے کی جگہ پر ہوتی ہے۔ اب حدیث پاک کی رُو سے افطار کا وقت اُس وقت ہوتا ہے، جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی بیان کردہ غروبِ آفتاب کی تین نشانیاں ہیں، یعنی سورج کی ٹکیہ کے غروب ہونے کے بعد افق شرقی پر سیاہی چڑھ آئے اور سیاہی کے اوپر جو سرخی ہوتی ہے، وہ ختم ہو جائے اور اُفق غربی پر سورج کی ٹکیہ کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی ہوتی ہے، وہ بھی ختم ہو جائے، یعنی یہ پتہ نہ چلے کہ سورج کی ٹکیہ کہاں غروب ہوئی ہے، تو اس وقت روزہ دار کے روزہ افطار کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

دوسری حدیث پاک:

ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم كان يصلى المغرب اذا غربت الشمس وتوارة بالحجاب

حضور اکرم ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے، جب سورج غروب ہو جاتا اور اچھی طرح پردوں میں چھپ جاتا۔

تشریح: اب حدیث پاک میں "غربت الشمس" اور "توارة بالحجاب" یہ دو معطوف، معطوف الیہ ہیں، ان میں مغائیرت ضروری ہے۔ غربت الشمس سے مراد تو سورج کی ٹکیہ کا غروب ہو جانا ہے اور توارہ بالحجاب سے مراد سورج کی ٹکیہ کا اچھی طرح پردوں میں چھپ جانا ہے سورج کی ٹکیہ اچھی طرح پردوں میں اُس وقت چھپتی ہے، جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی بیان کردہ غروب آفتاب کی تین نشانیاں پوری ہو جائیں۔

علامہ ابن عابدین شامی کا فرمان

علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ جو کہ خاتم المحققین ہیں اور ان کی کتاب "رد المحتار" سے علماء دیوبند بھی فتوے دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

والمراد بالغروب زمان غيوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فى جهة الشرق قال صلى الله عليه وآله وسلم اذا اقبل الليل من ههنا فقد افطر الصائم اى اذا وجدت الظلمة حسا فى جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر

غروب شمس سے مراد سورج کی ٹکیہ کا اس لحاظ سے غروب ہونے کا زمانہ ہے کہ مشرق جانب رات کی تاریکی ظاہر ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جبکہ رات اس مشرق کی طرف سے آ جائے، تو بیشک روزہ دار روزہ افطار کرے، یعنی مشرق کی طرف رات کی تاریکی حساً پائی جائے تو اب وقت افطار ظاہر ہوا۔

علامہ ابن عابدین علیہ الرحمۃ کے فرمان سے بھی واضح ہو گیا کہ افطار کا وقت تب ہوتا ہے جب افق مشرقی پر تاریکی حساً پائی جائے اور ان کی مراد وہی تاریکی ہے جو حدیث پاک میں "اذا اقبل الليل" ارشاد فرما کر بیان کی گئی ہے۔

فقیہ العصر سند الاتقیاء فخر الاصفیاء علامہ یار محمد بندیالوی کا فرمان

فقیہ العصر سند الاتقیاء فخر الاصفیاء حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی علیہ الرحمۃ نے ہندوستان میں بیس سال تک علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ خدا نے انہیں

ظاہری نظر کے ساتھ ساتھ باطنی کمالات بھی عطا فرمائے تھے اور آپ استاذ الکل علامہ عطا محمد بندیالوی،
شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، علامہ سید سلیمان اشرف (پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی) جیسی نادرۂ
روزگار شخصیات کے استاد ہیں۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی محمد وساوا صاحب جو ابھی بقید حیات ہیں،
فرماتے ہیں ایک دن میں نے حضرت قبلہ فقیہ العصر علیہ الرحمۃ سے افطار کا وقت پوچھا، تو آپ کھڑے ہو
گئے اور آپ نے حدیث میں بیان کردہ غروب آفتاب کی تینوں نشانیوں کی مکمل وضاحت کر کے مجھے
خوب سمجھایا۔

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کا نظریہ

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ بھی حدیث پاک میں بیان
کردہ غروب آفتاب کی تین نشانیوں کے پورے ہونے کے بعد ہی افطار کا وقت ہونے کے قائل تھے اور
آپ نے اپنا یہ نظریہ اپنے مشہور رسالہ "اتمام الصوم" میں بیان فرمایا ہے۔

استاذ العلماء علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ کا نظریہ

شہباز طریقت تاج الفقہاء استاذ العلماء حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی سجادہ
نشین آستانہ عالیہ بندیال شریف جن کے علمی مقام، فقاہت اور تقویٰ کے اپنے تو اپنے بیگانے بھی معترف
ہیں۔ شروع سے ہی ان کا یہ معمول ہے کہ خود مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں اور جب حدیث پاک کے مطابق
بیان کردہ نشانیاں پوری ہو جائیں تو اس وقت روزہ افطار کرنے کا اعلان کرا دیتے ہیں۔

عقل کی تصدیق

اگر یہ نظریہ رکھا جائے کہ حدیث پاک میں بیان کردہ غروب آفتاب کی تین نشانیوں کے لحاظ
رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ جونہی سورج کی ٹکیہ ڈوب جائے، روزہ افطار کر دینا چاہیے، تو پھر غروب
آفتاب کی یہ تعریف ہمیں میدانی، صحرائی اور پہاڑی تمام علاقوں میں لینی پڑے گی۔ یہ تو نہیں کہ میدانی
علاقہ میں غروب آفتاب کی الگ تعریف ہو اور پہاڑی میں الگ۔

اگر آپ وادیٔ سون جاتے ہوئے کھوواڑی باغ اتریں تو مغربی جانب انتہائی بلند پہاڑ میں
وہاں سورج کی ٹکیہ وقت سے پہلے ہی ڈوب جاتی ہے، لیکن سورج کی روشنی نیچے خوشاب وغیرہ پر نظر آ رہی
ہوتی ہے، تو وہاں حدیث افطار میں بیان کردہ غروب آفتاب کی نشانیوں کا منکر بھی ہرگز ہرگز روزہ افطار
نہیں کرے گا اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص یہی فیصلہ دے گا کہ فقط سورج کی ٹکیہ کا ڈوب جانا غروب
آفتاب نہیں، بلکہ غروب آفتاب کی وہی تعریف صحیح ہے جو حدیث پاک میں تین نشانیاں بیان کر کے کی گئی
ہے۔

قابل غور

غروب آفتاب کی دو تعریفیں ہیں ایک عرفی اور لغوی (سورج کی ٹکیہ کا ڈوب جانا) اور دوسری
شرعی تعریف۔ یعنی حدیث میں بیان کردہ غروب آفتاب کی تین نشانیوں کا پورا ہونے کے بعد۔
اب بعض کم فہم حدیث پاک میں بیان کردہ غروب آفتاب کی تین نشانیوں کا تو سرے سے
انکار کرتے ہیں۔ پھر چاہیے تو یہ تھا کہ وہ عرفی اور لغوی تعریف پر عمل کرتے، اور جونہی سورج کی ٹکیہ ڈوب
جاتی، روزہ افطار کر دیتے، بلکہ وہ عجیب تذبذب اور الجھن کا شکار ہیں کہ جب سورج کی ٹکیہ ڈوب جاتی
ہے، تو فوراً روزہ افطار نہیں کرتے، بلکہ کئی منٹ بعد کرتے ہیں، تو ان کم فہموں کا نہ تو عرفی تعریف پر عمل
ہے نہ شرعی تعریف پر۔ انہیں چاہیے اگر وہ عرفی تعریف پر یقین رکھتے ہیں تو کچھ اور پہلے افطار کریں اور
اگر شرعی تعریف پر یقین رکھتے ہیں، تو پھر نشانیاں پوری ہونے پر افطار کریں۔

اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں

اصولی طور پر وقت افطار کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ سب ..... اس حدیث پاک،
جس میں افطار کی نشانیوں کا ذکر ہے، اسے صحیح مانتے ہیں۔ یہ اختلاف یا تو کم علمی پر مبنی ہے یا پھر ضد پر۔
حدیث پاک جس میں افطار کی نشانیاں، بیان کی گئی ہیں، اس کا انکار کرنے والے لوگوں کے
پاس سوائے ایک حدیث کے اور کوئی دلیل نہیں اور حدیث سے ان کا مدعا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ وہ کہتے
ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "افطار میں جلدی کرو۔" اور آپ افطار میں تاخیر کر دیتے ہیں۔ اس
حدیث کے ساتھ ہمارا ایمان ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ افطار میں جلدی کا مقصد کیا ہے؟ کیا افطار کے وقت
ہونے سے پہلے جلدی کرو یا افطار کا وقت ہونے کے بعد جلدی کرو۔ اگر کسی کم فہم نے وقت افطار ہونے
سے قبل جلدی کی تو روزہ فاسد ہو گیا اور اگر جلدی کا مقصد یہ ہے کہ وقت افطار ہو جائے تو پھر جلدی کرو، تو
اس پر بفضلہ تعالیٰ ہمارا عمل ہے۔ افطار میں جلدی کرنے والی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب حدیث پاک
کی رو سے بیان کردہ غروب آفتاب کی نشانیاں پوری ہو جائیں تو پھر جلدی کرو۔ یہ نہیں کہ وقت سے پہلے
روزہ توڑنے میں جلدی کرو۔

روزہ مکروہ کب؟

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس وقت اہلسنت روزہ افطار کرتے ہیں، اس وقت
روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے: میری امت اس وقت تک خیر کے ساتھ رہے
گی، جب تک ستاروں کے ظاہر ہونے کا انتظار نہ کرے گی احادیث میں اشتباک النجوم کا لفظ آتا ہے،
یعنی جب کثیر تعداد میں ستارے ظاہر ہو جائیں، تو روزہ اس وقت مکروہ ہوتا ہے جب کثیر تعداد میں

ستارے نکل آئیں۔

قبل از وقت روزہ افطار کرنے والوں کا حشر

سرکارِ دو عالم ﷺ نے قبل از وقت روزہ افطار کرنے والوں کا حشر بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

"کہ پھر میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو الٹی لٹکی ہوئی تھی اور ان کی باچھوں سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبریل نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو قبل از وقت روزہ افطار کر دیتے ہیں۔" (مستدرک حاکم، سنن بیہقی)

علم توقیت

آج کل اکثر دکاندار اور کاروباری اداروں والے محض اپنی دکان کی شہرت کے لیے بغیر کسی تحقیق کے اور بغیر علم توقیت سیکھنے کے پرانے نقشۂ اوقات کو الٹ پلٹ کر کے رمضان شریف میں سحری و افطاری کا نقشہ یا پھر دائمی نقشہ اوقات چھاپ دیتے ہیں۔ اپنا اور دوسرے بھولے بھالے مسلمانوں کا قبل از وقت روزہ افطار کرا کے یا بعد از وقت سحری ختم کرا کے روزہ ضائع کر دیتے ہیں۔

بندہ کو علم توقیت سیکھنے کا شوق ہوا۔ قدیم علم توقیت کے ایک بہت بڑے ماہر سے قدیم علم توقیت کے ذریعے طلوع، غروب، سحری، افطاری اور دوسرے اوقات معلوم کرنے میں مہارت حاصل کی۔ اس فارمولے کے تحت کسی بھی شہر کا طول بلد، عرض بلد، اور اس دن کا میل شمس لے کر انتہائی صحیح وقت معلوم کیا جا سکتا ہے۔

پھر جدید علم توقیت کے ایک انتہائی ماہر پروفیسر جنہوں نے چھ سال امریکہ میں رہ کر علم توقیت میں مہارت حاصل کی اور پوری دنیا کا نقشہ اوقات شائع کیا، ان سے جدید علم توقیت سیکھا۔ جدید اور قدیم دونوں علوم سے ایک ہی وقت نکلتا ہے۔ ان دونوں علوم کا کمال یہ ہے کہ ان کے ذریعے آپ کسی بھی شہر کا وقت نکالیں تو چند سیکنڈوں کا فرق تو ہو سکتا ہے، لیکن ایک منٹ کا فرق ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ان علوم کے ذریعے سورج کی ٹکیہ کے ڈوبنے کا انتہائی صحیح وقت معلوم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی عرفی غروب آفتاب کا پتہ چلتا ہے۔ پھر سالہا سال تک استاذ الکل امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی، اور استاذ العلماء تاج الفقہاء صاحبزادہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہ سے یہ سیکھا کہ سورج کی ٹکیہ غروب ہونے کے بعد کتنی دیر میں حدیث پاک میں بیان کردہ غروب آفتاب کی نشانیاں پوری ہوتی ہیں۔ پھر ایک ایک دن کا فارمولے کے ذریعے وقت معلوم کر کے انتہائی احتیاط سے سحری و افطاری کا نقشہ تیار کیا اور تقریباً چار سال سے ہم نقشہ سحری و افطاری شائع کر رہے ہیں۔ استاذ الکل حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی نے نقشہ کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور ہیل پدھراڑ کے ٹائم کا فرق لکھنے کا حکم دیا۔ جس کی تعمیل کر دی گئی ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے (بطور مثال) ہم قائدآباد کے لیے ۲۹ مارچ کی سحری و افطاری کے اوقات پہلے قدیم فارمولہ سے پھر جدید فارمولہ سے تحریر کر رہے ہیں۔

قدیم علم توقیت کے مطابق

قدیم علم توقیت کے مطابق قائدآباد کے لیے ۲۹ مارچ کا حسابی عمل درج ذیل ہے:

عرض بلد = ۳۲-۱۹	میل شمس = ۳-۱
بعد فوقانی = ۲۹-۱۸	بعد کوکب = ۹۰-۲۹
	نصف المجموع = ۶۰-۳

میزان = ۱۲۰-۷

حاصل تفریق = ۳۰-۳۶

عرض بلد کا سیکنڈ = ۱۰،۰۷۳۰۸۸۶

میل شمس کا سیکنڈ = ۱۰،۰۰۰۶۰۳۲

نصف المجموع کا سائن = ۹،۹۳۷۷۳۹۲

حاصل تفریق کا سائن = ۹،۷۰۸۸۸۲۲

مجموعہ اربعہ = ۹،۷۳۰۳۲۲۲

اس مجموعۂ اربعہ کو جیبی جدول اوقات میں دیکھا، پھر ۲۹ مارچ کو تعدیل بوقت غروب (۵) منٹ (۱) سیکنڈ زائد ہے کو جمع کیا اور علاقہ کا تعدیل مروج ٹائم جو کہ ۱۲ منٹ ۱۷ زائد ہے کو جمع کیا۔ پھر عرفی اور شرعی غروب آفتاب کا فرق جمع کیا، تو ۲۹ مارچ کا غروب آفتاب چھ بج کے ۳۹ منٹ بنتا ہے۔ پھر سحری کے لیے بعد کوکب ۱۰۸° لے کر فارمولے کی مدد سے وقت نکالا ۲۹ مارچ کی سحری ۴ بج کے ۳۸ منٹ بنتی ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ سحری کا احتیاطی وقت مذکور ہے، اس لیے اذان پانچ منٹ بعد کی جائے۔

جدید علم توقیت کے مطابق

$$\text{غروب آفتاب} = C_1 + C_2$$

$$C_2 = \frac{1}{15} \cos^{-1}\left\{\frac{CP - \sin\phi \ \sin S}{\cos\phi \ \cos S}\right\}$$

$CP = \cos 90.50$ ، $\phi = 32.19$ ، $S = 3.21$

$$C_2 = \frac{1}{15} \cos^{-1}\left\{\frac{\cos 90.50 - \sin 32.19 \times \sin 3.21}{\cos 32.19 \times \cos 3.21}\right\}$$

$C_2 = 6.2073872$. $C_1 = 12 + EQT$

اب C_2 کو سائنٹفک طریقہ سے ٹائم میں تبدیل کرکے اس میں C_1 کو جمع کیا۔ پھر اس میں علاقہ کا تعدیل مروج ٹائم جمع کیا۔ پھر عرفی اور شرعی غروب آفتاب کا فرق جمع کیا تو ۲۹ مارچ کی افطاری چھ بج کے ۳۹ منٹ بنتی ہے۔ اب ۲۹ مارچ کی سحری کے لیے۔

$$C_? = \frac{1}{15}^{C_?-C_?} \text{Cos}^{-1} \left\{ \frac{C - \text{Sin } \phi \text{ Sin S}}{\text{Cos } \phi \text{ Cos S}} \right\}$$

$$C = \text{Sin } 18$$

اب فارمولا میں قیمتیں لگانے سے ۲۹ مارچ کی سحری چار بج کے ۴۸ منٹ بنتی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ سحری کا احتیاطی وقت مذکور ہے۔ اس لیے کہ اذان پانچ منٹ بعد کی جائے۔

عید الفطر • تقدس اور تقاضے

تحریر...... ملک محبوب الرسول قادری

اسوۂ نبوی میں زندگی کے تمام شعبوں کے لیے راہنمائی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ...... "جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو فرشتے آپس میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور رب کریم اپنے خاص انوار و تجلیات کا ظہور فرما کر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے؟ جس نے کام پورا پورا کر لیا ہو۔ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کو پورا پورا اجر و ثواب (اجرت) دیا جانا چاہیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کو بخش دیا جن لوگوں نے ماہ رمضان المبارک کا احترام کیا۔ دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کیا"...... دوسری روایت میں ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (عید الفطر کے دن) کہ دیکھو میرے بندوں اور بندیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور اب وہ (نماز عید پڑھنے) بڑے عجز و انکسار کے ساتھ مجھ سے دعا مانگنے کے لیے باہر نکلے ہیں۔ مجھے اپنی عزت و عظمت، جلالت و کرامت اور رفعت و سلطنت کی قسم میں ان کی دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت عطا کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ...... اے میرے بندو! اب تم گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے...... سرکار دو جہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر وہ (لوگ) گناہوں سے پاک ہو کر گھروں کو آتے ہیں۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ یوم عید در اصل اللہ رب العزت سے انعام حاصل کرنے کا یوم سعید ہے اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خوش ہو کر انعام و اکرام فرماتا ہے۔ سرکار دو جہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ...... "جو شخص عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں قیام کرے گا اس کا دل اس دن بھی نہیں مرے گا جب لوگوں کے دل مر جائیں گے"...... اس کے علاوہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کرے یعنی شب بیداری کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرما دیتا ہے۔ (وہ پانچ راتیں یہ ہیں)

۱- ذوالحجہ کی آٹھویں رات۔

۲- ذوالحجہ کی نویں رات۔

۳- ذوالحجہ کی دسویں رات۔

۴- عید الفطر کی رات

۵- شعبان کی پندرھویں رات (شب برات)

آیئے غور کریں آج ہم اسوۂ نبوی سے کتنا دور جا چکے ہیں۔ ہماری عید اور اسلامی عید میں کتنا فرق ہے؟ پھر عید منانے سے پہلے ہمیں اپنے رحیم و کریم آقا ﷺ کے اسوۂ مبارک سے راہنمائی لینا چاہیے۔ آج بدقسمتی سے ہماری عید عیاشی کا پیغام لاتی ہیں اور ہم نے عید سعید کے مقدس تہوار کو عملاً...... "یوم وعید"...... بنا دیا ہے جس سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

مرشد کائنات ﷺ نماز عید کے لیے کاشانہ نبوت سے نکلے، عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے، کیا دیکھتے ہیں؟ ایک بچہ میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ایک دیوار کے سہارے کھڑا رو رہا ہے۔ ساری زندگی اپنی گنہگار امت کے غم میں رونے والے رحیم و کریم نبی ﷺ اسے روتا دیکھ کر بے چین اور مضطرب ہو جاتے ہیں اور اس رونے والے کے سر پر اپنا دست رحمت رکھ کر رونے کا سبب پوچھتے ہیں...... اب کیا تھا؟...... جو بچہ غم کی عملی تصویر بن چکا تھا۔ اس نے سر اٹھایا اور پھر کہنے لگا میرے غم کو مٹانے والے میرے غمگسار آقا ﷺ! جس کا کوئی نہ ہو وہ رویا ہی کرتے ہیں۔ میرا والد شہید ہو چکا ہے میں یتیم ہوں۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں۔ آج مجھے صاف ستھرے کپڑے پہنا کر، اچھا کھانا کھلا کر، انگلی پکڑ کر عیدگاہ لے جانے والا کوئی نہیں...... میرے ہم عمر سارے بچے خوشیاں منا رہے ہیں اور میں اپنے مقدر کو رو رہا ہوں۔ اس پر سرکار دو جہاں ﷺ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ آپ ﷺ نے بچے کی انگلی پکڑی اور عیدگاہ جانے کے بجائے واپس آستانہ نبوت کی طرف لوٹ پڑے۔ گھر آ کر گھر والوں سے فرمایا کہ اسے نہلاؤ، صاف کپڑے پہناؤ، اچھا کھانا کھلاؤ اور آج ہم اسے اپنے ساتھ عیدگاہ لے جائیں گے۔ جب یہ یتیم بچہ تیار ہو گیا تو سیدہ آمنہ کے در یتیم (ﷺ) نے اس کی انگلی پکڑی اور عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اب یہ یتیم بچہ مسکراتے ہوئے جا رہا تھا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روح پرور منظر کی منظر کشی یوں فرماتے ہیں کہ:

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

یہ خوبصورت، ایمان افروز واقعہ، سماجی خدمت کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ عید، ظلم و زیادتی کرنا نہیں بلکہ اصل عید یہ ہے کہ بے سہارا اور مستحق افراد کی دستگیری کی جائے دکھی لوگوں کے دکھ بانٹے جائیں۔ سماجی خدمت کا جذبہ بیدار کیا جائے یہی اسلام کا مطمح نظر ہے یہی سنت نبوی ہے اور یہی رب

کریم کی رضا کے حصول کا صحیح راستہ ہے۔

اکابرین اسلام اور ہمارے اسلاف نے عید کو جس انداز میں منایا وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ نماز عید الفطر ادا کرنا شرعاً واجب ہے کیونکہ سب سے پہلے رسول کریم ﷺ نے نماز عید ہجرت کے دوسرے سال ادا فرمائی اور پھر ہمیشہ اہتمام کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ۔۔۔۔ ''جس نے عید کے دن تین سو مرتبہ "سبحان الله وبحمده" کا وظیفہ کیا اور پھر اس کا ثواب مسلمان وفات شدگان کو ہدیہ کر دیا تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب یہ وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔'' ۔۔۔۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفۃ القلوب میں اسے روایت کیا ہے اور سرکار ﷺ کا ایک فرمان عید کے حوالے سے صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ ۔۔۔۔ ''اپنی عیدوں کو تکبیروں سے زینت بخشو۔'' ۔۔۔۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں عید کے روز اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے زار و قطار روتے تھے۔ لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اور رونے کا سبب پوچھا۔ کہ یوم عید تو خوشی و مسرت اور شادمانی کا پیغام لاتا ہے مگر اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ رو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا ۔۔۔ هذا يوم العيد وهذا يوم الوعيد ۔۔۔۔ یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے۔

جس کے نماز اور روزے مقبول ہو گئے بے شک اس کے لیے آج عید ہے۔ خوشی و مسرت کا دن ہے۔ لیکن جس کی عبادات قبول نہیں ہوئیں یا جسے عبادت و ریاضت کی توفیق نہیں ہوئی اس کے لیے تو یہ دن "یوم وعید" ہے۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ خدا خبر میری عبادات کو قبول بھی کیا گیا ہے یا نہیں ۔۔۔۔ اللہ اکبر ۔۔۔۔ انا لا ادری امن المقبولین امن المطرودین ۔۔۔۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کا خوف خدا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ زمین پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ ان دنوں میں گھروں سے باہر نکلا کرو تا کہ خدا کی رحمت کا نفع تمہیں بھی حاصل ہو۔'' آپ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو ذکر الٰہی، حمد و ثنا اور عظمت و پاکیزگی کے بیان سے زینت دو۔''

امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ ''مومن کے لیے وہ دن یوم عید ہے جب وہ اللہ کی نافرمانی سے باز رہا'' ۔۔۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی پانچ عیدیں ہوتی ہیں:

۱۔ جس دن وہ گناہوں سے محفوظ رہے۔

۲۔ جس دن وہ ایمان سلامت لے کر جائے۔

۳۔ جس دن وہ پل صراط سے سلامتی ایمان کے ساتھ گزر جائے گا۔

۴۔ جس دن وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۵۔ جس دن اسے پروردگار کا دیدار نصیب ہوگا۔

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ عید الفطر کے دن آہ و بکا کر رہے تھے۔ پوچھنے پر ارشاد فرمایا ۔۔۔ ''لوگ کہتے ہیں کہ کل عید ہے ۔۔۔ کل عید ہے ۔۔۔ اور وہ خوش ہیں۔ لیکن میں تو اس دن کو عید سمجھوں گا جب سلامتی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جاؤں گا ۔۔۔ یقیناً یہ تقویٰ کی معراج ہے۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان ہر عید کے دن غمزدہ ہوتا ہے وہ آہ و زاری کرتا ہے پھر شیطان کے چیلے اس کے اردگرد اکٹھے ہو کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے غضبناک اور غمزدہ ہونے کا سبب کیا ہے؟ تو وہ انتہائی صدمے کے ساتھ کہتا ہے کہ ۔۔۔ ''اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمد ﷺ کو بخش دیا لہٰذا تم انہیں لذتوں اور خواہشات نفسانی میں مشغول کرو۔'' ۔۔۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ ۔۔۔ ''عید الفطر کا یوم سعید اس شخص کے لیے خوشی اور زینت کا دن ہے جس کا روزہ قبول ہو'' ۔۔۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ شوال کی پہلی تاریخ کو یعنی عید الفطر کے دن روزہ نہ رکھو۔ عید کے روز کھاؤ پیو اور خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو ۔۔۔۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ۔۔۔ ''جب عید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو زمین پر اترتے ہیں اور وہ گلی کوچوں اور راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں۔ جسے جن و انس کے سوا ساری مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ''اے محمد ﷺ کی امت! اپنے رب کی طرف آؤ۔ وہ تمہیں عطائے عظیم دے گا اور تمہارے بہت بڑے گناہ معاف کرے گا۔ اور جب لوگ عیدگاہوں میں آ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ مزدوری کا بدلہ کیا ہے جب مزدور اپنا کام مکمل کر لے؟ فرشتے کہتے ہیں اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے لیے اپنی بخشش اور رضا کو ان کا اجر بنایا ہے۔'' ۔۔۔۔

عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر مستحقین کو ادا کرنا لازم ہے۔ اس سے ایک اہم فریضہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مالی طور پر کمزور افراد کی امداد کر کے انسان کو روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے صدقۂ فطر ادا کرنا شرعاً واجب ہے اور یہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے جسے نماز عید سے قبل ادا کرنا مستحب ہے۔ ویسے روز عید سے پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں۔ صدقۂ فطر کی ادائیگی سے ایک روحانی فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ روزہ میں جو کوئی خلل واقع ہو چکا ہے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ آئیے مل کر دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں عید کے تقدس کے باب تقاضوں کو کماحقہ نبھانے کی توفیق عطا فرما ۔۔۔ آمین

انتخاب: مولانا حافظ محمد کبیر علی (گوجرانوالہ)

چھ دن شوال کے

اللہ تعالیٰ کی محبت کے روزے

تحریر......... محمود فاروقی

ماہ شوال کا آغاز ایک بہت بڑی مسرت اور ایک بہت بڑی نیکی سے ہوتا ہے۔ مسرت اس بات کی ہے کہ اللہ کے بندوں نے اللہ کے حکم پر تیس دن روزے کے گزارے' بھوک پیاس کی مشقت برداشت کی۔ اللہ نے کھانے پینے کا جو وقت مقرر کر دیا تھا اسی وقت پر کھایا پیا اور فاقہ کو جو وقت بتا دیا اس وقت میں فاقہ کیا۔ یہ صرف بھوکا پیاسا رہتا نہیں تھا بلکہ اللہ کے حکم سے بھوکا پیاسا رہتا تھا۔ کھانے کو کھانا اور پینے کو پانی نہ ملے تو بھوک پیاس ایک زحمت اور مصیبت ہوگی۔ مگر جب کوئی کسی کی محبت میں کسی کے حکم کی تعمیل میں کسی کی خاطر بھوک پیاس کی یہ مشقت برداشت کرتا ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ جس کی خاطر میں بھوکا پیاسا ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے' میری بھوک اور میری پیاس سے واقف ہے اور جس طرح میں اس کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اس سے آگاہ ہے تو یہ روزہ اس کے لیے راحت اور رحمت بن جاتا ہے۔

اس ذوق وشوق کے ساتھ تیس روزے رکھنے کے بعد روزہ دار کی خوشی اس وفادار خادم کی خوشی ہے جسے اپنے مالک اور آقا سے دلی محبت ہے جو اس کی خدمت کر کے خوش وخرم ہوتا ہے اور صرف یہ چاہتا ہے کہ جب وہ اپنا کام پورا کر لے تو اس کا آقا اس کی فرض شناسی پر خوش ہو جائے۔ اسی لیے جس دن مسلم معاشرہ اللہ کے حکم کے مطابق ماہ صیام کے روزوں کو پورا کر لیتا ہے تو شوال کی پہلی تاریخ کو اس فریضے کے تکمیل پا جانے کی خوشی مناتا ہے۔

اللہ کے وفادار اور اطاعت گزار بندے نہ صرف اپنے مالک کے بتائے ہوئے کام انجام دیتے ہیں بلکہ اپنے فرض کی تکمیل کے بعد اس کے حضور نذرانہ پیش کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہم نے تیرے حکم کی تکمیل میں روزے رکھے اور تیری خوشنودی کے لیے یہ فطرہ بھی تیری راہ میں نذر کرتے ہیں۔ فطرہ اللہ کا حق ہے اور اللہ نے اپنے اس حق کو وصول کرنے کے لیے بعض لوگوں کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ ان لوگوں سے جن کو اللہ نے وسعت وکشادگی دی ہے اس کے اس حق کو وصول کر لیں اللہ کی طرف سے مقرر کیے جانے والے یہ لوگ محتاج اور نادار بے سہارا اور یتیم بے آسرا بیوائیں اور درماندہ وپس ماندہ افراد ہیں۔ فطرہ ان کو دے دیا جاتا ہے تو اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ عید الفطر کے جشن مسرت میں یہ وہ رفاہی فنڈ ہے

جو عالم اسلام کی ہر بستی میں پسماندہ افراد میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ماہ شوال کا آغاز ایک بہت بڑی نیکی سے ہوتا ہے۔

ماہ شوال کی تیسری سب سے بڑی خصوصیت اس مہینے کے چھ روزے ہیں۔ یہ روزے ویسے ہی ہیں جیسے کسی نے مکان بنایا۔ جب وہ بن گیا تو اس کو گل بوٹوں سے آراستہ کر دیا۔ جو نیکی رمضان کے روزہ رکھ کر اور پھر اللہ کے حضور فطرہ کا نذرانہ پیش کر کے جمع کی گئی ہے۔ ان سب کا اجر اور ثواب ماہ شوال کے چھ روزوں کی وجہ سے دس گنا ہو جاتا ہے۔ جس نے رمضان کے بعد چھ روزے رکھے اسے ان چھ روزوں کا اجر تین سو ساٹھ دن کے روزوں کے برابر ملے گا۔ وجہ یہ ہے کہ رمضان کے تیس روزے تو تعمیل حکم میں رکھے کہ اگر نہ رکھے تو سزا پائے گا مگر یہ چھ روزے تو اپنی مرضی سے رکھے کہ نہ رکھتا تو کوئی اس کی سزا نہیں تھی۔

اس لیے رمضان کے روزے اگر اللہ کے خوف کے روزے ہیں تو شوال کے چھ روزے اللہ کی محبت کے روزے ہیں۔ رمضان کا اجر تو یہ ہے کہ اجر بے حساب مخت اُسے مل گیا مگر یہ چھ محبت کے روزے ایسے ہیں کہ ان کا اجر دینے والا حساب کتاب سے نہیں بلکہ خوش ہو کر بے دریغ دیتا ہے کہ بغیر کسی خوف اور مجبوری کے اپنی خوشی سے اللہ کی خوشنودی کے لیے روزے رکھے تھے یہ روزے ماہ صیام کے روزوں کے نقص کو بھی پورا کر دیتے ہیں' گناہوں کا کفارہ بھی ہیں اور رضائے الٰہی کا ذریعہ بھی۔

ماہ صیام
نمبر

تنظیمی و تحریکی مجلہ

انوارِ رضا

رمضان المبارک ۱۴۳۲ ہجری

حضرت شیخ الاسلام
خواجہ محمد قمر الدین سیالوی کا تاریخی انٹرویو

شیخ الاسلام

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی

صدر جمعیت العلمائے پاکستان

سے ۳۰ سوال

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی قدس سرہٗ نے ماضی قریب میں سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کے عظیم روحانی مرکز آستانہ عالیہ سیال شریف کے سجادہ نشین اور جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ سے ماہنامہ "آئینہ" لاہور کے صحافی جناب صادق ضیائی نے اپنے احباب کے ساتھ 1970ء میں ایک تفصیلی انٹرویو کیا۔ جو ماہنامہ آئینہ لاہور نے نومبر 1970ء کے اپنے شمارہ 11 جلد نمبر 15 میں شائع کیا۔ یہ زمانہ تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کے عروج کا زمانہ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے مفصل جواب مرحمت فرمائے۔ جن کی اہمیت آج 36 برس کے بعد بھی اتنی ہی ہے جتنی اس وقت تھی اور حضرت خواجہ صاحب کی یاد تازہ کرنے کی بہترین صورت بھی۔ 17 رمضان آپ کا یوم وصال ہے اسی مناسبت سے ـــــ

مجلّہ "انوار رضا" جوہر آباد ـــــ اس عظیم علمی و روحانی ورثے کو "قند مکرر" کے طور پر شائع کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہا ہے۔ محترم صاحبزادہ سید محمد عبداللہ شاہ قادری اور محترم مولانا محمد منشا تابش قصوری کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو ناانصافی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کو یہ علمی ورثہ فراہم کرنے پر بہترین جزائے خیر سے نوازے ـــــ آمین۔ (ادارہ)

شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی اس دور کی ایک عظیم دینی اور روحانی شخصیت ہیں۔ آپ کے تبحر علمی کا شہرہ اطراف و اکناف میں پھیل چکا ہے۔ مولانا بیک وقت شریعت و طریقت کا مقام اتصال اور علوم ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین ہیں۔ آپ اپنی مخصوص دینی قابلیت اور عربی زبان پر قدرت اور لسانی ـــــ کی وجہ سے نہ صرف علمائے پاک و ہند بلکہ علمائے مصر و فلسطین و حجاز اور حرمین و شریفین میں بھی انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

عالی مرتبت خواجہ قمرالدین سیالوی علامۃ الہند امام المحدثین حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیال

شریف میں شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی شریعت و طریقت کی شمع کو کفر و الحاد کی تند و تیز آندھیوں میں بھی فروزاں رکھا اور مسند درس پر متمکن رہ کر علوم ظاہری و باطنی کے چشموں سے ہزارہا تشنگان علم کی پیاس بجھائی۔ پھر دور ثالث میں شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کا نام آتا ہے جو طریقت و معرفت کے باطنی فیض سے لے کر اصلاح قلب و روح اور تزکیۂ نفس کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں اور ان کی سرپرستی میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف کے طلباء کے لئے ایک ایسا چشمہ فیوض و برکات بنا ہوا ہے، جس کا نقش ثانی ملک بھر میں نظر نہیں آ۔ ـــــ جمعیت العلمائے پاکستان نے (شیخ الاسلام کی) ذمہ داری کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اور آخر انتہائی غور و خوض اور سوچ و بچار کے بعد حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کی رفعت علمی اور علوم ظاہری و باطنی کی عظمت و کمالیت کو متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہوئے انہیں "شیخ الاسلام" کے منصب عظمیٰ پر فائز کر دیا۔

آج کل حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر ہیں اور ان کی سیادت و قیادت میں جمعیت العلمائے پاکستان ایک نئے دور میں داخل ہو گئی ہے۔ اس نے سیاست میں حصہ لینے اور آئندہ الیکشن لڑنے کا اعلان کیا ہے۔ ـــــ جمعیت کیا چاہتی ہے؟ اس کے عزائم کیا ہیں اور برسر اقتدار آنے کے بعد اس کا پروگرام کیا ہوگا ان باتوں کی نقاب کشائی کے لئے راقم الحروف (صادق ضیائی) کو حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی کا انٹرویو لینے کے عازم سرگودھا ہونا پڑا۔ مولانا احمد علی شرقپوری اور ایم یوسف (فوٹوگرافر آئینہ) راقم الحروف کے شریک سفر تھے۔ لاہور سے بذریعہ بس ہم تینوں جب سرگودھا میں شیخ الاسلام کی رہائش گاہ پر پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ خدام سے پتہ چلا کہ آپ آستانہ عالیہ سیال شریف تشریف لے جا چکے ہیں چنانچہ ہم نے اسی وقت سیال شریف چلنے کا پروگرام بنا لیا اور سرگودھا سے رات کے نو بجے والی بس پر سوار ہو کر رات کے تقریباً سوا دس بجے جب سیال شریف پہنچے تو چاروں طرف ایک مہیب سناٹا اور گھمبیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ فاصلے پر ہمیں خواجہ محمد شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے آستانہ عالیہ کا روح پرور گنبد نظر آیا جس پر ایک بہت بڑا برقی قمقمہ روشن تھا اس آستانہ مبارک کو اپنی نظروں کے سامنے پا کر کچھ ایسی قلبی تسکین اور روحانی طمانیت حاصل ہوئی جسے احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ بس یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابر کرم برس رہا ہے اور انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے۔ ہم اپنی ساری تھکن کو بھول کر کشاں کشاں آستانہ پاک کی جانب ہوئے۔ مہمان خانے میں قدم رکھا ہی تھا کہ خدام نے پرتپاک خیر مقدم کیا اور بڑی عزت و تکریم سے بٹھایا ابھی

ہمیں مہمان خانہ کے اس کمرے میں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ہمارے سامنے بچھی ہوئی میز پر کھانا چن دیا گیا جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو ہمارے استفسار پر خدام آستانہ نے بتایا کہ حضرت خواجہ کو کسی ضروری کام کی وجہ سے فوری طور پر سرگودھا جانا پڑا اور وہ صبح واپس سیال شریف پہنچ رہے ہیں۔ یہ سن کر ہمیں رنج تو پہنچا لیکن یہ خیال کر کے کہ اسی بہانے آستانہ پاک کی حاضری کا شرف حاصل ہو گیا ہماری تمام کلفت دور ہو گئی ہمارے لئے درگاہ شریف کے ایک گوشے میں چار پائیاں بچھا دی گئی تھیں۔ رات ہم نے بڑے آرام سے گزاری۔ صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد راقم الحروف اور مولانا احمد علی شرقپوری نے حضرت اقدس شمس العارفین خواجہ محمد شمس الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پاک پر جا کر فاتحہ خوانی کی اور جب سورج کی روپہلی کرنیں آستانہ پاک کے گنبد کو بوسہ دینے لگیں تو ہم دار العلوم ضیاء شمس الاسلام کو جانے والے راستے پر ہو لئے چند کھیتوں اور پگڈنڈیوں کو عبور کرنے کے بعد ہم دار العلوم پہنچے تو مختلف کلاسوں میں علوم شرعیہ کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری تھا اور اطراف و جوانب سے آئے ہوئے درویش صفت اور علم حدیث و قرآن کے پیاسے طلبا شریک درس ہو کر اپنی روحوں کو سیراب کر رہے تھے ہم نے دار العلوم سے ہی فون کر کے استفسار کیا کہ ہم لوگ سرگودھا واپس چلے آئیں یا سیال شریف میں ہی انتظار کریں اس پر ہمیں فون پر جواب ملا کہ خواجہ صاحب سرگودھا میں آپ لوگوں کے منتظر ہیں۔ یہیں چلے آیئے۔ چنانچہ ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم سرگودھا جانے والی بس پر سوار ہو گئے اور تقریباً ساڑھے دس بجے صبح آپ کی کوٹھی پر جو سلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں ہے پہنچ گئے۔ ہمیں مل کر شیخ الاسلام بہت خوش ہوئے' بہت خلوص و اپنائیت سے خیر و عافیت دریافت فرمائی۔ کچھ دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے عرض کیا قبلہ گاہ!"موجودہ دور سیاست میں عوام ایک عجیب سی کشمکش کا شکار ہیں۔ چونکہ دس سالہ دور آمریت میں ایک طبقہ امیر سے امیر تر ہو گیا ہے اور اس کے برعکس لاکھوں افراد غربت و افلاس کے جہنم میں جل رہے ہیں۔ اس لئے موقع پرست سیاست دانوں نے اپنے بیانات اور بلند بانگ دعووں سے لوگوں کو ایک عجیب الجھن میں ڈال دیا ہے۔ عوام پریشان ہیں۔ ایک طرف ملک کو درپیش تمام سماجی' اقتصادی' اور سیاسی مسائل کے حل کے لئے سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کا پر زور نعرہ لگایا جا رہا ہے اور دوسری سمت اسلام پسند تحریکیں سوشلزم کو سلام کے روح کے منافی قرار دے کر اس کی مخالفت کر رہی ہیں اس قسم کے متصادم نظریات و خیالات سے پاکستانی عوام میں گھٹن' بے اطمینانی بے چینی اور مایوسی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ اس لہر نے عوامی صلاحیتوں کے شجر کو آکاس بیل کی طرح چاٹنا شروع کر دیا ہے اور

پاکستان کے تیرہ کروڑ عوام مذہب کے نام پر وجود میں آنے والے ملک میں یک جہتی اور صحت مند رجحانات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے اور ہمارے نظریے کی اساس اسلامی طرز زندگی ہے اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کے ہمہ گیر اور آفاقی نظریہ کو پوری شدت اظہار کے ساتھ عوام کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ عوام میں پھیلی ہوئی بے اطمینانی اور مایوسی کا خاتمہ ہو سکے۔ چونکہ آپ علمائے کرام اور فضلائے دین کی ایک فعال جماعت جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر ہیں اور آپ نے آئندہ الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان بھی کر دیا ہے اس لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ آپ کے سیاسی افکار و خیالات کھل کر عوام کے سامنے آجائیں تاکہ عوام، جمعیت العلمائے پاکستان کے عزائم اور پروگرام سے کما حقہ طور پر واقف ہو سکیں۔

یہ سن کر حضرت خواجہ کے چہرے پر ایک نورانی مسکراہٹ تیر گئی اور انہوں نے بہ کمال استغنا ارشاد فرمایا۔

"بھائی .... میں سیاست دان نہیں ہوں بوریہ نشین درویش ہوں' خود کو دین کا طالب علم سمجھتا ہوں۔ آپ جو کچھ پوچھیں گے دین مبین کی روشنی میں اس کا جواب دے دوں گا۔"

کیونکہ میں تو اس حقیقت پر پختہ ایمان رکھتا ہوں کہ "اسلام ہی تمام امراض کی دوا ہے روسی جراثیم کو ختم کرے گا تو صرف اسلام ہی ختم کرے گا۔ مغربی بے حیائی اور بے غیرتی کو نیست و نابود کرے گا تو صرف اسلام، تونگر و فقیر میں اخوت پیدا کرے گا تو صرف اسلام، نظام عالم برقرار رکھے گا تو صرف اسلام، غلبہ حاصل کرے گا تو صرف اسلام۔ آج دنیا کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالئے کہ دنیا کس ہلاکت کی طرف برق رفتاری سے جا رہی ہے اسلام کا دامن تھامئے ورنہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔"

خواجہ صاحب نے ایک ثانیہ کے لئے توقف فرمایا' اور پھر ان کی آنکھوں میں ایمان و ایقان کی ایک عجیب سی چمک پیدا ہوئی اور انہوں نے پر جوش لہجے میں فرمایا۔

"پاکستان اسلامی طرز زندگی کا داعی ملک ہے' ایک مذہبی ریاست ہے اور پاکستان پر اسلام کی طرف سے یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے عالمگیر اصولوں کا علم تھام کر کرۂ ارض کے انسانوں کو طبقاتی کشمکش سے نجات دلائے جس کی وجہ سے نوع انسانی کا کنبہ طرح طرح کے مصائب کا شکار ہے اچھا یہ باتیں تو طول طویل ہوتی چلی جائیں گی۔ آپ جس مقصد کے لئے تشریف لائے ہیں اسے پورا کر لیجئے۔"

حضرت خواجہ کو مستعد پا کر راقم الحروف نے انٹرویو کا آغاز کیا۔ راقم نے خواجہ صاحب سے کیا سوالات کئے اور حضرت خواجہ نے ان سوالات کے کیا جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ ذیل میں من و عن پیش کئے جا رہے ہیں۔

سوال: عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مشائخ عظام اور علمائے کرام کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

جواب: جو مشائخ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا نہیں ہم انہیں مشائخ تسلیم نہیں کر سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سید المرسلین حضور رسالت مآب ﷺ خود گہری سیاسی بصیرتوں کے مالک تھے خلفائے راشدین نے بھی سیاست سے سرمو انحراف نہیں کیا وہ دینی عظمت کا مینار ہونے کے علاوہ ماہر سیاست بھی تھے اور ہمیشہ سیاسیات عالم پر پوری پوری نظر رکھتے تھے۔ ملکی مفاد اور عوامی فلاح و بہبود کے پیش نظر سیاست دین کا ایک لازمی جزو ہے سیاست اور مذہب کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا مسلمانان عالم کا حج کے لئے ایک ہی روز جمع ہو جانا مذہبی اور سیاست ہی تو ہے۔ آج جن لوگوں کو علماء و مشائخ کے میدان سیاست میں آنے سے تکلیف پہنچ رہی ہے وہ اسلام کی ہمہ گیریت کے دلی منکر ہیں۔ میرا مشرب کسی کا نام لینا نہیں ہے آپ انہیں جانتے ہی ہیں حقیقت یہ ہے کہ علماء و مشائخ کا قیام پاکستان میں بہت بڑا حصہ ہے۔ اگر یہ میدان سیاست نہ آتے تو پاکستان کا قیام عمل میں نہ آتا۔

سوال: مساوات محمدی ﷺ سے متعلق مختلف طبقات میں مختلف خیال آرائیاں ہو رہی ہیں اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

جواب: چونکہ پاکستانی عوام سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کی اختراع کو اسلام کے منافی سمجھتے ہیں۔ اس لئے سوشلزم کے حامی سوشلزم پر مساوات محمدی ﷺ کا ملمع چڑھا کر پیش کر رہے ہیں۔ یہ لوگ مساوات محمدی ﷺ کا نعرہ لگا کر اپنا مفاد حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ ایسے عناصر عوام کو زیادہ دیر تک فریب میں مبتلا نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ عوام جانتے ہیں کہ اسلام کے احکام و قوانین ہر شعبۂ زندگی کے لئے ہیں۔ پھر ان سب احکام اور قوانین کو یکسر فراموش کر کے صرف مساوات محمدی ﷺ کا ہی ڈھنڈورا کیوں پیٹا جا رہا ہے؟ ایک جزو پر کل کا حکم ہرگز ہرگز نہیں لگایا جا سکتا۔

سوال: پاکستان کو معرض وجود میں آئے تیئس برس کا عرصہ ہو چکا' لیکن آج تک اسلامی نظام رائج نہ ہو سکا اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اگر قائداعظم مرحوم زندہ ہوتے تو اسلامی آئین نافذ ہو چکا ہوتا کیونکہ قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب بھی پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ تو انہوں نے یہی فرمایا۔

"ہمارا آئین ساڑھے تیرہ سو سال پہلے بن چکا ہے۔"

خود میرے نام، قائداعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا جو خط آیا اس میں قائداعظم نے بڑی صراحت سے تحریر فرمایا تھا کہ وہ اسلامی آئین نافذ کرنے والے ہیں کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ افسوس، قائداعظم کا وہ مکتوب کہیں کھو گیا ہے۔ ورنہ بطور سند میں اسے ضرور پیش کرتا۔ اس کے علاوہ شہید ملت لیاقت علی خاں جب مجھ سے ملنے سرگودھا تشریف لائے تو میں نے دو گھنٹے تک ان سے اسلامی آئین کے بارے میں گفتگو کی اور اپنی بات چیت کے دوران ان سے استفسار کیا کہ اسلامی آئین نافذ کرنے میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟ اس پر لیاقت علی خاں مرحوم نے فرمایا مشرقی اور مغربی پاکستان میں رابطہ اور تعلق اسلام ہی سے ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ایک لڑی میں منسلک ہیں ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر ہی حاصل کیا تھا۔ اس لئے ہم اسلامی آئین یہاں نافذ کر کے ہی دم لیں گے۔

افسوس قائداعظم اور شہید ملت لیاقت علی خاں یہ حسرت دل ہی میں لئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ اس کے بعد اندرونی کشمکش حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ ہمارے اکثر و بیشتر سیاست دان جو برسر اقتدار آئے امریکی دباؤ کے تحت اسلامی آئین کے نفاذ میں روڑے اٹکاتے رہے۔ اگر یہاں اسلامی آئین کا نفاذ عمل میں آ گیا ہوتا تو ہماری دونوں جنگیں نتیجہ خیز ہوتیں۔ ایک عام جہاد کا علم بلند ہوتا اور فتح و نصرت ہمارے قدم چومتی۔ مگر ہماری شامت اعمال کہ ان مقدس قوانین کو نافذ کرنے کے لئے نہ قائداعظم کو مہلت ملی نہ لیاقت علی خاں کو اور اس کے بعد تو اس جانب کسی نے توجہ ہی نہ دی۔

سوال: اگر آپ کی جماعت برسر اقتدار آ گئی تو کیا بینکوں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لے لے گی؟

جواب: اسلامی نقطہ نظر کے مطابق قدم اٹھایا جائے گا اور اسلامی قوانین جن کی اجازت دیں گے وہی اقدام عمل میں لائے جائیں گے اس سوال کا جواب خواجہ صاحب نے مختصر دیا تھا میں نے کچھ وضاحت چاہی تو فرمایا: "اسلام جہاں ہر شعبۂ حیات میں ہماری رہنمائی کرتا ہے وہاں اقتصادیات میں بھی پیچھے نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے مقدس (ظاہری) زمانے میں بھی بڑے بڑے سرمایہ دار موجود تھے لیکن وہ سب کے سب حکم خداوندی کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتے تھے اور اس بابرکت طریق کار سے معاشرے میں انقلاب عظیم برپا ہوا' کہاں غربت و افلاس کے عفریت انسانیت کو ڈسا کرتے تھے اور

کہاں وہ وقت بھی آیا کہ زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا اور لوگ خوش حال اور مطمئن زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ حضرت زبیر ابن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ وفات کے بعد ان پر بائیس لاکھ قرض تھا ان کی چار بیوگان تھیں اولاد ہو تو آٹھواں حصہ بیوہ کو ملتا ہے چونکہ آپ کی اولاد بھی تھی اس لئے بائیس لاکھ قرض ادا کر کے آٹھواں حصہ آپ کی بیوہ کو ملا اور ہر ایک کے حصے میں بائیس لاکھ روپے آئے یہ کل سرمایہ ساڑھے سات کروڑ کے قریب تھا۔ اندازہ کیجئے اس سرمائے کے صحابہ کرام موجود تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے بے شمار صحابی دولت مند تھے لیکن ان پر کوئی قدغن نہ لگائی گئی ہاں حکم رب العالمین .... کے مطابق ان سب کو زکوٰۃ دینی پڑتی تھی .... دراصل یہ فطرت ہی کے خلاف ہے کہ انسان صرف پیٹ بھرنے تک ہی کمائے اگر انسان کی سوچ یہاں تک ہی محدود ہو تو ترقی کے اکثر کام رک جائیں اسلام میں سرمایہ دار یا دولت مند ہونا (بشرطیکہ جائز ذرائع سے ہو) قطعی ناجائز نہیں۔ ہاں سرمایہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اگر ہمارے آج کے سرمایہ دار ایمانداری سے زکوٰۃ نکال دیں تو پھر حکومت کو ٹیکسوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اس وقت میرے محتاط اندازے کے مطابق حکومت صاحب حیثیت متمول اور سرمایہ دار لوگوں سے جن کے ذمے زکوٰۃ کی بڑی بڑی رقمیں ازروئے شرع واجب الادا ہیں وصول کرے تو یہ رقم ڈیڑھ ارب روپیہ سالانہ کے لگ بھگ ہو سکتی ہے اور اس رقم کی وصولی کے بعد کئی ٹیکس معاف کئے جا سکتے ہیں۔ پس ہم بینکوں اور کارخانوں کو قومی تحویل میں لینے کی بجائے زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے۔

سوال: اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے مگر کیا وجہ ہے کہ آج بعض حلقوں کی جانب سے اسلامی سوشلزم کی حمایت کی جا رہی ہے؟

جواب: (زیرِ لب مسکراتے ہوئے) آپ ہی بتایئے کہ جب بھی جانتے ہیں کہ شراب ام الخبائث ہے، بے حیائی کی طرف لے جاتی ہے تو آج اتنی بڑی تعداد میں لوگ شراب نوشی کیوں کرتے ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ چوری، راہزنی اور ڈکیتی بُری باتیں ہیں لیکن اخبارات میں آئے دن جلی سرخیوں سے ان باتوں کے رونما ہونے کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بس اسی طرح بعض لوگ حقیقت سے باخبر ہوتے ہوئے بھی حقیقت سے چشم پوشی اختیار کئے ہوئے ہیں اور سوشلزم کی طرف جا رہے ہیں تو اس کا کیا علاج؟

سوال: اسلام پسند جماعتیں اکثر یہ کہتی ہیں کہ اسلام خطرے میں ہے؟ حالانکہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ خدا اپنے دین کا خود محافظ ہے اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

مبلغ اعظم مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمہ اللہ گھانا میں ارادت مندوں کے درمیان تشریف فرما ہیں 1951ء (فائل فوٹو)

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ماہ صیام 2000ء میں افطار سے قبل قرآن کریم کے دور میں مصروف

شیخ الاسلام

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی

صدر جمعیت العلماء پاکستان

سے

۳۰ سوال

انٹرویو ــــــــ صادق قصوری

تصاویر ــــــــ ایم۔ یوسف

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
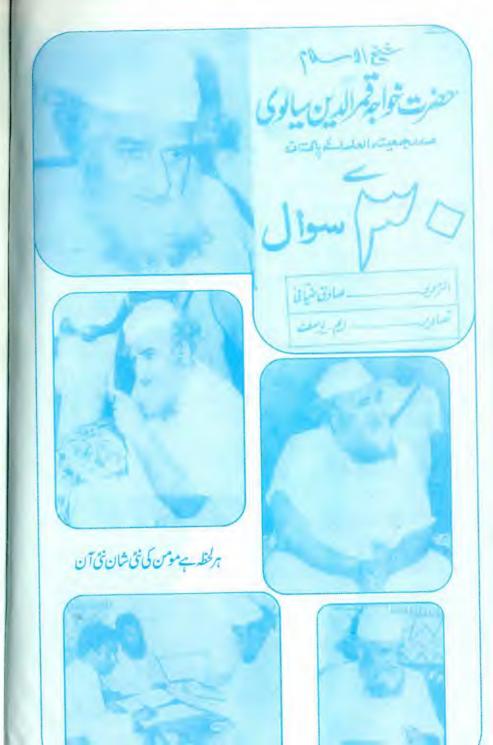
جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان خطرے میں ہیں کیونکہ ان کے ضمیروں کو آلودہ اور ایمانوں کو زنگ آلود بلکہ ختم کرنے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں طرح طرح کے نظریات و اعتقادات سے ان کی راسخ العقیدی کو شکار کیا جارہا ہے رہا اسلام تو اس کو واقعی حقیقتاً کوئی خطرہ نہیں ہے اس کا محافظ خدائے عزوجل ہے اس کے اصول اٹل اور جامع ہیں۔ جو ان اصولوں پر کاربند ہوگا فلاح پائے گا اور جو ان سے انحراف کرے گا خود ہی نقصان اٹھائے گا۔

سوال: جمعیت العلمائے پاکستان کب معرض وجود میں آئی؟ اور اس نے تحریک پاکستان میں کون کون سے نمایاں کردار ادا کیے؟

جواب: اصل میں پہلے جمعیت العلمائے ہند بھارت میں قائم ہوئی جس کے صدر مولانا احمد سعید تھے۔ اس جماعت میں حضرت مولانا کفایت اللہ مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے۔ لیکن جب بعض علماء و مشائخ کانگریس پرست ہوگئے اور کانگرس نے انہیں اپنے مفاد کے لئے آلۂ کار بنایا تو میرے استاد محترم علامہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بہت سے دیگر علماء ان سے الگ ہوگئے اور تقسیم ملک کے بعد انہیں علماء نے جمعیت العلمائے پاکستان کے نام سے اپنی جماعت بنائی۔ جمعیت العلمائے ہند کے قیام میں مولانا ابوالکلام آزاد کا بڑا ہاتھ تھا اور انہوں نے کانگرس کے لئے بڑا کام کیا۔ چنانچہ جو علمائے کرام جمعیت العلمائے ہند سے الگ ہوئے تھے انہوں نے مسلم لیگ کی پرزور حمایت کی اور قیام پاکستان میں ان کی بیش بہا قربانیاں شامل ہیں۔ اگر ان قربانیوں کو تفصیلاً پیش کیا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہیں۔ قیام پاکستان سے جہاد کشمیر تک یہ علماء پیش پیش رہے مولانا ابوالحسنات اور بے شمار دیگر علمائے دین نے جہاد کشمیر میں شرکت کی۔ علماء کی جدوجہد کا آغاز ۱۸۵۷ء سے ہی ہو چکا تھا۔

۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر بریلوی علماء نے سب سے پہلے آزادی کا علم بلند کیا اور دہلی کی شاہی مسجد میں فرمایا کہ انگریز کے خلاف اسی وقت سے جہاد فرض ہے چنانچہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی اعلانِ جہاد کی وجہ سے فوجوں میں بغاوت شروع ہوگئی۔ علامہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو برس تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ علامہ محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ اڑھائی برس تک جیل کی آہنی سلاخوں کے پیچھے فرنگی کے ظلم و استبداد کا نشانہ بنے رہے ان سے بان بٹوایا جاتا چکی پسوائی جاتی اور کھانے کو صرف بیری کے پتے ملتے۔ مولانا محمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کو دق کا عارضہ ہوگیا کیونکہ انہیں جیل میں جو غذا ملتی تھی وہ گھوڑوں کو بھی نہیں دی جاتی تھی۔ رہائی کے کچھ عرصہ بعد ان کی وفات ہوگئی۔ علامہ محمد حسین کو جہلم کے ایک جلسے میں انگریزوں کے خلاف تقریر

کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ علامہ اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اجمیر شریف سے گرفتار کیا گیا اور ان پر جو سختیاں روا رکھی گئیں ان کی تو کوئی حد نہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کو انگریز اپنا بہت بڑا دشمن سمجھتے تھے۔ لہٰذا انگریزوں نے انہیں دریائے شور کی سزا دی۔ نہ وہاں گیہوں کا آٹا کھانے کو ملتا نہ کوئی اور چیز۔ انہیں روزانہ چودہ چابک لگائے جاتے تھے مولانا فضل حق خیر آبادی بڑی مشکل سے نماز ادا فرماتے سزا کے دوران فرماتے۔

"میرے جو زخم مرہم کے محتاج تھے انہیں تازہ کوڑے ملتے ہیں۔ الحمد للہ اس کے باوجود بھی میں انگریز کا دشمن ہوں اور مرتے دم تک رہوں گا۔"

زخموں سے خون زیادہ بہنے کی وجہ سے بڑے نحیف ہو گئے تھے ایک روز تلاوت فرمانے لگے تو وفات پا گئے مگر آخری وقت تک انگریز کے مخالف رہے۔

سوال: اسلام مساوات کا علمبردار ہے تو پھر مساوات محمدی ﷺ کی مخالفت کس بناء پر کی جا رہی ہے؟

جواب: اسلام صرف مساوات کا علمبردار ہی نہیں بلکہ تمام اخلاقیات، عبادات اور پاکیزہ اور جامع اصولوں کا علمبردار ہے۔ صرف ایک جزو کو مقصد قرار دے کر دوسرے اسلامی قوانین کو یکسر فراموش کر دینا تو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ پیپلز پارٹی کا جو نظریۂ مساوات ہے اسے ہرگز ہرگز اسلامی مساوات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ لوگ اپنی تقریروں میں جو دعوے کرتے ہیں وہ سراسر غلط ہیں ان کی مساوات کا مطلب دنیا کے تمام لوگوں کو غریب اور مفلوک الحال کرنا ہے لیکن صحیح اسلامی مساوات سب کو آسودہ اور خوشحال دیکھنا چاہتی ہے۔

سوال: کیا آپ کی جماعت دیگر اسلام پسند جماعتوں سے الحاق کرے گی؟

جواب: ہم ہر وقت اسلام پسند جماعتوں سے الحاق کرنے کے خواہاں ہیں مگر جماعتِ اسلامی کے افکار و نظریات نے ہمارے ذہنوں میں بڑا الجھاؤ پیدا کر دیا ہے میں نے جماعتِ اسلامی کو اسم بائے جماعت سمجھ کر اس سے الحاق کرنے کا فیصلہ کیا تھا مگر جب مجھے مولانا مودودی صاحب کی تحریریں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مولانا بہت آگے بڑھ چکے ہیں اور انہوں نے اپنی تحریروں میں خلفائے راشدین تک کو بھی معاف نہیں کیا اس لئے جماعتِ اسلامی سے ہم کسی قیمت پر الحاق نہیں چاہتے۔

سوال: موجودہ دور میں مستقبل کے متعلق عوام میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے اس کا مطلب؟

جواب: یہ ہمارے عوام کی انتہائی نیک دلی اور لیڈروں کی انتہائی خود غرضیوں کا بین ثبوت ہے۔

بے چارے عوام ایک عرصہ سے اچھی اور صالح قیادت سے محروم ہیں اور چاہتے ہیں مستقبل قریب میں جو بھی قیادت آئے وہ ان کے مسائل کو ہمدردی اور خلوص سے حل کرنے کی کوشش کرے۔ چونکہ ماضی قریب اور بعید میں عوام کو ایسی قیادت میسر نہیں آ سکی اس لئے ہمارے عوام میں ایک اضطراری کیفیت اور بے چینی پائی جا رہی ہے۔

سوال: مذہبی حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ملک میں ثقافتی اداروں پر پابندی لگائی جائے اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: ثقافت کا دوسرا نام تہذیب ہے اگر اس کی آڑ میں بدتہذیبی اور اخلاق باختگی کا مظاہرہ کیا جائے تو یہ سراسر زیادتی ہے آج کل تہذیب و ثقافت کے نام پر ثقافتی اداروں اور تعلیمی درسگاہوں میں رقص و سرور کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں انہیں ثقافت نہیں بلکہ کثافت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ یہ ہماری نئی نسل کو بگاڑنے کا سبب بن رہی ہے میرے خیال میں اس قسم کے ادارے جو تہذیب و ثقافت کی آڑ میں مضر اخلاق سرگرمیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں ان پر پابندی عائد کرنا ضروری ہے۔

سوال: جیمس آباد کراچی کے سول جج جناب شیخ محمد رفیق گریجہ نے اپنے ایک مقدمہ کے فیصلے میں احمدیوں کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ سنی لڑکی سے قادیانی مرد کی شادی غیر قانونی ہے یہ فیصلہ بڑی تفصیل کے ساتھ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اگر آپ کی جماعت برسر اقتدار آ گئی تو حکومت کی جانب سے انہیں ملنے والی مراعات ختم کر کے انہیں اقلیت قرار دے دی؟

جواب: مرزا غلام احمد نے امتی نبی رسول یا ظلی اور بروزی نبوت کا جو تصور پیش کیا ہے وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے ہمارا ہر قدم اسلامی تعلیم کے مطابق ہوگا۔ اسلام میں حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین اور آخری نبی ماننا شرطِ ایمان ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کے پیدا ہونے پر عقیدہ رکھتا ہے تو وہ قطعی طور پر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور ایسے شخص کو نبی ماننے والا فرقہ اقلیت کے بغیر متصور نہیں۔

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمعیت العلمائے پاکستان میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے قیام پاکستان کی پرزور مخالفت کی تھی اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان لوگوں نے ایوبی آمریت کے لئے عارضی ڈھال کا کام بھی کیا؟

جواب: پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے مختلف حلقوں کے لوگ اس کے قیام کے شدید مخالف تھے ان لوگوں میں سیاسی لیڈر، علماء اور بڑے بڑے سرمایہ دار بھی شامل تھے لیکن پاکستان

بننے کے بعد یہ لوگ کلیدی آسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں صرف علماء کو ہی اس سلسلے میں ملوث کر دینا شر پسندی نہیں تو اور کیا ہے؟

سوال: خاندانی منصوبہ بندی شریعتِ اسلام کے بالکل منافی ہے کیا آپ برسر اقتدار آنے کے بعد اس منصوبہ بندی کو قائم رکھیں گے یا ختم کر دیں گے؟

جواب: انشاء اللہ فوراً ختم کر دیا جائے گا۔

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور
تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

خاندانی منصوبہ بندی از روئے شرع ناجائز ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ربانی ہے کہ:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا

اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل مت کرو۔ ہم ان کو اور تمہیں بھی رزق پہنچاتے ہیں۔ بے شک ان کا قتل بہت بڑی غلطی ہے۔

سوال: عائلی قوانین کی بعض دفعات قرآن و حدیثِ نبوی ﷺ سے متصادم ہیں لیکن خواتین کی ایک کثیر تعداد ان دفعات سے مطمئن نظر آتی ہے۔ آپ ان دفعات کو یکسر منسوخ کریں گے یا ان میں ترمیم کریں گے؟

جواب: انہیں بھی یکسر منسوخ کر دیا جائے گا (انشاء اللہ)۔

سوال: کمیونسٹ ممالک میں مسلمان علماء کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیا وہ لوگ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اور کیا آپ ان علماء کی کارگزاریوں سے مطمئن ہیں؟

جواب: وہ مجبورِ محض ہیں انہیں چاہیے تھا کہ وہ کمیونسٹ ممالک سے ہجرت کر جاتے کیونکہ کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"جب فرشتے ایسے لوگوں سے سوال کریں گے جن لوگوں نے اپنے پر ظلم کر رکھا تھا کہ تم کیسی حالت میں تھے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم ملک میں کمزوری اور مجبوری کی حالت میں تھے تو اس کے جواب میں ملائکہ یہ کہیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس وسیع زمین میں ہجرت کر جاتے۔"

صاف ظاہر ہے کہ کمیونسٹ ممالک میں غیر اسلامی آئین نافذ ہیں۔ مگر علماء ان کی مخالفت میں آواز تک بلند نہیں کر سکتے۔ حکام کو راہ راست پر نہیں لا سکتے (گستاخی معاف خواجہ صاحب) پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے اتنا عرصہ ہو گیا "خرآپ نے کیا" کیا؟ کیا یہاں ابھی تک انگریزوں

کے قانون نافذ ہیں۔ پھر اب تک آپ لوگوں نے ہجرت کیوں نہ کی؟

(قدرے توقف کے بعد) "بھائی! ہم کوشش کر رہے ہیں اور اگر اس بار بھی ہماری کوشش ناکام ہو گئی تو ہم ہجرت کر جائیں گے۔ ہم اس مقصد کے لئے اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔"

سوال: دنیا کی اکثر نو آبادیات میں مرزائی اپنے وفود بھیج رہے ہیں۔ اگر آپ کی جماعت برسر اقتدار آ گئی تو کیا ان نو آبادیات میں اپنے مبلغ روانہ کرے گی؟

جواب: ضرور کرے گی۔ ہم نے دارالعلوم میں یہ پروگرام بنا رکھا ہے۔ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام (سیال شریف) میں باہر بھیجنے کے لیے مبلغین کی جماعتیں تیار کی جا رہی ہیں جو اکثر نو آبادیات اور دنیا کے ممالک میں تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ انجام دیں گی۔

سوال: محکمہ اوقاف کے متعلق آپ کچھ ارشاد فرمانا پسند کریں گے؟

جواب: فی نفسہٖ میں محکمہ اوقاف کا مخالف نہیں ہوں لیکن موجودہ طریق کار کے بعض حصے اسلام کے بالکل منافی ہیں۔ جس کا اہم ترین حصہ یہ ہے کہ اصل واقف کے منشاء اور مقصد کے خلاف اوقاف کو صرف کیا جا رہا ہے۔ واقف جس سلسلے کے لئے جو چیز وقف کرتے ہیں اوقاف والے اس سلسلے پر صرف نہیں کرتے اور یہ اسلام کے منافی ہے۔ شریعت کے مطابق جس سلسلے کے لئے بھی کچھ وقف کیا جائے اسی پر خرچ کرنا ناگزیر ہے۔

سوال: کشمیری مسلمانوں کو بھارتی غلامی اور استبداد سے آزاد کرانے کے لئے آپ کیا اقدام کریں گے؟

جواب: "ہر ممکن اقدام کریں گے اور خیال یہ ہے کہ جہاد کے بغیر ان کی آزادی ناممکن ہے اس لئے کہ ملک لیا جاتا ہے دیا کوئی نہیں۔"

سوال: بھارتی مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے جا رہے ہیں کیا آپ ان کی مدد کو پہنچیں گے یا انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دیں گے۔

جواب: "ہمارا یہ اولین فرض ہوگا کہ بھارتی مسلمانوں کی ہر ممکن امداد کریں گے اُن کو مصیبت سے بچانے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ یہ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے۔ ہمیں اپنے بھائیوں کی امداد کرنی ہوگی۔ اللہ کی امداد و اعانت پر ہم جہاد بھی کریں گے۔"

سوال: بعض علمائے کرام سائنسی ترقی کو قرین قیاس نہیں سمجھتے۔ کیا مسلمانوں کو سائنسی ترقی کرنی چاہیے یا انہیں امریکہ اور روس کی مثال ہمارے سامنے ہے جو چاند تک پہنچ چکے ہیں۔

جواب: "سائنس میں ترقی کرنا اسلام کے منافی نہیں ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سائنس کی ترقی کا نکتہ اسلام کی صداقت کی بین دلیل ہے اور ہر قوت کو اختیار کرنے کا حکم رب العالمین کی طرف سے موجود ہے۔"

سوال: کیا ملک کے تمام علمائے کرام کا متحد ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہو جس سے ہمارے علماء کے مابین اختلاف ختم کیا جاسکے تو ارشاد فرمائیں؟

جواب: "گوجرانوالہ کے ایک اجلاس میں میں نے ایک تجویز پیش کی تھی کہ مختلف مکاتیب فکر کے لوگ بالخصوص اسلام پسند طبقہ کے لوگ اپنی اپنی جماعت کے چار چار نمائندے جن پر کہ انہیں کامل اعتماد اور مکمل بھروسہ ہو پوری ذمہ داری کے ساتھ مل کر مختلف جماعتوں کے اتحاد کی تجویز پیش کریں اور اس مجلس میں اختلافی مسائل کو زیر بحث لا کر اپنے اختلاف دور کر کے متحد ہونے کی کوشش کی جائے۔"

سوال: مشرقی پاکستان سے متعلق آپ کے بیانات میں کوئی ذکر نہیں ہوتا' کیا آپ ان کے مسائل کو حل نہیں کریں گے اور کیا جمعیت کے امیدوار مشرقی پاکستان سے بھی کھڑے ہوں گے؟

جواب: ہمارا ارادہ ہے کہ ہم وہاں پہنچ کر جمعیت العلمائے پاکستان کے مراکز قائم کریں جیسا کہ جماعت اسلامی نے کر رکھے ہیں۔ عنقریب جب یہ مراکز قائم ہو گئے تو مشرقی پاکستان کے بھائیوں کے لئے ہم بہت کچھ کر سکیں گے۔ میں اس امر کو کوتاہی سمجھتا ہوں کہ ابھی تک وہاں نہیں جاسکا۔ مشرقی پاکستان سے جمعیت کے امیدوار انشاء اللہ ضرور کھڑے ہوں گے اور خدا نے چاہا تو جمعیت مشرقی پاکستان کے مسائل کو حل کرنے کی پوری کوشش کرے گی مشرقی پاکستان کے لوگ مفلوک الحال اور غربت زدہ ہیں۔ اس کے علاوہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے ان لوگوں کی مصیبتوں میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ خدا نے چاہا تو ہم وہاں سے غربت و افلاس دور کرنے کے ساتھ ساتھ سیلاب کی روک تھام کے لئے بھی ماہرین کے مشوروں کے مطابق موثر اقدام عمل میں لائیں گے۔ غربت و افلاس دور کرنے کے لئے اسلام سے زیادہ اور کوئی آئین اور قانون متصور نہیں ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس جگہ بھی اسلامی آئین نافذ ہو گئے اس جگہ سے غربت اور افلاس کا دور ہونا لازمی امر ہوگا۔"

سوال: مجیب الرحمٰن کے چھ نکاتی پروگرام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: "مجھے ان چھ نکات کی تفصیل معلوم نہیں ہے۔"

سوال: جمعیت برسر اقتدار آئی تو کیا سرمایہ داروں سے گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ وصول کرے گی اور کیا زکوٰۃ کا نظام رائج کر کے دوسرے ٹیکس ختم کر دیئے جائیں گے۔

جواب: جہاں تک میرا خیال ہے جمعیت گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ وصول نہیں کر سکے گی۔ خدا جانے سرمایہ داروں پر آج تک زکوٰۃ کی کتنی رقم واجب الادا ہے۔ چونکہ حکومت کی جانب سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کوئی نظام قائم نہیں۔ اس لئے یہ معلوم کرنا کہ کس شخص نے از خود کتنی زکوٰۃ ادا کی ہے ایک ناممکن امر ہے اسلامی آئین نافذ ہونے سے پہلے سرمایہ داروں سے زکوٰۃ وصول کرنا امر محال ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ جمعیت زکوٰۃ کا نظام رائج کر کے دوسرے ٹیکس ختم کرے گی یا نہیں تو اس بارے میں یہ عرض کروں گا کہ اصل میں دوسرے ٹیکس ضرورت کے تحت اسلام میں جائز ہیں۔ خود حضور رسالت مآب ﷺ نے جہاد کے موقع پر اکثر ٹیکس لگائے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور دوسرے مسلمانوں نے یہ ٹیکس بخوشی ادا کئے اگر حکومت کسی اچھے اعلیٰ اور نیک مقصد کے حصول کے لئے ٹیکس لگائے۔ تو ناجائز نہیں مثلاً آرڈیننس فیکٹریاں اور اسلحہ کے کارخانہ جات کے لئے جن سے ملک کا دفاع مقصود ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس برسر اقتدار طبقے اور حکام کے سامان زیب و زینت اور آرام کے لئے ٹیکس لگانا ناجائز ہے۔

سوال: مولانا بھاشانی کہتے ہیں کہ تمام چیزوں کو لوگوں میں برابر تقسیم کر دو کیونکہ ہر چیز خدا کی ہے کیا اسلام میں یہ جائز ہے؟

جواب: اسلام میں یہ قطعی ناجائز ہے۔ بعض چیزیں اللہ تعالیٰ نے مخصوص کر رکھی ہیں اور فطرتی طور پر ایسی مخصوصات میں مساوی ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر بھاشانی صاحب کے نعرے کے مطابق جو بظاہر بڑا ہی پرکشش اور دلفریب ہے مال مساوی تقسیم کر دیا جائے تو پھر زکوٰۃ کون دے گا' کیونکہ اسلام میں جانور' سونا' چاندی سب کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اگر ان کی مساوی تقسیم ہو گئی تو زکوٰۃ کس کے ذمے ہوگی۔ اس طرح تو زکوٰۃ کا سلسلہ" قطع ہو کر رہ جائے گا کیونکہ جب کوئی مالک ہی نہ ہوگا تو حکم الٰہی جو ایک فریضہ ہے کون پورا کرے' ؟ حضور ﷺ کے مقدس دور (ظاہری حیات مبارکہ) میں بڑے بڑے سرمایہ دار اور متمول اصحاب موجود تھے۔ مگر حضور پاک ﷺ نے کسی سے اس کی ملکیت نہیں چھینی۔ اگر یہاں صحیح معنوں میں اسلامی مساوات آجائے تو آج کل کے مساوات کے علمبرداروں کو بے حد تکلیفوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ انہیں جہاد کے لئے صف اول میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ کھانے پینے کی باری بھی سب کے بعد آئے گی۔ جب تک ملک کا ہر فرد پیوند کے بغیر کپڑا استعمال نہیں کرے گا اس کے لئے کافی اچھا کپڑا پہننا ناجائز ہوگا۔ اگر غریب افراد کو گیہوں کی روٹی میسر نہ ہوگی تو دوسروں کو بھی میسر نہ ہوگی۔

سوال: مزدوروں کے اکثر و بیشتر مسائل جو اس دور میں الجھے ہوئے ہیں انہیں سلجھانے کے لئے

جمعیت کیا کرے گی؟

جواب: مزدوروں کی محنت اور اس کے معاوضہ میں پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا اور مزدوروں کو اس کا معاوضہ پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کیا جائے گا کیونکہ اسلام کا یہی اصول ہے ہاں کارخانوں اور فیکٹریوں کی آمدنی میں، علاوہ ان کی تنخواہ کے، مزدوروں کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں اگر کارخانہ دار یا کسی فیکٹری کا مالک اپنی مرضی سے مزدوروں کو حصہ دار بنالے تو اور بات ہے مگر از روئے اسلام یہ ضروری نہیں کہ ایک مزدور کو کارخانہ کی آمدنی میں حصہ دار بنادیا جائے۔

سوال: اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ آج دنیا، تہذیب ترقی کے لحاظ سے بہت دور جا پہنچی ہے اس لئے موجودہ تہذیب میں علمائے اسلام، اسلامی قوانین کو کیسے نافذ کرسکیں گے؟

جواب: "نظامِ شرعیہ کا صرف پرانا ہونا اس کی تابندگی اور روشنی کو غیر ضروری ثابت نہیں کرسکتا۔ آفتاب اس سے بھی پہلے دنیا پر نمودار ہوا ہے مگر قیامت تک اس کی روشنی اور اس کے اثرات غیر ضروری نہیں مانے جاسکتے۔ قانون کا مقصد انسانی حیات اور اس کی برتری اور انسانی فلاح و بہبود ہے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی شخص دنیا کے تغیرات اور زمانے کے الٹ پلٹ کے نازک سے نازک حالات میں ان قوانین کی راہبری کے بالمقابل کوئی انسانی قانون پیش کرے۔ اگر نہیں کرسکتا یقیناً نہیں کرسکتا تو اس قانون کا ناقابلِ تنسیخ و ناقابلِ ترمیم ہونا تسلیم کرے کہ اس قدر پرانے زمانے سے لے کر آج تک بہتر سے بہتر زندگی اور بلند سے بلند حیات انسان کے لئے پیش کرنے والا یہی قانون ہے موجودہ ترقی یافتہ دور میں کوئی لاینحل اور مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک حالت کے متعلق حل دریافت کرنا چاہیں تو یہی قانون آج بھی ویسے ہی راہبری کرنے کے لئے تیار ہے جیسا کہ پہلے کرتا چلا آیا ہے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اسی قانون کی روشنی میں انسان نے ارتقاء کی منزلیں طے کیں اور جس وقت اس بدبخت انسان نے اس سے بے اعتنائی برتی تو اسی وقت دنیا کی ہر ذلت اور رسوائی اس کا مقدر بن کر رہ گئی۔"

ذرا اس پرانے اور ہمیشہ کے مجرب نسخے کو استعمال تو کر کے دیکھیں کہ کس طرح نئی روشنی کے مریض کو کہ جس کی خاکستر بھی ذرات کے گڑھے میں جا پہنچی ہے اور جس کی عزت و ناموس، غیرت و حمیت، آسودگی و برتری اور حریت و خودی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا یہ نسخہ راس آتا ہے یا نہیں کیونکہ یہ قانون خداوندی ہے اور اس قانون کا مالک وہ ہے جس نے ہر زمانہ اور اس کی ہر حالت کو پیدا کیا ہے اور وہ انسان اور اس کے دل و دماغ کا خالق ہے۔ انسان کی بہتری و برتری کا پیدا کنندہ ہے۔"

سوال: اکثر لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ قانون اسلامی کا نفاذ مسلمانوں پر تو ہوسکتا ہے مگر غیر مسلم رعایا پر کیسے ہوگا؟

جواب: ایک ایسا قانون جو سات سو سال اسی سرزمین پر اپنی ہمہ گیری کا سکہ بٹھا چکا ہو اور چھ سو سال ترکستان میں، تیرہ سو اٹھارہ سال ملک عرب اور تقریباً تیرہ سو سال کابل و ایران میں اور باقی ممالک عرب میں جاری و ساری رہا ہے اور تقریباً ہر مذہب و ہر ملت کے لوگ اسی قانون کے زیر سایہ امن و آرام کی زندگی بسر کرچکے ہیں۔ اگر پاکستان میں بھی رائج ہوجائے تو کوئی انوکھی صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اب رہا دشمن کا پروپیگنڈا اور سازشیں تو غیر اسلامی قانون کے نافذ ہونے کی صورت میں دشمن بہت جلد خطرناک سازشیں کامیابی کے ساتھ کرا سکتا ہے۔ رعایا کی اکثریت اور ان کے مذہبی و روحانی جذبات کا خون ایک ملک کے لئے ایک مہلک اور سخت ترین خطرناک صورت پیدا کرسکتا ہے۔ اور ناقابلِ تلافی نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔ علاوہ اس کے یہ خداوندی قانون ہے۔ اس کے نفاذ پر تائید خداوندی کا حصول امر ضروری ہے جو اس وقت ہماری ناقص عقل سے اوجھل ہے ورنہ مخلوق کی بہتری تو خدا ہی اچھا جانتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ جن جن جرائم کی سزا حد تک پہنچتی ہے وہی جرم ہر مذہب و ملت میں بدترین جرائم اور گناہ شمار کئے جاتے ہیں کلمہ گو فرقوں کو ان کی حد پر مذہباً اتفاق ہے۔ غیر کلمہ گو مثلاً عیسائی، یہودی، ہندو اور سکھ۔ اپنے ملکوں میں جب آپ کی مذہبیات کا احترام نہیں کرتے تو آپ اپنے خدا اور رسول کے فرمان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہاں تک ان کے قانون کا احترام کرتے رہیں گے اور اکثریت کے جذبات کا خون کرتے رہیں گے بالخصوص جب کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ملک کی بقاء و ترقی کا دارومدار اسی سیاست پر ہے کہ اکثریت کا اطمینان اور اس کا اعتماد آپ کو حاصل ہو۔ ساتھ ہی بعض جرموں سے غیر مسلم مستثنیٰ بھی ہیں۔ مثلاً شراب، غیر مسلم جس کی خرید و فروخت بھی کرسکتے ہیں اور پی بھی سکتے ہیں اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ بہ نسبت حدود کے تعزیرات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور حدود کی نوبت شاذ و نادر ہی آتی ہے اور غیر مسلموں کے فیصلے آپ کی تعزیرات سے متجاوز نہ ہوسکیں گے۔ عبادات وغیرہ سے بھی غیر مسلم مستثنے ہوں گے اگر کسی مسلمان نے کسی غیر مسلم پاکستانی رعایا کو قتل کیا تو اس کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جاسکتا ہے۔ اسلام نے تو اپنی رعایا کے حقوق بہت محفوظ کئے ہیں۔ قانون اسلامیہ کی کتب پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سلجھانے کے قوانین، ملک گیری، ملک داری کے قوانین، فوجی نظم و نسق اور اس کو ہر زمانے کی اقوام سے قوی تر بنانے کے قوانین، سرکاری خزانہ کی حفاظت، اندرونی غداروں کے متعلق انسدادی تدابیر

غیر ممالک کے ساتھ راہ و رسم اور امور خارجہ کے تاثرات مفید محکمہ مال نظام ملکی کا استحکام ترقی ملک کے وسائل غرضیکہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق احکام خداوندی موجود نہ ہوں اور کوئی زمانہ ایسا نہیں آسکتا جس میں پیدا ہونے والے نازک سے نازک حالات نہایت آسانی سے سلجھانے کے متعلق قوانین نہ ہوں۔ اسلامی قوانین کی کتب آپ دیکھئے تو سہی۔ مثلاً فتاویٰ عالمگیری جو اڑھائی سو سال تعزیرات ہند رہ چکا ہے اور تمام ممالک اسلامیہ میں تعزیرات رہا ہے اور کتاب بہار شریعت جو اردو زبان میں موجود ہے۔ صرف دفعات لگانے سے تعزیرات مکمل ہو سکتی ہے۔ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا بھر کی حکومتیں اور ان کے قوانین اسلامی حکومت کے نظم و نسق کا کچھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آفاق عالم کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں اسلام نہ پہنچا ہو۔ اس کی وجہ صرف یہی مقدس قوانین ہیں جن کی برکات اور ہمہ گیری سے مفید ترین نتائج مرتب ہو چکے ہیں۔ انتہائے مغرب سے لے کر انتہائے مشرق تک اور قطب شمال سے قطب جنوبی تک بہت تھوڑے عرصہ میں پھیل جانا صرف انسانی حیات کی برتری اور باقی محیر العقول برکات کی وجہ سے تھا۔ دشمنان اسلام نے اس کو مٹانے کی سر توڑ کوشش کی اور ہر جگہ اس آفتاب پر مٹی اچھالنی چاہی مگر اس کے فطرتی تقدس اور مقبولیت کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ اس کی تعلیم اور نشر و اشاعت کو بند کرنے کے باوجود نہ مٹا سکے اور اس کے مکتبوں اور اداروں سے مسلمان بچوں کو بہت دور رکھنے کی کوشش کی گئی دنیا بھر کے غیر اسلامی چکر میں گھمایا گیا مگر اس کی روحانیت فطرت سلیمہ کو مجبور کر کے اپنے مرکز پر لائی۔ اقبال و جناح اور جوہر جیسے لوگوں کی زبان سے اپنی حقانیت کا نعرہ بلند کرا دیا بلکہ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفروں نے بھی حیات انسانی کی ترقی کو واحد ذریعہ اسے ہی ٹھہرایا۔

سوال: لوگوں کی اکثریت کا تصور یہ ہے کہ اسلامی قوانین بہت سخت ہیں اور ان میں بعض جرائم کی سزائیں بہت شدید ہیں۔ کیا ان قوانین میں نرمی یا لچک پیدا کی جائے گی؟

جواب: شریعت اسلامیہ کا انکار اور اس کی تسلیم ہی کفر اور اسلام کے درمیان مابہ الامتیاز رہا ہے اس مقدس شریعت کو تسلیم کرنے والے یا اس سے انکار کرنے والے کو مسلم اور غیر مسلم کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ کوئی رنگ، کوئی زبان اور کوئی ملک اور وطن ملت مسلمہ اور غیر مسلمہ کے مابین امتیاز پیدا نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے لارڈ ابرٹن اور جان دیون پورٹ وغیرہ یورپ کے باشندگان کو ہم مسلم کہتے ہیں اور ابوجہل، کعب بن اشرف، امیہ بن خلف اور عبداللہ بن ابی وغیرہ عرب شریف کے متوطنین کو کافر و منافق کہتے ہیں جیسے ان کو انگریزی زبان اور وطن یورپ مسلمان ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اسلام اور کفر، اسی عقیدہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا

اور الگ ہیں اسلامی تعلیم قبول ہے تو اسلام اور اگر انکار ہے تو کفر جس ملک میں شریعت اسلامیہ کے تسلیم کرنے والوں کی حکومت ہے تو وہ ملک دارالاسلام ہے اور اگر خدانخواستہ اس کے منکر حکمران ہیں تو دارالکفر ہے۔ اسلامی تعلیم کے سرمو مخالف کوئی قانون ہو تو وہ اسلامی قانون نہیں کہلا سکتا۔ خواہ کتنا ہی سہل اور قریب ترین کیوں نہ ہو۔ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ، حد ہو یا تعزیر غرضیکہ قوانین اسلامیہ میں ذرہ بھر فرق کرنے سے قوانین اسلام کا انکار لازم آتا ہے ان مقدس قوانین سے انکار یا انہیں سخت سمجھنے سے پہلے ذرا ٹھنڈے دل سے یہ سوچ لینا چاہئے کہ ان قوانین میں کونسی خامی ہے اور کونسا واقعہ ایسا درپیش ہو سکتا ہے جس کے متعلق اسلام قانون پیش کرنے سے عاجز ہے یا کسی وقت کس قوم کو اسلام کے کسی قانون نے دھوکا دیا ہے۔ ہر مذہب و ملت کی تاریخ کا مطالعہ کر لیں اور اسلامی قوانین پر پابند انسان کی زندگی کا جائزہ لے لیں۔ میں مانتا ہوں کہ ہمارے لیڈروں اور حکومت کے ارباب حل و عقد کو اسلامیات سے واقفیت پیدا کرنے کا موقع نہیں مل سکا مگر سوال یہ ہے کہ ایسی مملکت کہ جس کی بنا صرف ایک خاص مذہب ہو اور اس مذہب کے رکھنے والوں کی بیش بہا قربانیاں ہوں اور قربانیاں بھی صرف اسی غرض سے کی گئی ہوں کہ اپنے مذہب کی روشنی میں زندہ رہیں گے اور اپنے مذہبی قانون کے زیر سایہ آرام کریں گے تو ان لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے نہ اسلامیات سے ناواقفیت کا اظہار کارآمد ہو سکتا ہے اور نہ ہی یورپ کی اندھا دھند تقلید کارگر ہو سکتی ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ انسانی تخیلات اور اختراعات کوئی حقیقت نہیں رکھتے ہر قوم کا اپنا اپنا ڈسپلن ہوا کرتا ہے اور اس کے قائم کرنے کے لئے سخت سے سخت اور مہیب سے مہیب سزا کو تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اللہ مالک الملک اپنے بندوں کو ایک خاص ڈسپلن میں رکھنا چاہتا ہے اور ان کو بدترین اخلاق اور خطرناک جرائم سے پاک اور منزہ کرنا چاہتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جن جرموں کی سزا قانون خداوندی میں مقرر ہو چکی ہے یہ وہ جرم ہیں کہ جن کے خطرناک اور مہلک اثرات دنیا میں آگ لگا سکتے ہیں اور نسلاً بعد نسل ان جرموں کے برے نتائج جاری رہ سکتے ہیں اور بڑے سے بڑے فتنہ کے موجب ہو سکتے ہیں جن کو سختی سے روکنا امن عامہ کے لئے اور نظام ملکی کے بحال رکھنے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً زنا کے مجرم کو اگر شرعی سزا ملنی شروع ہو جائے تو آپ ہی فرمائیں دیکھنے اور سننے والے پر اس فعل بد کا ارتکاب مشکل ہو جائے گا اور بہت تھوڑے عرصہ میں پرانے عادی بدمعاش اپنی عادت تبدیل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اسی طرح آئندہ نسلیں فطرتاً اس فعل بد سے مبرا و منزہ ہوں اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ صحیح نسل اور نسب کے لوگوں کی کثرت ہوگی اور

ملک میں قتل و غارت، فتنہ و فساد باقی نہ رہیں گے ہر باخبر آدمی یہ جانتا ہے کہ پچاسی فی صد قتل و غارت اور فتنہ و فساد کا ذمہ دار یہی فعل ہے تو گویا ایسے خطرناک مجرم کو سزا دے کر ملک کو بے انتہا خطرات اور فتنہ و فساد سے پاک کیا جاسکتا ہے اور بے شمار جانوں کو بچایا جاسکتا ہے۔ یہی حال ہے چور کا کہ اگر ایک تھانہ میں کسی ایک مجرم کا ہاتھ لٹکا ہوا دیکھا یا سنا جائے تو دور دور اضلاع تک چوروں کے اعصاب شل ہو جائیں اور ہزاروں کشت و خون اور خانماں بربادیاں جو چوری کا لازمی نتیجہ ہیں رک جائیں گی تو گویا ایک خائن ہاتھ کے بدلے میں ہزاروں گردنیں بچائی جاسکتی ہیں۔

شرابی حضرات کو لے لیجئے ان کی پیٹھ گرم کرنے میں جو برکات ہیں واضح ہیں جو شخص بھی ان کی یہ آؤ بھگت سنے گا اس کا نشہ اتر جائے گا لوگوں کے دماغ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ اپنے ملک اور بھائیوں کی فلاح و بہبود کے متعلق سوچ سکیں اور اپنے فرائض کو بھی کما حقہ طور پر انجام دے سکیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت قومی ترقی و بہبود کے لئے دے سکیں۔ غرض ام الخبائث کے دور ہونے سے قوم میں سپوت پیدا ہو سکتے ہیں اور قوم کے دماغ بیدار رہ سکتے ہیں ورنہ آئے دن دفعہ ۹۲، الف کا نفاذ لابدی امر ہے۔

یہ گزارش بھی مدنظر رہے کہ روزمرہ کے نوشوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ بھی جاری نہ ہوگا۔ بلکہ ان مجرموں سے جس ایک کو کسی علاقہ میں نوازا گیا تو یوں سمجھئے کہ سارے ملک میں سے یہ جرم ختم ہونا شروع ہو جائے گا جہاں تک میرا اندازہ ہے بمشکل ایک صدی میں دوسری دفعہ اس سزا کا اعادہ ہو سکے گا۔

قوم کی بہتری اور ملک کی فلاح و بہبود اس سے زیادہ کوئی کیا سوچ سمجھ سکتا ہے آپ کے جیل خانے فارغ ہوں گے عملہ جیل فارغ ہوگا۔ مجسٹریٹ حضرات دوسرے تعمیری کاموں کی سرانجام دہی کے لئے فارغ ہوں گے۔ آپ کی پولیس، فوج ہوگی رشوت خوری ناجائز سفارشیں ختم ہوں گی۔ قوم کا اخلاقی معیار اقوام عالم سے بلندتر ہوگا۔ یہ عبرتناک سزائیں ہیں۔ یا قوم کی صحت مند زندگی کی ضامن؟ یہ بات بھی یاد رہے کہ جس طرح ان خطرناک جرموں کی سزائیں سخت ہیں اسی طرح ان جرموں کا ثبوت بھی بہت سخت ہے۔ مثلاً زنا کی حد سنگساری ہے تو سنگساری کی سزا کے لئے شرط ہے کہ چار آدمی راست گو اور عادل ایک ہی واقعہ کو بچشم خود دیکھیں اور بیان کریں تو یہ حد لگے اور اگر چار کی بجائے دو یا تین آدمی شہادت دیتے ہیں تو سنگساری کی سزا نہ ہوگی۔ تعزیر ہوگی حد اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو اور تعزیر اس سزا کا

نام ہے جو حاکم یا حکومت اپنی طرف سے مقرر کرے سخت سزا ہو یا نرم ہو۔ بہرحال جو سزا خدا کی طرف سے مقرر ہے اس کو حد کہتے ہیں۔ تعزیرات کے متعلق حکومت کو اختیار ہے جو چاہے مقرر کرے۔

اگر حاکم کی رائے میں مقدمہ جھوٹا ہے تو ملزم کو رہا بھی کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ شرعی ثبوت مکمل نہ ہوا اقبال جرم کی صورت میں بھی مجرم کو اگر ایک دفعہ اقبال کرنے یا دو دفعہ یا تین دفعہ تو اس صورت میں بھی حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی۔ حد اس صورت میں ہوگی کہ زنا کا مجرم چار دفعہ حاکم کے سامنے آکر بیان کرے اور جرم کا اقبال کرے اور حاکم کو چاہیے کہ پہلی مرتبہ دوسری مرتبہ اور تیسری دفعہ اس کے اقبال اور اقرار کو رد کردے اور یہ کہہ دے کہ یہاں سے نکل جاؤ کیا بکتے ہو اس کے باوجود بھی اگر چوتھی دفعہ آکر بیان کرے تو حد کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

اقبال جرم کی صورت میں سزا ملنے کے دوران اگر بھاگ نکلے تو بھی اس کو رہا کیا جاسکتا ہے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ بظاہر یہ سزائیں کس قدر ہیبت ناک اور ان کا اثر کس قدر مفیدتر ہے۔ لیکن ثبوت کے لحاظ سے کس قدر کٹھن ہیں میرے خیال میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا موقعہ پیش آسکتا ہے جو حد کی نوبت تک پہنچے۔

شیخ الاسلام ہر سوال کا جواب بڑی صراحت سے بیان فرما چکے تھے۔ انہوں نے دو اڑھائی گھنٹے کی ملاقات میں میرے سوالوں کے جواب جس اختصار و جامعیت سے دیئے ان سے ہر بات کی حقیقت و حقانیت روشن ہو کر سامنے آگئی بہ الفاظ دیگر انہوں نے اپنے جوابات میں ہر نکتہ شرعیہ کو سمجھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ فی الحقیقت انہوں نے "دریا بہ حباب اندر" کے مصداق سمندر کو کوزے میں بند کردیا تھا۔

میں یہ انٹرویو حاصل کرکے واپس لوٹا تو حضرت خواجہ کے افکار و خیالات کی تجلیوں سے روح منور ہو چکی تھی ان کی دینی اور روحانی شخصیت کے متعلق لبوں پر بے اختیار یہ شعر آگیا تھا

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

☆☆☆

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی
(امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ)

پیر آف بھر چونڈی شریف کی لاہور آمد

جامعہ اسلامیہ لاہور میں حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری، سربراہ ادارہ مفتی محمد خان قادری سے ملاقات کر رہے ہیں
ان کے ہمراہ قاری محمد خاں قادری اور سید احسان احمد گیلانی بھی بیٹھے ہیں جبکہ فقیہ محمد صلاح بھی نمایاں ہیں
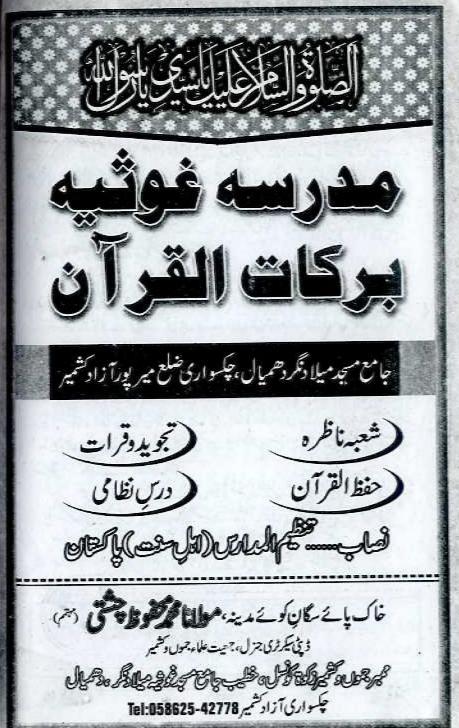
پیر آف بھر چونڈی شریف
نامور خطیب علامہ محمد عارف نوری
کی بیمار پرسی کے موقع پر علامہ صاحبزادہ
قاری شاہد جمیل اویسی، احسان احمد گیلانی
مولانا محمد نعیم نوری اور دیگر کے ہمراہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل خان نیازی
کے ساتھ
ملک محبوب الرسول قادری
اور
سید غفران شرف گیلانی

اسلامک میڈیا سنٹر کا قیام

مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان کے سربراہ و امیر اہل سنت حضرت پیر میاں عبدالخالق قادری
ناظم اعلیٰ، حضرت شیخ الحدیث علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی، کاروان اسلام کے سربراہ علامہ مفتی محمد خان قادری
ادارہ صوت القرآن کے بانی پروفیسر قاری محمد مشتاق انور، حضرت مخدوم پیر مشتاق احمد ہاشمی، محمد نعیم طاہر رضوی، شفیق طارق
مخدوم زادہ محمد شاہ ہاشمی، محمد طیب اور ملک محبوب الرسول قادری **اسلامک میڈیا سنٹر** میں

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
انوارِ رضا
تنظیمی و تحریکی مجلہ
جوہرآباد
عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ
ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے
ختمِ نبوت نمبر
عنقریب منصۂ شہود پر آرہا ہے
تحریک ختم نبوت 1953-1974ء کی روئیداد
اِس شمارے میں
گذشتہ صدی کے عظیم بزرگ
حضرت علامہ پیر محمد بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب
"حافظ ایمان از فتنۂ قادیان" کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے
اس کتاب پر امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سمیت برصغیر کے پچاس
مقتدر علماء اور عرب دنیا کے آٹھ زعما کی تصدیقات و تائیدات موجود ہیں
ختمِ نبوت کے موضوع پر اہم انٹرویوز
قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہ
مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی قدس سرہ
تاجدار ملتان مولانا حامد علی خان قدس سرہ
جمیل المشائخ پیر میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ
محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ
حضرت اقدس صوفی محمد ایاز خان نیازی قدس سرہ
صاحبزادہ علامہ اقبال احمد اظہری مدظلہ
اور دیگر زعمائے ختم نبوت
Khatm-e-Nabuwat Number
اس تاریخی نوعیت کے حامل دینی علمی اور تحقیقی
خاص شمارہ میں اشتہار آج ہی بک کرائیں
برائے رابطہ
علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان
انوار رضا لائبریری 198/4 جوہرآباد (41200) پاکستان
0300-9429027, 0454-721787, 042-7214940